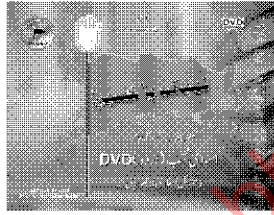


یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶
۹۲۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی



لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabelesakina.page.tl

sabelesakina@gmail.com

راج الاعلیٰ السیف والاثر الفیاض

سیرت سیدنا حیدر کرامت

مشکات

جلد دوم

چشتی کی خانہ
فیصل آباد

مفتی قرآن مجید و علامہ صاحب چشتی



مُشکل کشا امداد گُن

مُرْتَضی ، شیر خُدا ، مرحب کشا امداد گُن
سرورا ، لشکر کشا ، مُشکل کشا امداد گُن
حیدرا ، اژدر دریا ، ضرغام ہاگل منظر
شہر عرفاں را دریا روشن دُرا امداد گُن

﴿از اعلیٰ حضرت بریلوی﴾

سیدنا حیدرؑ

سیرت سیدنا حیدرؑ کرار اللہ

دوم

مشکل کشا

مفسر قرآن حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشمہ کبریا

ارشاد رکیت جوگ بالا لاہور

041. 2646756
0321.4926515
0300.6674752

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	مشکل کشا جلد دوم
موضوع	سیرت حضرت علی
مصنف	علامہ صائم چشتی
پہلا ایڈیشن	جمادی الاول ۱۴۰۶ھ
پندرہواں ایڈیشن	جنوری ۲۰۰۸ء
طابع	محمد شفیق مجاہد
کمپوزنگ	چشتی کمپوزرز

800 روپے

ملنے کا پتہ

شیر برادرز اردو بازار لاہور
جید رابطہ ایف اے اینٹ نمبر ۸-۸۱

شیر برادرز اردو بازار لاہور

تقریظِ عالیہ

از لسان العصر، تاجدارِ اقلیمِ سخن، حضرت علامہ حامد الوارثی صاحب

جب نیازِ عشق تھا اب ناز ہے
یہ مرے انجام کا آغاز ہے

﴿جگر﴾

دُشمن کی ”ضرب“ سے خون کا کھولنا بد یہی امر ہے اور اگر دُشمن کا وار
جان کی بجائے ایمان پر واقع ہو تو ایک سچا مسلمان تَن، مَن، دُھن کی بازی لگا
دیتا ہے، حتیٰ کہ اپنی اولاد کی قربانی کو بھی سعادتِ اخروی کے مقابلہ میں دین
کی ایک حقیر سی خدمت سمجھتا ہے، اُس کے ہدایات میں ارتعاش اور خون میں
جوش و ہیجان کا ایک بے پناہ طوفان مٹلاطم ہو جاتا ہے، تلاطمِ لطمہ سے نکلا ہے
جس کے معنی تھپڑ کے ہیں، یعنی اہل ایمان کا ضمیر غیرت کے تھپڑ سے برا بیچنے
ہو کر تمام تر دُنیاوی مصلحتوں سے بے پرواہ ہو کر ہر وہ کچھ کر گزرنے پر آمادہ
ہو جاتا ہے جس کا عقل تصور بھی نہیں کر سکتی۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشاے لبِ بامِ ابھی

﴿علامہ اقبال﴾

اگر عہدِ حاضر کا ایک احمق، ابلہ، بے ضمیر اور نامحسوس مصنف خارجی
محمود عباسی خاندانِ ذیشانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک حملہ نہ
کرتا اور اہل بیتِ اطہار سلام اللہ علیہم کی تضحیک و تنقیص اور استخفاف و اہانت
کے ناقابلِ بخشش جرمِ کافر تکب نہ ہوتا، تو شاید محی الحاج علامہ صائم چشتی
ایک قلیل سی مدت میں ادبیات اور دینیات کی رفیع الشان منازل پر فائز نہ
ہوتے درجات کے اس ترفع کے بدلے تو صائم چشتی صاحب کو اس کا
احسان مند ہونا چاہیے، البتہ اُس کی دریدہ دہنی کا جس سختی سے بھی نوٹس لیا
جائے کم ہے۔

تحصیلِ قرب ہے مجھے خیر الورا کے ساتھ
ہر ایک انتہا ہے مری ابتداء کے ساتھ

﴿حامد الوارثی﴾

محمود عباسی اور اُس کے ہمنواؤں کے رد میں جناب علامہ صائم
چشتی صاحب کی یہ چوتھی تصنیف لطیف و نظیف ”مشکل کشا“ آپ
کے ہاتھوں میں ہے قبل ازیں شہید ابن شہید اور ایمان ابی طالب کا آپ
مطالعہ کر ہی چکے ہیں خود میں نے پہلی دفعہ ”مشکل کشا“ کا حرف

بحرف مطالعہ کیا ہے میں اور تو کچھ نہیں کہتا اس دوران میں !

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

﴿اقبال﴾

جیسے شاہکار اشعار بار بار اور بے اختیار میری زبان پر آتے
رہے۔ غرض جناب صائم چشتی زاد قدرہ نے اپنی اس خوبصورت تالیف کے
خوبصورت ابواب باندھ کر بلیغ اور خوبصورت الفاظ میں نہایت حسین اور
خوبصورت انداز میں مخالفین بے شعور کے بودے ، لغو اور واہیات
اعتراضات اور گھنیا قسم کے عقائدِ باطلہ کے مکمل ، مفصل ، مدلل اور مسکت
جوابات دے کر غالبِ مرحوم کے مصرعہ !

”ناطقہ سرگریباں ہے اسے کیا کہئے“ کی حقیقتِ حقہ پر مہر تصدیق
ثبت کر دی ہے..... اور ”حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا“

کے خلاف !

” حق تو یہ ہے کہ حق ادا ہو گیا “

حامد الوارثی عفی عنہ

فہرست

۳۳	مجوی کے شاگرد	۲۳	آئینہ
۳۳	جوشی قیافہ شناس	۲۹	اسلام کی تکمیل اور علی
۳۳	اصلی نفلی اولاد		اسلام کی مٹی پلید کرنے
۳۳	مشرکانہ تحریک، اصلی بت شکن	۲۹	کی طاغوتی طاقت
۳۳	مجوی گھرانے کے افراد	۲۹	کینہ پرور حاسد
	حسن بھری دروغ گو مفتری	۳۰	دو فساد
۳۵	اکٹھی نو تکبیریں	۳۰	رسول اللہ پر بہتان
۳۶	گمراہی کا دروازہ	۳۱	زخروہ بند کر دیا
۳۷	آدم برسر مطلب	۳۱	پسینے چھوٹ گئے
۵۸	باب	۳۲	گمراہی کے فیصلے
	انا مدینۃ العلم وعلی با بھا		قدر نہیں کی
۵۹	پہریدار	۳۲	کامیاب قاضی نہیں تھے

۱۰۴	سب یہی کہتے ہیں	۶۱	شہر علم کا دروازہ
۱۰۶	المقاصد الحسنہ	۶۱	دور راستے
۱۰۹	ہم نہیں مانتے	۶۵	حدیث ٹکراتی ہے
۱۱۰	اکابرین کے چند نسخے	۶۵	سب دروازے تھے
۱۱۱	منصف بھی ہوتے ہیں	۶۶	بنیاد اور چھت ضروری ہے
۱۱۳	تعارف ابن جوزی کا	۶۶	چالا کی دیکھیں
۱۱۴	تسائل سے کام لیتا	۶۷	طرفہ تماشہ
۱۱۷	مزید تعارف	۷۰	سب بناوٹی ہیں
۱۱۸	حوالے اور بھی ہیں	۷۲	دس کے دس طریقے غلط ہیں
۱۱۹	یا پیٹوں جگر کو میں	۷۵	سچ کیا ہے ؟
۱۲۱	یہ حاشیہ	۷۶	اعتراضات یہ ہیں
۱۲۲	توازن یہ غیر متوازن	۷۸	جواب اس جھوٹ کا
۱۲۳	شرعی حیثیت کیا ہے	۸۰	مزید شہادتیں
۱۲۴	علم کی تقسیم کہاں سے کی	۸۶	خطیب کے بعد علانی
۱۲۵	فرمان نبی غیر مشروط ہے	۹۴	ایک اور گواہی
۱۲۷	واپس کی پیداوار	۹۵	حدیث نمبر ۱
۱۲۸	علم حدیث کو ہی لے لیں	۹۶	حدیث نمبر ۲
۱۳۰	علم کا شہر یا لوگوں کی رہائش گاہ	۱۰۲	حکمت کا شہر

۱۴۵	درود و سلام بھیجو	۱۳۱	اصل معاملہ یہ ہے
۱۴۶	قرآن اور اہلیت	۱۳۳	گھائے رنگارنگ
۱۴۷	سفینہ نوح	۱۳۳	دروازہ سے نہ آئے تو چور ہے
۱۴۷	کیا سلوک کرتے ہو ؟	۱۳۴	اقوال شیخین سے بڑھ جاتے
۱۴۸	خصوصی محبت	۱۳۵	میرا تو یہ عقیدہ ہے
۱۴۹	مردارانِ جنت	۱۳۵	حل مشکلات
۱۴۹	خطبہ چھوڑ دیا	۱۳۶	مخالف کی گواہی
۱۴۹	اصحابِ ثلاثہ تعظیم بجالاتے	۱۳۶	افضل الشہادت
۱۵۱	دلوں میں جھانکو	۱۳۷	تجربہ ہے جرأت نہ فرماتے
۱۵۲	تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟	۱۳۸	غلط فہمی کا ازالہ
۱۵۳	جراحی کا عمل ناگزیر ہے	۱۳۹	ہم اہلسنت کا مشرب
۱۵۴	منبر رسول کی توہین	۱۴۰	ابوبکر برحق خلیفہ ہیں
۱۵۵	یہ نئی بات نہیں	۱۴۰	اور بھی تو ہیں
۱۵۶	اگر آپ غیر مقلد ہیں	۱۴۲	معاف کیجئے گا
۱۵۷	الموضوعات کا تعاقب	۱۴۳	محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے
۱۵۹	المستدرک	۱۴۴	صحابہ سے پوچھو
۱۶۰	اسد الغابہ	۱۴۴	اہل بیت سے محبت کرو
۱۶۱	بہتر فیصلہ فرمانے والے	۱۴۵	پاکیزہ گھرانہ

- ۱۸۱ الٹی قلابازیاں ۱۶۱ سب سے زیادہ علم والے
- ۱۸۲ زیادہ ہولناک ہے ۱۶۱ نو حے علم حضرت علی کے پاس
- ۱۸۳ مطلب اس کا یہ ہوگا ۱۶۳ الاستعیاب
- ۱۸۵ شہر کہاں گیا؟ ۱۶۴ کبھی غلطی نہیں کی
- ۱۸۷ تیرے محیط میں یہ حباب ۱۶۴ ریاض النضرہ
- ۱۸۷ شہر کا دروازہ ہی ہو سکتا ہے ۱۶۵ سب سے زیادہ جانتے ہیں
- ۱۸۹ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ۱۶۶ الصواعق المحرقة
- ۱۹۰ پوری اور اصل حدیث ۱۶۹ فیض القدر شرح جامع الصغیر
- ۱۹۱ ایسی ہی دوسری حدیث ۱۶۹ دروازہ ضروری ہے
- ۱۹۲ یہ حدیث ناقدین کی نظر میں ۱۷۰ کنز العمال
- ۱۹۲ پہلی حدیث پر تبصرہ ۱۷۲ بار دیگر
- ۱۹۳ دونوں موضوع ہیں؟ ۱۷۳ الانتباه فی سلاسل اولیا
- ۱۹۳ ابن جوزی کا تعاقب ۱۷۴ شرح فقہ اکبر
- ۱۹۴ اور بھی تو ہیں ۱۷۵ صرف حوالے دیکھ لیں
- ۱۹۶ بے سند جھوٹی روایت یہ ہے ۱۷۵ باب حدیث
- ۱۹۶ دوسری جھوٹی روایت یہ ہے ۱۷۵ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا
- ۱۹۷ تبصرہ یوں کیا ہے ۱۷۸ پر اعتراضات کا محاکمہ
- ۱۹۸ تبصرے پر حاشیہ ۱۷۹ بات آگے بڑھے گی

۲۱۷	چاند کی شہادت	۱۹۸	محشی کا تعاقب
۲۲۱	خبر واحد کے مقبول ہونے پر اجماع		شدید غلط فہمی اور اُس کا ازالہ
۲۲۱	خبر واحد کے متعلق چار مذاہب	۱۹۹	کتاب موضوعات کی حقیقت
۲۲۲	ابن تیمیہ مذہب روافض پر	۲۰۰	تحقیق رضویہ
۲۲۳	جواب لا جواب	۲۰۲	دوم
۲۲۴	دوسری کو بھی علم تھا مگر	۲۰۳	ابن تیمیہ کی اختراعات
۲۲۵	شیخین کے مددگار	۲۰۴	عقل نہیں مانتی
۲۲۷	بحث سے پہلے	۲۰۸	یہ منکرین حدیث کا استدلال ہے
۲۲۷	علوم مرتضوی کا اعلان	۲۰۹	سیف گولڑویہ بر عتق ابن تیمیہ
۲۳۱	یہ ہیں دروازے	۲۱۰	جواب خلفشار کا
۲۳۲	فاروق اعظم کا اعتراف	۲۱۱	پہلی آیت
۲۳۴	باب مدینہ العلم ہی حل کر سکتا ہے	۲۱۲	دوسری آیت
۲۳۶	مکہ معظمہ میں علم علی علیہ السلام	۲۱۳	تیسری آیت
۲۳۸	تلمیذ تھے علی علیہ السلام کے	۲۱۳	چوتھی آیت
۲۴۱	دروغ گورہ حافظ نہ باشد	۲۱۴	پانچویں آیت
۲۴۱	شام میں علم علی علیہ السلام	۲۱۴	چھٹی آیت
۲۴۳	بصرہ میں علم علی علیہ السلام		حضرت سلمان کی خبر
۲۴۵	سب علی کے محتاج تھے	۲۱۵	احادیث

- خلیفہ ثانی تلمیذ علی کے ملجی ۲۷۲ علی خدا کے محبوب ہیں ۲۷۲
- کوفہ میں علم علی علیہ السلام ۲۷۷ علی وسیلہ ہیں ان کی اتباع کرو ۲۷۴
- آل محمد کو امت پر قیاس نہ کرو ۲۷۹ منافق نہ بنو ۲۷۵
- شرح شاگردوں کے شاگرد ہیں ۲۵۰ ہلاک ہو جاؤ گے ۲۷۵
- اگر آپ سنی ہیں ۲۵۳ علی عالم کتاب اور علم لدنی ہیں ۲۷۷
- مکتوبات مجدد الف ثانی ۲۵۶ علی دار حکمت کا دروازہ ہیں ۲۷۹
- مکان میں سوراخ ۲۵۶ ان تصریحات کا پس منظر اور پیش منظر ۲۸۰
- چھ نکات ۲۵۷
- اگر بالعکس ہوتا ۲۵۸ آیت قل کفی باللہ شہیدا ۲۸۲
- دور استے ۲۶۰ تفسیر سے پہلے ۲۸۳
- قرب ولایت کی راہ ۲۶۱ علوم قرآن اور مولا علی ۲۸۴
- سب کے ملجا و ماویٰ ۲۶۲ ظاہر اور باطن کا علم ۲۸۵
- یہ راستے ۲۶۳ علی کا علم جبریل بھی نہیں جانتے ۲۸۶
- نہایت ضروری وضاحت ۲۶۵ نبی کے علم کا وارث علی ہے ۲۸۷
- سب سے وسیع تر علم علی کا ہے ۲۶۷ علی بالاصالت وارث علم رسول ہیں ۲۸۹
- اگر آپ وہابی ہیں ۲۶۹ یہی وجہ ہے ۲۹۰
- علی خدا کے پسندیدہ ہیں ۲۷۰ قرآن میں کیا ہے؟ ۲۹۱
- تنبیہ اول ۲۷۰ قرآن کی روشنی میں قرآن پڑھو ۲۹۲

- ۲۹۴ نکتہ دلنواز غوثِ اعظم کے فرامین ۳۱۳
- ۲۹۴ افسانہ نہیں حقیقت قرآن خود شاہد ہے ۳۱۴
- ۲۹۵ قرآن حلق سے نہیں اترتا اسرار قرآنی اور ظہور کرامت ۳۱۴
- ۲۹۶ قرآن کو سمجھ کر قرآن پڑھو مناسب یہ ہے ۳۱۶
- ۲۹۸ یہ آیت کس کے حق میں ہے علی کے سورج کی دوبارہ ۳۱۷
- ۲۹۹ یہ حضور کے حق میں نہیں واپسی فرمانِ مصطفیٰ سے ۳۱۸
- ۲۹۹ یہ جبریل کے حق میں نہیں دُعائے مرتضیٰ سے ۳۱۹
- ۳۰۰ راجح قول یہ ہے چشمہ کہاں سے نکلا ۳۲۰
- ۳۰۰ مگر آیت مکی ہے کتاب عیسیٰ میں ذکر علی ۳۲۳
- عبداللہ بن سلام کے جنات پر تصرف مرتضیٰ ۳۲۵
- ۳۰۲ حق میں کوئی آیت نہیں مقام کر بلا کی نشاندہی ۳۸۲
- ۳۰۳ اب کدھر جائیں قرآن کیسے پڑھتے تھے ۳۳۰
- ۳۰۵ قرآن والوں سے پوچھ لیں؟ ابو تراب سے زمین باتیں کرتی تھی ۳۳۰
- ۳۰۵ یہ آیت حضرت علی کے حق میں ہے دریاؤں پر تصرف مرتضیٰ ۳۳۰
- ۳۰۷ ارشادِ صادق علیہ السلام بارگاہِ علی میں جھوٹے کی سزا ۳۳۲
- ۳۰۹ قولِ صادق کی دلیل علی سے جھوٹ بولنے والا ۳۳۲
- ۳۱۰ علم کتاب کیا ہے؟ مبروص ہو گیا ۳۳۳
- ۳۱۲ قرآن بلا وجہ بیان نہیں کرتا علی کا گواہ نہ بننے والا نابینا ہو گیا ۳۳۳

- ۳۵۴ علی کو جھٹلانے والا پاگل ہو گیا ۳۳۴ چور کی سزا
- ۳۵۵ علی غیب کی خبریں دیتے ہیں ۳۳۵ ہاتھ کاٹنے والے کا قصیدہ
- ۳۵۶ یہ تیرا شو ہر نہیں مینا ہے ۳۳۵ کٹا ہوا ہاتھ پھر جوڑ دیا
- ۳۵۸ تیرا قاتل حجاج ہوگا ۳۳۷ مراجعت بجانب موضوع
- ۳۵۹ حضرت قنبر کی شہادت ۳۳۸ کوئی چیز بھی نہیں
- ۳۶۰ تجھے مصلوب کیا جائے گا ۳۳۹ ایک حوالہ ایک صراحت
- ۳۶۱ جو کہا وہی ہوا ۳۳۹ ایک سوال اور اُس کا جواب
- ۳۶۲ پسند کا سودا ۳۳۲ علی وارثِ علم رسول ہیں
- ۳۶۳ روحانی معلومات سر عارفان ۳۳۳ امامتِ کبریٰ کا انکار و اقرار
- ۳۶۳ فاروق اعظم کا مرجع ۳۳۵ علی امامِ مبین ہیں
- ۳۶۶ خطاب ابو تراب ۳۳۵ گواہی اہل بیت کی
- ۳۶۷ سب سے زیادہ فضائل ۳۳۶ دوسری حدیث
- ۳۶۷ مولا علی کی اہل قبور سے گفتگو ۳۳۷ تیسری روایت
- ۳۶۹ ایک مردے کا جواب ۳۳۸ چوتھی روایت
- ۳۶۹ ایک خطا کار کی التجا ۳۵۰ اگر تعجب ہو
- ۳۷۰ حضرت علی کا جذبہ رحم ۳۵۱ یہ کون ہیں؟
- ۳۷۰ قصہ خطا کار کا ۳۵۱ کیا فرما رہے ہیں
- ۳۷۳ دعائے مرتضیٰ بخشش خدا ۳۵۲ علم کا مخفی خزانہ

۳۹۱	یہ تعارف	۳۷۴	میں سچ کہتا ہوں
۳۹۲	شہزادہ کونین کی گواہی	۳۷۵	قرآن بھی ذکر رسول بھی ذکر
۳۹۲	نبی کا وصی زیادہ علم والا	۳۷۶	ہم اہل ذکر ہیں فرمانِ علی
۳۹۴	نکتہ آفرینی اور بات ہے	۳۷۶	اہل ذکر ہی ذکر ہیں
۳۹۴	کیسے محتاج ہوئے	۳۷۸	اہلبیت اہل ذکر
۳۹۵	یہ حدیث	۳۷۹	قیامت تک کا سوال کرو
۳۹۶	علم غیب کیا ہے	۳۷۹	ذاریات کیا ہے؟
۳۹۸	علی خدا کے چنے ہوئے ہیں	۳۸۰	چاند کی سیاہی کیا چیز ہے
۳۹۹	علم رسول کی زنجیل	۳۸۰	ذوالقرنین کون تھا؟
۴۰۰	تبصرہ اس حدیث پر	۳۸۱	قوس کیا ہے
۴۰۱	قرآن کی دلیل	۳۸۱	بیت المعمور کیا ہے
۴۰۲	علم و حکمت سے بھرا ہوا سینہ	۳۸۲	نعمت کو بدلنے والے
۴۰۲	علم قرآن علم علی پر منحصر ہے	۳۸۲	دنیا کیلئے کوشش کرنے والے
۴۰۵	خدا کی نعمت کا چرچا کرو	۳۸۵	تورات کی خبریں
۴۰۶	یہودیوں کو الزامی کا جواب	۳۸۶	یہودی کا قبول اسلام
	سب سے زیادہ علم والے ہیں	۳۸۷	کتاب ناطق سے پوچھو
۴۰۷	گواہی ایک بشر کی	۳۸۸	تذیل تفسیر قرآن
۴۰۹	شاتم علی پر گرفت خداوندی	۳۸۸	حضرت ابن عباس کا خراجِ محبت

۴۵۰	ارشادِ ربانی کی تعمیل	۴۱۰	شہید بغاوت کی گواہی
۴۵۱	یہ بہت بڑا اعزاز ہے	۴۱۲	منقبت کے پھول
۴۵۲	قافلہ نور	۴۱۵	آدم کا وصیلہ کون بنا
۴۵۲	نقشِ قدم کا پردہ	۴۱۷	کلمات کیا تھے
۴۵۵	نجرانیوں کا مباہلے سے فرار	۴۲۵	ینابیع المودۃ کی روایت
۴۵۹	مباہلہ نہیں ہوا	۴۲۵	چوتھا حوالہ
۴۶۳	لفظِ نساء کا اطلاق بیٹی پر	۴۲۸	پیر رومی در حضور مرتضیٰ
۴۶۷	ابن تیمیہ کیا کہتا ہے؟		باب
۴۶۹	خدا تعالیٰ اور لغتِ عرب	۴۳۵	آیتِ مباہلہ
۴۷۲	تفسیر مواہب الرحمن	۴۳۶	آیتِ مباہلہ
۴۷۳	تفسیر عثمانی	۴۳۷	مکتوب بنام اہل نجران
۴۷۵	حسین کریمین بیٹے نہیں	۴۳۸	ساٹھ کی روایت
۴۸۰	علی نفسِ رسول نہیں	۴۴۰	گفتگو نہ کرنے کی وجہ
۴۸۳	تو اور نہیں میں اور نہیں	۴۴۳	ایک سوال کا جواب
۴۸۵	جان نہیں داماد	۴۴۴	فقر کی لاج رکھنا تھی
۴۸۶	مصلحت یہ تھی	۴۴۵	مزید حکمتیں
۴۸۷	ابن تیمیہ کیوں؟	۴۴۶	حق و باطل کا تاریخی مکالمہ
۴۹۱	تاویل بے کار ہے	۴۴۸	آسمانی دلیل

۵۲۳ جناب سیدہ کا جواب ۴۹۲ علی جان رسول ہیں

قیدی کو کھانا کھلانے کیلئے ۴۹۵ حوالہ جات

۵۲۴ جناب سیدہ کو فرمایا **باب آیت**

۵۲۵ جناب سیدہ کا جواب ۵۰۰ ویطعمون الطعام علی ہم

۵۲۷ محبت حیدر کرار محبوب مومنین ۵۰۱ اعتذار

۵۳۰ تفسیر درمنثور ۵۰۳ تاجدار اہل اقی

۵۳۲ انوار محمدیہ و ریاض النضرہ ۵۰۴ بیماری میں منت ماننا

۵۳۳ تفسیر کشاف ۵۰۵ خاندان رسالت کا فقیر

۵۳۴ الصواعق المحرقة ۵۰۶ عطائے اہل بیت

۵۳۵ محبت علی کا جھوٹا دعوے دار ۵۰۷ بیتابی مصطفیٰ

۵۳۶ محبت علی کا سچا دعوے دار ۵۱۳ تفسیر خازن تفسیر فتح البیان

۵۳۷ شیعان علی کون ہیں ۵۱۵ تفسیر کبیر

۵۳۸ مولا علی سے پوچھ لیتے ہیں ۵۱۸ اعتراز

۵۳۳ بات سن کر جان دے دی ۵۱۸ جواب

۵۳۴ دوست کی یہ صفات ۵۱۹ مکی بھی اور مدنی بھی

باب

مسکین کو کھانا کھلانے کیلئے

۵۳۶ نماز میں خیرات ۵۲۱ جناب سیدہ سے خطاب

۵۳۷ آیت کریمہ، ترجمہ، تفسیر ۵۲۲ یتیم کو کھانا کھلانے کیلئے

۵۶۹	تواتر کہاں ہے ؟	۵۴۸	یہ آیت
۵۷۲	اختراعی قصہ	۵۵۰	تین راستے
۵۷۳	بار بار انگوٹھی دیتے	۵۵۲	دوسرا گروہ
۵۷۴	یہ بھی کوئی اعزاز ہے	۵۵۳	مگر افسوس ہے
۵۷۶	مت تسلیم کریں	۵۵۴	اگر ایسا نہ ہوتا
۵۷۸	جیسے موسیٰ کو ہارون	۵۵۴	یہ تحریریں
۵۸۱	خلافت کبریٰ	۵۵۶	خلافت بلا فصل کیا ہے ؟
۵۸۴	ٹھہرے اور دیکھئے	۵۵۸	نمبر ایک
۵۸۶	دوستی کا حکم دیا تھا	۵۵۸	نمبر دو
۵۸۷	لیکن درحقیقت	۵۵۸	ایک سوال
۵۸۹	کس کس کیلئے	۵۵۹	یہ مفروضہ
۵۹۰	یہ اضافہ بھی ٹھیک ہے	۵۶۲	علی کیلئے امامت کبریٰ نہیں
۵۹۱	قریبی دوست	۵۶۴	تعب خیز اور حیرت انگیز
۵۹۵	اور کیا چاہتے ہو	۵۶۴	خطرناک صورت
۵۹۸	علی کی نافرمانی نبی کی نافرمانی	۵۶۶	یہ آیت حضرت علی کے
۶۰۰	کا ثابدل دیا	۵۶۶	حق میں نہیں
۶۰۴	اور کیا چارہ تھا	۵۶۷	محققین کے حق میں
۶۰۸	علی امام نہیں سناؤ اللہ	۵۶۸	حاصل یا لا حاصل

۶۳۷	ساتواں نکتہ	۶۰۹	یہ تھا فلسفہ
۶۳۹	آٹھواں نکتہ	۶۰۹	بارہ نکات
۶۴۲	نواں نکتہ	۶۱۳	ایک تعارف
۶۴۴	دسواں نکتہ	۶۱۴	پہلا نکتہ
۶۴۶	گیارہواں نکتہ	۶۱۷	پہلے پہلی آیت کا فیصلہ کر لیں
باب آیت انما ولیکم		۶۱۸	تفسیر ابن کثیر
۶۵۰	تفاسیر کی روشنی میں	۶۲۰	تفسیر صاوی
۶۵۲	اپنوں کو کیا کہیں	۶۲۴	حضور نے کیا فرمایا
۶۵۳	تفسیر رازی	۶۲۵	اور وہ انصار تھے
۶۵۶	آرزوئے مصطفیٰ	۶۲۶	تفسیر درمنثور
۶۵۷	کیسے اوجھل ہو گئی	۶۳۱	ایک آیت بھی پوری نہیں
۶۵۹	تردید و بطلان	۶۳۲	بارہ نکاتی فارمولہ کا جواب
۶۶۰	فلسفہ اور حدیث	۶۳۳	تفسیرات احمدیہ
۶۶۲	مشتے نمونہ از خروارے	۶۳۴	دوسرا نکتہ
۶۶۵	ان کو بھی منظور نہیں	۶۳۵	تیسرا نکتہ
۶۶۵	سیلاب و جوبات	۶۳۵	چوتھا نکتہ
۶۶۷	یک نہ شد	۶۳۷	پانچواں نکتہ
۶۶۸	شان نزول	۶۳۷	چھٹا نکتہ

۶۸۲	پانچویں حدیث	۶۶۹	اضطراب کیوں
۶۸۳	چھٹی حدیث	۶۷۱	ضرورت وضاحت
۶۸۳	ساتویں حدیث	۶۷۲	تفسیر کشاف
۶۸۴	آٹھویں حدیث	۶۷۳	گھر کی گواہی تفسیر ابن کثیر
۶۸۴	نویں حدیث	۶۷۴	پہلی حدیث
۶۸۵	دسویں حدیث	۶۷۴	دوسری حدیث
۶۸۶	حدیثیں ہیں افسانے نہیں	۶۷۵	تیسری حدیث
۶۸۶	اضطراب اعتراف شکست ہے	۶۷۵	چوتھی حدیث
۶۸۷	تفسیر ابن جریر	۶۷۶	پانچویں حدیث
۶۸۸	پہلی روایت	۶۷۶	چھٹی حدیث
۶۸۹	دوسری روایت	۶۷۷	ساتویں حدیث
۶۸۹	تیسری روایت	۶۷۸	آٹھویں حدیث
۶۹۰	چوتھی روایت	۶۷۸	نویں حدیث
۶۹۱	تفسیر مظہری	۶۷۹	درمنثور
۶۹۳	اس پر اجماع ہو چکا ہے	۶۷۹	پہلی حدیث
۶۹۳	تو اتر سے بھی آگے ہے	۶۷۹	دوسری حدیث
۶۹۴	تفسیر ابوسعود	۶۸۱	تیسری حدیث
۶۹۵	تفسیر جمل	۶۸۲	چوتھی حدیث

تفسیر روح المعانی	۶۹۶	قارئین کے لئے	۷۱۳
حضرت علی کے لئے	۶۹۶	علیٰ مومنوں کے مددگار ہیں	۷۱۴
تفسیر صاوی	۷۰۰	اگر مددگار ہیں	۷۱۵
تفسیر خازن	۷۰۰	حق یہ ہے	۷۱۶
تفسیر معالم التنزیل	۷۰۱	مشکل کشا جلد سوم کی جھلکیاں	۷۱۷
تفسیر نسفی مدارک	۷۰۱		
ریاض النضرہ	۷۰۲		
ایک تفسیر کے کئی حوالے	۷۰۲		
تفسیر ضیاء القرآن	۷۰۳		
فساد کہاں سے شروع ہوا	۷۰۴		
حوالے ہی حوالے	۷۰۶		
آغاز و انجام اس بحث کا	۷۰۷		
کاش ایسا نہ کرتے	۷۱۰		
علیٰ راشد خلیفہ نہیں تھے	۷۱۰		
شاہ ولی اللہ کی برائے	۷۱۱		
مولا کے معنے، علمائے دین کی			
ڈیوٹی، نمک حرامی کی سزا	۷۱۱		
کچھ علاج اس کا بھی	۷۱۲		

آئینہ

بسم الله الرحمن الرحيم

قلوب قوم کا حسّاس جذبوں سے تہی ہو جانا یا آخر احساس سودو
زیاں کے مٹ جانے پر ہی مٹ جاتا ہے۔ اور جب احساس سودو زیاں مٹ
جاتا ہے تو پھر وہ شعلہ زادے انار کی پھیلا نے میں کامیاب ہو جاتے ہیں،
جن کی تخلیق ہی شاید خالق کائنات نے معاونت ابلیس کے لئے کی ہوتی
ہے۔

اسے من و وجہ البصیرت کہئے یا کوئی اور نام لیں، جن خدشات و
خطرات کا اظہار ہم مسلسل بیس برس سے کئے جا رہے ہیں وہ بالآخر اہل وطن
پر مسلط ہو ہی گئے۔

کسی بھی فتنہ کے جنم لیتے ہی معمولی سی توجہ دینے سے اُس کو فنا آشنا

کیا جاسکتا ہے مگر جب اُسے نہایت معمولی اور حقیر سی چیز سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے تو پھر اُس کے ہولناک نتائج سے عہدہ برآ ہونا ہی پڑتا ہے۔

ہم ارضِ پاک میں رہنے والے جمیع اہل اسلام کو بالعموم اور علمائے اہل سنت و جماعت کو بالخصوص عرصہ دراز سے خارجیت کے اٹھنے والے شیطانی فتنہ کی طرف بار بار متوجہ کر رہے ہیں، لیکن ہماری کسی بھی گزارش کو لائقِ اعتنا نہیں سمجھا گیا، بلکہ اکثر حضرات اب تک منفی سوچ کے تانے بانے میں اُلجھے ہوئے ہیں، حالانکہ پانی اب سر سے اُونچا ہو گیا ہے اور خارجیت کا وہ ابلیسی فتنہ جو محض چند ابلیس نوازوں تک محدود تھا، اب وطن عزیز کے تمام شہروں اور قصبات تک پھیل چکا ہے۔

خارجیت کے اس بڑھتے ہوئے طوفانِ بدتمیزی کو اب کیسے روکا جاسکتا ہے؟ یہ سوال اب نہایت پیچیدہ ہو چکا ہے جس کا شافی جواب شاید کوئی بھی فرد واحد نہ دے سکے۔ تاہم عرصہ دراز سے اس ابلیسی سازش پر گہری نظر رکھنے کی وجہ سے ایک ایسا خاکہ پیش کیا جاسکتا ہے جس کے لئے اجتماعی طور پر اگر ٹھوس بنیادیں مہیا کی جاسکیں تو مسلسل جدوجہد کے بعد اس پر قابو پالینا خارج از امکان نہیں، تاہم اب یہ مسئلہ آسان نہیں رہا بلکہ اسے حل کرنے کے لئے اب قدم قدم پر شدید تر مشکلات اور سخت ترین اُلجھنوں سے متصادم ہونا پڑیگا۔

اس میں علمائے کرام کی خصوصی توجہ اور عوام کی دلچسپی کے ساتھ

ساتھ حکومت کو بھی اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ برصغیر میں قادیانی فتنہ کیسے پھلا پھولا اُس کے عواقب کو سامنے رکھتے ہوئے بلاتا خیر اجتماعی اقدام کیا جائے تو اس طوفانِ بدتمیزی کا رُخ اُن صہیونی تنظیموں اور فرنگی سازشوں کی طرف موڑا جاسکتا ہے جہاں سے اِس نے جنم لیا ہے اور جو ہمیشہ سے اپنے سینوں میں چھپی ہوئی اسلام دشمنی کی وجہ سے اِس قسم کے فتنوں کو پیدا کرنے اور پھر اُن کی نشوونما کرنے کے لئے اندھا دھند مادی معاونت جاری رکھتے ہیں۔

جمہورِ اہل اسلام کے نزدیک خارجی فرقہ شروع سے ہی مرتدین و منافقین کی ابلیسی ٹولی کے نام سے ہی جانا پہچانا جاتا ہے، اور بعض ملکوں میں اِس کے جراثیم ہمیشہ سے ہی پلتے چلے آرہے ہیں، خواہ ان کی تعداد قلیل تر ہی کیوں نہ ہو مگر برصغیر میں اِس ناہنجار و نامراد ٹولی نے پاکستان میں معرضِ وجود میں آجانے کے بعد ہی پرہُرزے نکالے ہیں۔

ہم اپنی تصانیف میں متعدد بار اپنی اِس حیرت کا اظہار کر چکے ہیں کہ کیا پاکستان کو لاکھوں قربانیوں کے بعد اسی لئے معرضِ وجود میں لایا گیا تھا کہ یہاں اسلام کی اعلیٰ ترین اقدار کو پامال کرنے کے لئے کچھ شیطانی دماغوں کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

کیا یہ وہی ملک ہے جس کے لئے ہم نے زندگی کی عزیز ترین متاع بھی قربان کر دی تھی ؟

کیا یہ وہی مقدس سرزمین ہے جس کا تصوّر علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

نے پیش کیا تھا ؟

کیا یہ وہی خطہ پاک ہے جسے ہمارے تخلیقات نے جنتِ ارضی کے نام سے موسوم کیا تھا ؟

کیا یہ وہی سلطنتِ عظیم ہے جس میں قائدِ اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ نے حکومتِ الہیہ کے قیام کے خواب دیکھے تھے ؟

کاش ! کوئی ہمیں ان سوالات کے جوابات دے سکتا،

کاش ! کوئی بتا سکتا کہ اس مقدس سرزمین کو اسلام کے نفاذ کے لئے حاصل کیا تھا یا اسلام کا مذاق اڑانے کے لئے اتنی قربانیاں دی گئی تھیں۔

کاش ! کوئی اس امر کی وضاحت کر سکتا کہ بیک وقت اہل فرنگ اور اہل ہنود سے سیاسی اور فہنی جنگیں لڑنے کے بعد اس مقدس سرزمین کو حاصل کرنے والے امیر المومنین مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے خاندانِ معظم کے نام لیوا تھے یا انہیں گالیاں دیا کرتے تھے ؟

کاش ! کوئی بتا سکتا کہ ! محمد علی جوہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل اسلام میں جوشِ جہاد کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے یہ مصرعہ غلط پڑھا کرتے تھے !

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
کاش کوئی وضاحت کر سکتا کہ ! تصورِ پاکستان کے خالق علامہ
اقبال رحمۃ اللہ علیہ الرحمۃ نے یہ شعر ” بھنگ “ کے نشہ میں سرشار ہو کر

انشاء فرمایا تھا یاد رُست کہا تھا کہ !

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
 اک ضربِ یَدِ اللہی ، اک سجدہء شبنیری
 کاش ! کوئی بتا سکتا کہ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ مجوسی اور مشرک
 تھے یا ملتِ اسلامیہ کے رجلِ عظیم تھے جنہوں نے یہ شعر لکھا،

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر

معنی ذبحِ عظیم آمد پدر

بہر کیف ! یہ حقیقت محتاج وضاحت نہیں کہ ارضِ مقدس کو معرضِ
 وجود میں لانے میں سو فیصدی حصہ انہی لوگوں کا ہے جو دل و جان سے
 خاندانِ رسولِ ہاشمی صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیہم سے محبت رکھنے والے تھے۔

اب اگر کوئی خارجی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس نے بھی پاکستان بنانے
 میں اہم کردار ادا کیا ہے تو وہ بالکل بکواس کرتا ہے۔ اور محض دُوسروں کو دھوکا
 دینے کے لئے اس قسم کی شاطرانہ چالیں چلتا ہے، ہاں ! اگر آزادی و وطن
 کی اس جدوجہد میں اُس شخص نے کوئی کردار ادا کیا ہوگا تو وہ قطعی طور پر اس
 کے برعکس صورت ہوگی۔ یعنی وہ اُس وقت انگریزوں یا ہندوؤں کا حق نمک
 خواری ادا کر رہا ہوگا کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اسلام کی بنیادوں کو اپنے خون
 سے اُستوار کرنے والی واجب التکریم شخصیات کو گالیاں بکنے والا شخص کسی
 خالص اسلامی ریاست کو معرضِ وجود میں لانے کی کوشش کرتا پھرے۔

قارئین ! وہ مضمون تفصیل کے ساتھ مشکل کشا جلد سوم میں پڑھیں گے جس کا نام ہم نے ” آگ ہی آگ “ تجویز کیا ہے جس کے مطالعہ سے آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ! یہ آگ کسی مسلمان کے قلم نے بکھیر رکھی ہے یا کسی شیطان کے جہنمی دماغ کی پیداوار ہے۔

تاہم ! اس مقام پر ایک خارجی کی کتاب ” شمائل علی “ سے چند ریمارکس پیش کئے جاتے ہیں اس رسوائے زمانہ کتاب کا مصنف ” نذیر احمد شاکر “ ہے اور اس کی تائید و تصدیق خارجیوں کے باوا آدم محمود عباسی نے کی ہے۔

کتاب مذکور میں مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور خاندان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تقریباً چار صد شرمناک گالیاں دی گئی ہیں جسے ہم نمبر وار پیش کریں گے ان میں سے چند ایسی مختلف نمبروں کی جسارتوں کا انتخاب پیش خدمت ہے جن کا تعلق اس جلد کے مخصوص مضامین سے ہے،

درج ذیل عبارات تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے بالعموم اور اہل پاکستان کے لئے بالخصوص لمحہ فکریہ ہیں، ان عبارتوں میں تاجدارِ اہلِ اُتٰی شیر خدا بابِ مدیۃ العلم کی جو تصویر پیش کی گئی ہے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کا جس طرح تمسخر اُڑایا ہے وہ آپ کے سامنے ہے اگر یہی تصور ہماری نئی پُود کے ذہنوں میں قائم ہو گیا تو ان کے ایمانوں کے ضیاع

کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی۔ غور فرمائیں اور دیکھیں کہ یہ کیا ہے؟

اسلام کی تکمیل اور علی

”لیکن لوگ یہ جھوٹ پھیلا رہے ہیں کہ اسلام کی تکمیل میں حضرت علی اور اُن کے بچوں کا بھی ہاتھ تھا بلکہ اِنَّ اللّٰهَ اخفَاءُ کے مؤلف مقصد دوم میں حضرت علی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ آپ اکثر وحی اور اُن اسماء الہی کو لکھتے تھے جن کا ظاہر کرنا مقصود نہ ہوتا۔

﴿شمالی علی﴾

اسلام کی مٹی پلید کرنے کی طاغوتی طاقت

نہ حضرت علی کو رسول صلعم نے کوئی خاص وحی پہنچائی نہ اسمائے الہی کے اسرار بتائے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی میں اسرارِ الہی کو سمجھنے قابلیت ہی نہیں تھی ہاں اُن میں ایرانی اسرار کو سمجھنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اسلام کی مٹی پلید کرنے کی طاغوتی طاقت بدرجہ اتم موجود تھی۔

﴿شمالی علی ص ۳۰۸﴾

کینہ پرور حاسد

وہ بندے جن کے دلوں میں قرآن اور اسلام کے خلاف حسد و کینہ بھرا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ قرآن کے تشابہات کا علم ان کو بھی ہے۔ وہ قرآنی

تشابہات کو اپنے مطلب کے معنی پہنانے کے لئے طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں تاکہ اسلامی عقائد و اعمال میں اختلاف و اختلال پیدا ہو اور اسلام کا شیرازہ بکھر جائے۔

خواجہ حسن بصری اور امام جعفر صادق

دو فسادِ

پیرِ وانِ شریعتِ علی کہتے ہیں کہ قرآنی الفاظ ظاہری معنی بھی ہوتے ہیں اور باطنی معنی بھی اور باطنی معنی کو سمجھنے کے لئے تاویل ضروری ہے۔ قرآنی الفاظ کی تاویل حضرت علی کی اولاد کو وراثت میں ملی کھلم کھلا طور پر تاویل کا کام حسن بصری نے شروع کیا جس کو جعفر بن محمد بن حسین بن علی مرتضیٰ نے تکمیل پر پہنچایا۔ لہذا حسن بصری اور جعفر بن محمد دونوں اسلام میں فساد ڈالنے والے تھے۔

﴿شمائل علی ص ۳۰۸﴾

رسول اللہ پر بہتان

کوئی سچا مسلمان یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ اللہ کے رسول نے حضرت علی کو فرمایا ہوگا کہ مسلمان آپس میں تہتر فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ جب صحابہ نے اہل یہود پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ تو بہتر ۲ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کو متنبہ

کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ان کے نقش قدم پر ہرگز نہ چلنا اور آپس میں تہتر فرقوں میں نہ بٹ جانا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت علی کی سماعت کی غلطی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے رسول اللہ پر بہتان لگایا کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان تہتر فرقوں میں بٹ کر رہیں گے۔

﴿شمائل علی ص ۳۰۹﴾

نرخرہ بند کر دیا،

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ کے ذریعے منادی کا بار بار اعادہ کیا تا کہ اللہ اور رسول کے احکام تمام لوگوں تک پہنچ جائیں۔ یہ دین کی تبلیغ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کے نرخرہ کو بند کر کے اس حقیقت کو واشگاف کیا کہ دین کی تبلیغ میں علی کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔

﴿شمائل علی ص ۸۸﴾

پسینے چھوٹ گئے، قضا کا علم نہیں

”اس روایت میں حضرت علی صاف اعتراف کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا قاضی مقرر کرنا چاہا تو ان کے پسینے چھوٹ گئے وہ پہلو بدلنے لگے کہ میں ابھی کم سن ہوں اور مجھ کو قضا کا کچھ علم نہیں۔“

گمراہی کے فیصلے

صحیح مسلم کے مقدمہ میں درج ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے حضرت علیؓ کے قضا یعنی مقدمات کے فیصلے لائے گئے۔ حضرت ابن عباس نے ان میں سے چند فیصلوں کی نقل لی اور بعض فیصلے چھوڑتے جاتے تھے اور فرماتے تھے !

خدا کی قسم علیؓ نے یہ فیصلہ کیا ہے تو گمراہ ہو کر کیا ہے۔

﴿شمائل علی صفحہ ۸۹﴾

قدر نہیں کی

حضرت علیؓ کے فیصلوں کی کسی عالم نے قدر نہیں کی اور شرفِ عزت نہیں بخشا البتہ ایرانی اور عراقی علماء نے ان فیصلوں کو خوب سراہا جو حسبِ ذیل روایت سے ثابت ہے۔

﴿شمائل علی صفحہ ۸۹﴾

کامیاب قاضی نہیں تھے

حضرت علیؓ کو بحیثیت قاضی آزمایا گیا اور اُس میں بھی روایات کے مطابق وہ پورے نہ اترے بجاء الانوار کی بکواسی روایات میں بھی اس کا اعتراف موجود ہے کہ نہ قرآن سے علیؓ اچھی طرح واقف تھے اور نہ رسول اللہؐ ان کی حمایت کے لئے موجود تھے پھر وہ کیسے کامیاب قاضی بن کر ابھرتے؟

﴿شمائل علی صفحہ ۸۹﴾

مجوسی کے شاگرد

انسانی مساوات کا تصور اُن کے پاس اس قدر بلند تھا کہ وہ کافرو مومن میں امتیاز بدتر گناہ سمجھتے تھے چنانچہ اپنے مجوسی اُستاد کی خاطر اپنے سوتیلے نواسے عبید اللہ بن عمر کو پندرہ سال بعد صفین میں قتل کروادیا۔

جوتشی، قیافہ شناس

اُسی ہرمزان مجوسی نے موصوف کو رمل جفر، نجوم واعداد کے باطنی علوم سکھائے بلکہ زانچہ بنانا، قیافہ شناسی اور دست شناسی بھی سکھائی جو ہندی و ایرانی اسلام کا گراں مایہ سرمایہ ہیں۔

اصلی نقلی اولاد

اسی طرح ہمارا تمام دینی سرمایہ حضرت علی اور اُن کی اصلی نقلی اولاد یعنی مجوسی اور یہودی بھی بنو فاطمین بن بیٹھے تھے، کے مناقب و فضائل کرامات و خوارق سے بھرا پڑا ہے جس میں آپ کو دیومالائی انداز میں اسلامی ابوالہول یا شیر خُدا بنا کر پیش کیا گیا ہے

مُشرکانہ تحریک ، اصلی بُت شکن

یہ پروپیگنڈا بھی ملتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور صحابہ کرام نے علی کے اسلام کو قبول نہ کیا یقیناً وہ نہیں کر سکتے تھے وہ دین و توحید کے علمبردار تھے،

کفر و شرک کے فساد کو مٹانے والے، جھوٹ اور مکاری سے نفرت کرنے والے، سچ کے لئے جان دینے والے، قرآن کی تعلیم کو پھیلانے والے، شخصیت پرستی اور توہم پرستی سے بیزار اصلی بُت شکن تھے، وہ کسی مُشرکِ کافِیہ تحریک میں کیسے شامل ہو سکتے تھے خواہ وہ حضرت علی کی معرفتِ اسلام میں لائی جا رہی ہو۔

﴿مقدمہ شمائل علی از عزیز صدیقی صفحہ ۸﴾

مجوسی گھرانے کے افراد

تاویل کا کام سب سے پہلے ایک عراقی مجوسی گھرانے میں پیدا ہونے والے نے کیا جن کا نام حسن بصری تھا۔ اُن کو حضرت علی نے مرتے وقت باطنی خلافت کی خلعت عطا فرمائی جب کے وہ صرف چار سال کے ہونہار طفل تھے بڑے ہو کر خلافت کا حق اُنہوں نے ادا کیا، اُنہوں نے اسلام میں سب سے پہلے عقیدہ قدر کو پیش کیا جس سے اسلام میں فرقہ معترکہ وجود میں آیا۔

﴿شمائل علی صفحہ ۲۸۷﴾

حسن بصری دروغ گو مُفتری

اس طرح اسلام میں پھوٹ کی بنا پڑی، سب سے پہلے اُنہوں نے کہا کہ قرآنی الفاظ کے ظاہری معنی بھی ہیں اور باطنی معنی بھی، اور باطنی معنی کو

سمجھنے کے لئے تاویل کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے علم تاویل کی بنیاد ڈالی جو امام جعفر صادق کے زمانے میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ حسن بصری ایک دروغ گو مفتری عجمی تھا مگر ظاہری شریعت کے پیروان کی قدر و منزلت کو کیا جانے انہوں نے دین مرتضوی کی تشہیر کی۔ علامہ محمد قاسم نانوتوی دین مرتضوی کی سہولتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دین مرتضوی میں وہ آسائشیں اور سہولتیں ہیں کہ منکر بھی اس کے حقد ہو جاتے ہیں، متعہ کا آوازہ سن کر امیر معاویہؓ کے ہمراہی بھی ہمراہ ہو جاتے، بلکہ جس اہل مذہب کے کان میں یہ بشارت پہنچتی کہ جیتے جی یہ مزے ہیں دین مرتضوی میں اور مرنے کے بعد یہ مرتبے، کیسے ہی دین کے پلے کیوں نہ ہوتے حضرت امیر کی ہر کا بی اختیار کرتے۔

﴿شمال علی صفحہ ۲۸۸﴾

اکٹھی نو تکبیریں

بہیقی نے بھی بروایت سعید بن المسیب اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز جنازہ کی تکبیریں چار اور پانچ ہیں مگر ہم نے چار تکبیروں پر اجماع کیا۔ مگر حسن نے اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھائی تو اس میں چار نہیں پانچ نہیں بلکہ نو تکبیرات کہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی چار تکبیریں اسلام کی تھیں اور باقی پانچ

حضرت علی کے نئے دین کی جس کا نام باطنی اسلام ہے، حضرت حسن بھی باطنی دین کے حامل تھے انہوں نے نانا کے دین کو خیر آباد کہہ دیا تھا۔

غرض ابتداء میں حضرت حسن نے اپنے باپ امام علی کی مخالفت کی تھی جس کے کفارے میں انہوں نے اپنے امام کے اطراف پیدل گھوم کر بیس پچیس طواف کئے تھے جن کا ذکر طبقات ابن سعد میں پایا جاتا ہے ورنہ حضرت حسن میں صحیح معنوں میں پیدل چل کر پچیس حج کرنے کا دم کہاں تھا تین سو سے زیادہ نکاح کرنے کی وجہ سے وہ بالکل کمزور اور لاغر ہو گئے تھے چلنے پھرنے کی سکت بھی نہیں تھی ان میں حضرت علی کی باطنی شریعت کے مطابق انہوں نے اپنے والد بزرگوار کی نماز جنازہ میں نو تکبیرات کہیں یہ سب باطنی شریعت کے راز ہیں جن کو ظاہری شریعت والے نہیں جانتے۔

﴿سمائل علی صفحہ ۲۸۶﴾

گمراہی کا دروازہ

حضرت علی ہرمزان قاتل عمرؓ کی بزرگی کے قاتل تھے کیونکہ انہوں نے اسی کی پیروی میں علم معرفت کے گر سیکھے تھے۔ روایات کے مطابق حضرت علی مرنے سے پہلے اپنے پیرو مُرشد ہرمزان عجمی سے حاصل کئے ہوئے علم معرفت کے تمام نکتے عجمی حسن بصری کو سونپ گئے اور حضرت حسن بصری نے ان کی روشنی میں سلسلہ طریقت قائم کر کے گمراہی کا دروازہ کھول دیا۔

آدم برسر مطلب

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ شامل علی نامی کتاب سے ہم نے یہ چند اقتباسات صرف اُن مضامین کے لئے منتخب کئے ہیں جو مشکل کشا کی اسی جلد میں بیان ہو رہے ہیں ورنہ خارجیوں کی اس کتاب اور اس جیسی دیگر بیسیوں کتابوں میں مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایسی ایسی شرمناک گستاخیاں کی گئی ہیں کہ ابلیس و ابوجہل کی رُو میں بھی شرمناک ہو گئی۔

مندرجہ بالا تحریریں کہاں تک درست ہیں اس کا فیصلہ تو وہ مسلمان بھی کر سکتا ہے جس کے دل میں ایمان کی معمولی سی رُمق اور اسلام کے ساتھ ذرہ برابر بھی وابستگی باقی ہے، چہ جائیکہ وہ علماء اعلام ان تحریروں کو دیکھ کر مہر بلب ہو جائیں جو بزعم خویش اسلامی اقدار کے محافظ بھی ہیں اور خادمانِ شریعت بھی، مگر ہماری بد قسمتی ہے کہ یہ لوگ سب کچھ جانتے ہوئے بھی محض اور محض خاموش تماشا شائی بنے ہوئے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ سکوت کب ٹوٹے گا۔

سابقہ تجربات و مشاہدات کی بناء پر اس مقام پر اربابِ اقتدار کو اس امر کی طرف متوجہ کرنا اگرچہ ایک بے سود سی کوشش معلوم ہوتی ہے تاہم اس خیال کے پیش نظر کہ شاید کوئی خدا کا بندہ ان میں ایسا بھی ہو جس کے

ذہن میں یہ بات پوری طرح گھر کر لے کہ جس طرح جیب تراشوں، چوروں اور لوگوں کے مال پر ڈاکہ زنی کرنے والوں کے لئے تعزیرات و حدود قائم کر رکھی ہیں اسی طرح اُن لوگوں کے لئے بھی قانون بنانا ضروری ہے جو لوگوں کے ایمانوں پہ ڈاکے ڈالتے پھرتے ہیں۔

اور جس طرح عوام الناس کی عزت نفس کے تحفظ کے لئے قانون بنا رکھے ہیں اُسی طرح ناموس رسالت، عظمت اہل بیت، اور عزت صحابہ پر حملہ آور ہونے والوں کا بھی سختی سے محاسبہ کیا جائے۔

اگرچہ یہ تجاوز ہم محض ایک موہوم سی اُمید کا سہارا لیتے ہوئے ارباب بست و کشاد کے سامنے پیش کر رہے ہیں تاہم، ہم یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس قسم کے قوانین بنانے اور بنا کر نافذ کرنے کے معاملہ میں سابقہ حکومتوں کی طرح سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا گیا تو پھر وطن عزیز کے اسلامی تقدس کو کسی بھی صورت میں نہیں بچایا جاسکے گا اور وہ مقدس سرزمین جو پہلے ہی لاکھوں قربانیوں کے بعد حاصل کی گئی ہے محض چند شیطان صفت درندوں کی وجہ سے دوبارہ اپنوں ہی کے خون سے لالہ زار بن جائے گی۔

تاجدارِ انبیاء حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس خاندان کی بے حرمتی اور توہین کرنا معمولی سی بات نہیں جسے نظر انداز کیا جاسکے بلکہ یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے جس کی سزا بھگتنے کے لئے توہین کرنے

والوں اور اس توہین کو برداشت کرنے والوں دونوں کو بہر صورت تیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ جب بھی خدا کے مقدس رسول اور اُن کی آلِ اطہار کے خلاف کسی شیطانی قوت نے کوئی محاذ قائم کیا اور اہل اسلام کی غیرت مر گئی تو غیرتِ الہیہ نے خود ہی جوش میں آ کر نہ صرف اُس محاذ کو ملیا میٹ کر دیا بلکہ اپنے قہر و غضب کی بجلیوں کو بد معاش و بے غیرت ہر دو قسم کے لوگوں پر مسلط فرما دیا۔

یہ سنتِ الہیہ ہے اسے تبدیل کیا ہی نہیں جاسکتا، خداوند قدّوس جلّ و علا حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت فرماتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہر اُس چیز کو بھی اتنی ہی شدت سے پسند کرتا ہے جتنی شدت سے اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس سے پیار ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی غیرت کبھی یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ کوئی بد طینت اُس سے نفرت کرنے کے بعد اُس کی گرفت سے بچ رہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

قرآن و حدیث کی سینکڑوں نصوص اس امر پر شاہدِ عدل ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اقرباء سے اپنی مخصوص محبت کا مخصوص انداز اور متعدد طریقوں سے جگہ جگہ اظہار فرما رکھا ہے اور یہ اُس کا اٹل قانون ہے وہ ہر ایسی قوت کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے جو اُس کی محبت کا منہ چڑاتی ہوئی نظر آئے۔

کیا ہمارے قارئین اس بات پر غور کرنے کی زحمت گوارا کریں گے کہ ملائکہ کے اُستاد کو شیطانِ رجیم بنا کر اُس کے گلے میں لعنت کا طوق کیوں ڈالا گیا ؟

نمرود و شداد اور فرعون و ہامان کو اتنی بڑی بڑی سلطنتیں عطا کرنے کے بعد کتوں کی موت کیوں مارا گیا۔

آپ غور کریں یا نہ کریں مگر یہ مُسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن لوگوں کو یہ ہولناک سزائیں اس لئے دی تھیں کہ اُنہوں نے اُس کی اپنے پیغمبروں کے ساتھ محبت کا مذاق اڑایا تھا۔

ہم ارضِ پاکستان میں بسنے والے اہل اسلام کو انتباہ کرتے ہیں کہ غیرتِ الہیہ کو آواز نہ دیجئے اور یہ مت سوچئے کہ آپ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں کہتے جسے اُس کے محبوبوں کی شان میں گستاخی پر محمول کیا جائے اس لئے ہم اُس کی گرفت میں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اس قسم کی سوچ آپ کو قطعی طور پر غلط راستوں پر لیجانے کا موجب قرار پائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہفتہ کے روز مچھلیاں پکڑنے سے منع فرمایا تو اُس وقت تین گروہ ہو گئے تھے۔

اول: ہم ہفتے کی بجائے اتوار کو مچھلیاں پکڑیں گے مگر ہفتہ کے روز انہیں چھوٹے چھوٹے گڑھوں کی طرف کھینچ لایا کریں گے کیونکہ اتوار

کے روز شکار کم نکلتا ہے۔

دوم: ہم خود تو مچھلیوں کے شکار کے لئے ہفتہ کے روز انہیں چھوٹے گڑھوں میں تبدیل نہیں کریں گے مگر ان لوگوں کو منع بھی نہیں کریں گے جو اس مکروہ بدعت کو جائز سمجھتے ہیں۔

سوم: ہم نہ تو ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑتے ہیں اور نہ ہی انہیں چھوٹے گڑھوں میں تبدیل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور نہ ہی ان لوگوں کو منع کرنے سے باز رہ سکتے ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکام کو بلا چون و چرا تسلیم کرنے کی بجائے عقلی تاویلات کا سہارا لیتے ہیں۔

قرآن مجید میں اس واقعہ کی تفصیل ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ دنیوی طور پر منقولہ بالائینوں گروہوں کو ہی خدا کے قہر و غضب کا نشانہ بننا پڑا، البتہ تیسرا گروہ جس نے پہلی قسم کے لوگوں کی مذمت کی تھی قیامت کے دن سُرخ روئی حاصل کرنے والوں میں ہوگا اور باغ نعیم میں جائے گا، جب کہ دوسرے گروہ کا حشر پہلے گروہ والوں کے ساتھ ہوگا اور وہ لوگ ان کے ساتھ اس لئے جہنم میں جائیں گے کہ انہوں نے قوت گویائی رکھتے ہوئے بھی بُرے کاموں کی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

موجودہ دور میں علماء سوء نے نہایت شاطرانہ انداز سے ایک ایسی واہیات تحریک بھی چلا رکھی ہے جس کا مقصد ہی محض یہ ہے کہ اہل اسلام سے

غیرتِ ایمانی اور حمیتِ ملی چھین کر انہیں قطعی طور پر بے دست و پا کر دیا جائے۔

اس تحریک کے محرکات میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت تو صیہونی شیطنت کو ہی حاصل ہے تاہم اُسے جاری اسلام کے نام پر ہی کیا گیا ہے اور جاری کرنے والے باقاعدہ متشرع بھی نظر آتے ہیں۔

اس ابلیسی تحریک کے مضمرات کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو اس کی واضح ترین جھلکیاں حسن بن صباح کی شیطانی تحریک کے عکس کی صورت میں ظاہر ہو جاتی ہیں، اب یہی تحریک یہودی ایجنٹوں کی صورت میں پھیلے ہوئے پیٹ پرست ملاؤں کے ہاتھ میں ہے۔

اس تحریک کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ کسی کو بھی برا نہ کہو اپنے آپ سے سب کو اچھا سمجھو، ایسے عالموں کی صحبت میں مت بیٹھو جو محض پیٹ کی خاطر فرقہ بازی کی باتیں کرتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ! ” اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔“

اسلام ایک ہے..... قرآن ایک ہے..... خدا ایک ہے، یہ فرقے سب روٹی کے لئے بنائے گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے پیش کردہ تصورات کا فوری طور پر جو ردِ عمل سادہ لوح سامعین پر ہوتا ہے وہی اس تحریک کے مزید آگے بڑھنے اور پھولنے پھلنے کا ذریعہ بنتا ہے کیونکہ یہ جملے بظاہر انتہائی پرکشش بھی ہیں اور قرین قیاس بھی۔

مگر ان کے پس پردہ جو خوفناک اور ہولناک نتائج چھپے ہوئے ہیں وہ کسی بھی زندہ قوم بالخصوص مسلمانوں کے تصور حیات کو زندہ درگور کر دینے کے لئے بہر صورت کافی ہیں۔

ہم معزز قارئین کو اس مقام پر دعوت غور و فکر دیتے ہوئے چند ایسے ناقابل تردید شواہد پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں آپ پر مذکورہ بالا تصور پیش کرنے والوں کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

غور فرمائیے ! ایک طرف تو ان لوگوں کا دعویٰ اور دوسروں کو یہ درس ہے کہ کسی کو بھی مت برا کہو، ہم سے سب اچھے ہیں اور دوسری طرف ملحقہ جملہ یہ ہوتا ہے کہ فرقہ باز مولویوں سے بچو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کی باتیں نہ سنو یہ تمہارا ایمان خراب کر دیں گے۔

خوب غور کیجئے کہ اگر یہ لوگ اپنے پہلے دعوے میں سچے ہیں تو ان علماء کو کیوں اپنے آپ سے اچھے نہیں سمجھتے جو کسی دوسرے فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ کہتے ہیں کہ ! فرقہ بازی اچھی چیز نہیں، اللہ کا حکم ہے کہ سب اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی کو پکڑ لو، مگر ساتھ ہی یہ آرڈر کر رہے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس مت جاؤ جو ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں۔

یہ بظاہر مصلحین اور باطن مبطلین لوگ دوسروں کو تو فرقہ پرستی کا طعنہ دیتے ہیں مگر خود ایک ایسے فرقہ کو جنم دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں جو

حشیش زدہ قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر اسلام میں اختلافی مسائل پر گفتگو کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اور ایسی گفتگو کرنے والے لوگ قرآن مجید کی اس آیت کی مخالفت کرتے ہیں جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو اکٹھے ہو کر پکڑ لو اور گروہ گروہ نہ ہو جاؤ تو ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا بنے گا جن کے دینی مسائل میں باہم سینکڑوں اختلافات ارشادِ مبارک میں بھرے پڑے ہیں۔

صحابہ کرام کے ان اجتہادات کا کیا نام رکھا جائے گا جو انہوں نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق قطعی طور پر مبنی برحق و صداقت سمجھتے ہوئے کئے حالانکہ ان میں سے ایک صحابی کا اجتہاد دوسرے مجتہد صحابی کے برعکس ہے۔ علاوہ ازیں تابعین کرام کے اُس عظیم گروہ پر کونسا فتویٰ چسپاں ہوگا جو ایک طرف تو خیر القرونِ قرنی کے مقدس دور کی یادگار ہیں اور دوسری طرف وہ دینی مسائل کے معاملہ میں آپس میں ہزاروں اختلافات رکھتے ہیں۔

کیا یہ نام نہاد مصلحین اور اتحادِ بین المسلمین کے ٹھیکیدار عوام الناس کو یہ بتانے کی جرأت کر سکیں گے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان علیہم اجمعین بھی دینی مسائل میں اختلاف رکھنے کی وجہ سے معاذ اللہ شریکِ پندار نہ ہوں؟

ہم تو ان لوگوں کی اس چالاکی پر حیرت زدہ ہو کر رہ جاتے ہیں کہ دوسروں کو فرقہ پرستی کا طعنہ بھی دیتے جاتے ہیں اور خود ایک نئے فرقہ کو جنم دینے کا فریضہ بھی سرانجام دیتے جا رہے ہیں اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جن چند کتب احادیث و سیرو تفسیر و توارخ کے صحیح تر ہونے کے دعویدار ہیں اُن میں سے بھی اپنے مطلب کی روایات لینے پر اکتفاء کرتے ہیں اور پھر ان روایات کے بھی محض وہ حصے لائق اعتناء سمجھے جاتے ہیں جن سے پورے طور پر مقصد براری ہوتی ہو خواہ اُن کے ترجمہ میں گھپلا بازی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔

بہر کیف! یہ انتہائی شریر ترین لوگ ہیں جو بظاہر تو اہل اسلام کو درس یک جہتی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن باطن اسلام کی شہ رگ کاٹنے پر تلے ہوئے ہیں۔

قارئین! غور فرمائیں کہ کیا سلف صالحین کا وہ عظیم گروہ جس کی سعی پیہم اور مسلسل جدوجہد کے طفیل آج بھی اسلام اپنی اصلی صورت میں زندہ نظر آ رہا ہے۔ شر پسند لوگوں پر مشتمل قرار دیا جاسکتا ہے یا اُن کو شر پسند کہنے والے لوگ شریر المخلوق ہیں؟

اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان لوگوں کی چالاکی اور شونہی حیرت انگیز حد تک پُرکشش ہوتی ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر تجب خیز اور حیرت انگیز اُن لوگوں کی حماقت مآبی ہے جو دنیوی شعبہ ہائے زندگی میں تو

اپنے اپنے مقام پر نہایت تیز طرار اور چالاک و ہوشیار ہوتے ہیں مگر دینی معاملات و مسائل کو سمجھتے وقت یوں ہتھیار ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں کہ جیسے اُن جیسا بزدل اور سہیل پسند مادرِ گیتی نے کوئی دوسرا شخص پیدا ہی نہ کیا ہو۔

ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ اس امر کو بھی دین ہی کا کوئی جزو خاص سمجھتے ہوں کہ ممتاز عہد فیہ مسائل میں گفتگو کرنے سے ضیاع ایمان کا خطرہ ہے لہذا اسے یکسر نظر انداز کرتے ہوئے ایسا راستہ اپنانا چاہئے جس میں اس قسم کے جھگڑے نہ ہوں۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ایسا کوئی راستہ آج تک دریافت بھی ہو سکا جس کا تصور تم لوگ پیش کر رہے ہو ؟

کیا جن لوگوں کی رہنمائی میں تم کسی ایسے راستے کی تلاش میں چلنے کا ارادہ کر رہے ہو اُن میں سے کسی ایک نے بھی اس راستے کے جمالِ جہاں آرا کی کوئی جھلک دیکھی ہے ؟

ہم ایسے لوگوں کو انتباہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر تم کوئی ایسی پگڈنڈی بنانے میں کامیاب ہو بھی گئے تو یہ دین میں ایک نئی بدعت ہوگی جو یقیناً جہنم کے کنارے پر پہنچ کر ہی ختم ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید نے تو واضح طور پر اُس راستے کی نشاندہی فرما رکھی ہے جس پر چلنے سے ہی دُنیوی اور اُخروی نعمتوں کا حصول ہو سکتا ہے۔

غور کرو! اگر تم عصر حاضر کے حشیش زدہ ملاؤں کے کٹولہ میں ہونے کے ساتھ ساتھ نمازی بھی ہو تو تم پانچ نمازوں میں اٹھاسی بار اللہ تعالیٰ

سے یہ سوال کرتے ہو کہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا اور سیدھا راستہ بھی تم وہی طلب کرتے ہو جس کے سیدھا ہونے پر خود خالق کائنات نے اپنی گواہی ڈال رکھی ہے۔ اور صِرَاطُ الْمُسْتَقِيمِ کے بعد فرما رکھا ہے ”صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ یعنی اُن لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام فرمائے۔

جَدّت پسند اور تساہل کے مارے ہوئے شیشین غور فرمائیں کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے راستے پر چلنے کے لئے ہم خداوندِ قدّوس کے دربار میں اُس کے ارشاد کے مطابق سوال عرض کرتے ہیں۔

کیا یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگ اس قسم کا تاثر دیا کرتے تھے کہ متنازعہ مسائل پر گفتگو کرنے والے لوگ شر پسندانہ ذہنیت کے مالک ہیں اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے ہیں یا کہ انہوں نے ان مسائل کو سلجھانے کے لئے زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔

خوب غور کرو کہ! شاہی جلال و جبروت سے ٹکرا جانے والے یہ لوگ ”أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ کے زمرہ میں آتے ہیں یا ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ کے گروہ میں سے تھے؟

کیا ، امام اوزاعی ، امام اعظم ابو حنیفہ ، امام مالک ، امام احمد بن حنبل ، امام ابو یوسف ، امام محمد ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں اختلافی مسائل سمجھنے سمجھانے کے لئے وقف تھیں یا بقول

تمہارے ایسی گفتگو سے پرہیز ہی لازم ہے کہ قائل تھے ؟

پھر غور کرو کہ ! کیا یہ لوگ ” اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ “ کے زمرہ میں شامل ہیں یا نہیں اور اگر جواب اثبات میں ہے تو بتاؤ ان کے تصنیفی کارنامے شریپندانہ اذہان کی غمازی کرتے ہیں یا دین کے گلشن کو سنوارنے نکھارنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

یاد رکھو ! اگر ان لوگوں نے دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف نہ کر رکھی ہوتیں تو ان لوگ دینی مسائل کے معاملہ میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے پھرتے۔ حالانکہ اپنی بد قسمتی اور تباہی پسندی کی وجہ سے اب بھی تم لوگ ٹھوکریں ہی کھانے کے لئے اُدھار کھائے بیٹھے ہو۔ مگر دُنیا بھر میں کروڑوں اہل اسلام اُن کی عظیم ترین کاوشوں اور کوششوں سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

یقین رکھو ! کہ اگر تم لوگ اُن لوگوں کے راستے پر چلنے کی کوشش نہیں کرو گے جن کے راستے پر چلنے کی درخواست بارگاہِ ایزدی میں ہر روز اٹھاسی مرتبہ پیش کرتے ہو تو تمہیں کبھی صراطِ مستقیم پر چلنا نصیب نہیں ہوگا۔

اب جب کہ نصِ قرآنی کے مطابق صراطِ مستقیم خدا تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں کے راستے کا نام ہے اور یہ انعام یافتہ لوگ وہی سلف صالحین ہیں جنہوں نے اپنی پوری پوری زندگیاں تدوینِ کتبِ احادیث و تفاسیر میں صرف کرنے کے ساتھ بیشمار دینی مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف

بھی کیا اور اُن گمراہ فرقوں کے ساتھ مناظرے اور مجادلے بھی کئے جو خود کو اہل اسلام کے نام سے ہی پیش کرتے تھے۔

اندریں حالات اب دو باتوں میں سے ایک کو تسلیم کرنا پڑے گا،
 اول: یہ کہ علمائے مُتَقَدِّمِین جن میں مُفسِّرِین و مُحدِّثِین کی جماعت بھی ہے اور سیرت نگاروں کا گروہ بھی وہ لوگ نہیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق انعام یافتہ لوگوں میں شمار کیا جائے کیونکہ وہ دینی اُمور میں جدل و مناظرہ سے پہلو تہی نہیں کرتے تھے۔

دوم: یہ کہ وہ لوگ فی الواقع صراطِ مستقیم پر تھے اور خدا تعالیٰ کے انعام یافتہ تھے اور دین اسلام کے لئے اُن کی بے پناہ خدمات جو انہوں نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے سرانجام دیں ناقابلِ فراموش ہیں۔
 اگر تم پہلی بات کو درست تسلیم کرتے ہو تو پھر تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ ان کے برعکس وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے انعام یافتہ قرار دیتے ہوئے اُن کی راہ پر چلنے کی ترغیب کے طور پر تمہیں بار بار یہ استدعا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

سوم: یہ کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے میدانِ مناظرہ میں سرگرم عمل رہنا ہی فی الحقیقت صراطِ مُستقیم اور انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔ چنانچہ اس صورت میں بحیثیتِ مُسلمان تم پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ

دین اسلام میں اختراعات و بدعات کو شامل کرنے والوں کے خلاف زبان و قلم کو ہمیشہ حرکت میں رکھنے کا فریضہ جہاد سرانجام دیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ حق بات بیان کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں وہ فاسق و منافق بھی ہیں اور کافر بھی۔

بانی اسلام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ایک آیت جانتے ہو تو اُسے دوسروں تک پہنچا دو۔

دین اسلام میں جنم لینے والے سبائی اور خارجی گروہ ابتدائے اسلام میں ہی عملی زندگی اختیار کر چکے تھے۔ اگرچہ یہ دونوں گروہ خود کو مسلمانوں میں ہی شمار کرتے تھے مگر کیا اُن کے عقائدِ باطلہ کی تردید اُس دور کے علمائے اعلام نے فرمائی ہے یا نہیں؟

کیا ان لوگوں کے ساتھ صحابہ کرام اور اُن کی اولاد نے مناظرے کئے ہیں یا نہیں؟

کیا اُن کی اختراعات کا بطلان کرنے کے لئے انفرادی اور اجتماعی طور پر دینی محاذ قائم ہوئے تھے یا نہیں؟

یہ جملہ کہ ”کسی کو بھی بُرا نہ کہو“ قرآن و حدیث کے معیار پر پورا اُترتا ہے یا نہیں؟

غور کر کے بتاؤ کہ ! اگر یہ جملہ درست ہے تو سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کس جرم میں مظالم توڑے گئے۔ امام نسائی رحمۃ

اللہ علیہ کو کس لئے کوڑے برسا کر شہید کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اوائل اسلام سے لے کر آج تک جب بھی علمائے سوء نے خدا کے پسندیدہ دین، دین اسلام کے تقدس کو مجروح کرنے کی کوشش کی تو علمائے حق پورے وقار اور تندہی کے ساتھ ان کے خلاف صف آرا ہو گئے اور بالآخر یا تو وہ بدعتی ٹولہ ان صداقت آفرین چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا یا پھر انتہائی ذلت و خواری اٹھانے کے بعد پس پردہ چلا گیا۔

بہر کیف ! حق و باطل میں امتیاز کرنے کا نام ہی اسلام کی حقیقی روح ہے اور اگر کوئی سر بھرا اس کے برعکس اس امتیاز کو بنظر حقارت دیکھتا ہے یا اسے اسلامی اقدار کے منافی سمجھتا ہے تو اسے یقین کر لینا چاہئے کہ وہ ہرگز ہرگز مومن اور مسلمان نہیں بلکہ کھلا ہوا منافق اور عبد اللہ بن ابی بن سلول کا چیلہ ہے۔

اور اگر اسے ہمارے اس تجزیہ سے اتفاق نہ ہو اور وہ اپنے موقف کو بزعم خویش درست متصور کرنے پر تہل چکا ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے اس داعیہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے شیطان لعین کی قصیدہ خوانی شروع کر دے نمرود و شداد کو خراج عقیدت پیش کرے۔ نرغون و ہامان کی متعینیں بیان کرے، ابولہب اور ابوجہل کی تعریفیں بیان کرے حتیٰ کہ جس قدر بھی مخالفین خدا اور معاندین مصطفیٰ اب تک ہو چکے ہیں سب کے ساتھ رشتہء

محبت و موالات اُستوار کرے کیونکہ اُس کے اس دعویٰ کی صداقت صرف اسی صورت میں ہی تسلیم کی جاسکتی ہے۔ بصورتِ دیگر صاف طور پر جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ منقولہ بالا دُعاویٰ پیش کرنے والا شخص محض ضرورت کے تحت ایک ایسی غلط بات منوانے کی کوشش میں مصروف ہے جو اُس کے کذب و افتراءِ صریح پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ شخص کاذب بھی ہے اور منافق بھی، دشمنِ اسلام بھی ہے اور دشمنِ ایمان بھی۔

ایسے شخص کا ایمان نہ قرآن پر ہے اور نہ ہی وہ فرامینِ مصطفیٰ کو کوئی اہمیت دیتا ہے بلکہ اس کے برعکس وہ مزید ایک ایسے نئے فرقے کی داغ بیل ڈالنا چاہتا ہے جس کا مقصد ہر حالِ اسلامی اقدار کو پامال کرنا ہے اور خدا اور رسول کے فرامینِ مقدسہ کی کھلم کھلا تکذیب کرنا ہے۔

قرآن مجید فرقانِ حمید میں اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم نے منافقین کی جو واضح ترین نشانی بتائی ہے وہ یہ ہے کہ اُن کے افعال و اعمال اُن کے اقوال کے برعکس ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، اور ان کے متعلق یہ وضاحت بھی فرما رکھی ہے کہ یہ لوگ کھلے ہوئے کفار سے کہیں زیادہ بدترین ہیں اور ان کی سزا بھی اُن سے کہیں بڑھ کر ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے منافقین کے لئے جو سزائیں مقرر کر رکھی ہیں اُن کی فہرست انتہائی طویل ہے ہم انشاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں اس کا کچھ حصہ ہدیہء عقارئین کریں گے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منافقین کی سزا گھلے کافروں سے شدید کیوں ہے ؟

اور اس سوال کا قطعی جواب یہ ہے کہ یہ شریر لوگ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی شہ رگ کاٹ دینے کی سعی و جہد میں مصروف رہتے ہیں اور یہ طریقہ واردات یقیناً ہولناک بھی ہے اور خطرناک بھی برخلاف اس کے کہ ننگا کافر جب بھی اہل اسلام کو دھوکا دینے کی کوشش کرے گا تو سادہ سے سادہ مسلمان بھی اُس کی باتوں کو اُس کی اسلام دشمنی کا شاخسانہ سمجھ کر اُس سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے گا جب کہ مسلمانوں کا بہروپ دھار کر سادہ لوح مسلمانوں کے علاوہ اُس پڑھے لکھے طبقہ کو بھی تباہی کے کنارے پہنچایا جا سکتا ہے جو دینی امور کو آسان سے آسان تر دیکھنے کا خواہش مند ہے۔

علاوہ ازیں ایسے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی آسانی سے یہ لوگ اپنے دام فریب میں پھانس لیتے ہیں جو مذہب عالم اور تہذیب جدید پر قیاس کرتے ہوئے اسلام کا مقام متعین کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

بہر کیف ! ” اتحاد بین المسلمین اور کسی کو برا نہ کہو “ جیسے

خوبصورت نعروں کے پس پردہ جن ابلیسی جذبوں کی تسکین کا سامان فراہم کیا جا رہا ہے اُس کا پیش منظر اس قدر تباہ کن ہے کہ اگر بروقت اس کا ازالہ نہ کیا گیا تو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بساط کا ایک ایک مہرہ پٹ کر رہ جائے گا اور یقیناً بازی انہیں فرنگی سازشیوں اور صیہونی شرپسندوں کے ہاتھ رہے گی جن

سے بچنے کے لئے قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل اسلام کو سینکڑوں بار انتباہ کر رکھا ہے۔

ہمارے سامنے ان ننگ زمانہ اور ابلیس فطرت لوگوں کی مطبوعہ کتب کا انبار لگا ہوا ہے جو صیہونی سازش کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف موضوعات پر احاطہ کئے ہوئے ہیں ان شیطانی تصانیف کا سطحی نظر سے بھی مطالعہ کیا جائے تو مُصنّفین کے گھناؤنے کردار اور مکروہ عزائم کی خبیث صورتیں ایک ایک کر کے سامنے آتی چلی جاتی ہیں، بشرطیکہ وقت مطالعہ ان اسلامی اقدار کو پس پشت نہ ڈال دیا جائے جن کا بنیادی تصور آج سے چودہ سو سال پہلے خالق کائنات کے سب سے عظیم پیغمبر اور تمام مخلوقات کے سب سے بڑے محسن حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت وضاحت کے ساتھ اور واشگاف طور پر کائناتِ عالم کے سامنے پیش کیا تھا۔

اور اگر کوئی شخص دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹک کر اور آپ کے فرامینِ عالیہ سے تمہی نظر ہو کر ان لوگوں کی تصانیف کا مطالعہ کرتا ہے تو اُس کا گمراہ ہو جانا اور صراطِ مستقیم سے بھٹک جانا اتنا مشکل بھی نہیں کیونکہ ان کتابوں کے لکھنے والے خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔

اُن کے نام بھی مسلمانوں جیسے ہیں وہ منافقینِ مدینہ کی طرح مسلمانوں کے ساتھ مساجد میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ بلکہ اس سے کچھ آگے بڑھ کر انہوں نے جگہ جگہ پر قادیانیوں کی طرح مسجدِ ضرار کی تعمیر کر رکھی

ہے، منافقین مدینہ نے مسجدِ ضرار بنائی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ اس میں ہرگز داخل نہ ہوں بلکہ اسے ملیا میٹ کر دیں۔

چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اُس مسجد کو نہ صرف مسمار ہی کر دیا بلکہ اُس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر نذرِ آتش بھی کر دیا۔

مگر ہماری بد قسمتی سے اب تو جگہ جگہ مسجدِ ضرار بن چکی ہے اور گروہ منافقین صراطِ مستقیم سے ہٹکے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح وہاں لے ہی جاتے ہیں اور پھر انہیں وہی درسِ منافقت دینا شروع کر دیتے ہیں، یہ لوگ توحید کا جال ڈال کر پہلے شانِ رسالت پر برستے ہیں بعد ازاں شانِ اہلبیت و ولایت میں ہرزہ سرائی پر اتر آتے ہیں۔

اسے رسولِ ہاشمی کے فرامینِ مقدسہ سے ناواقفیت کا نام دے لیں یا براہِ راست خدا و رسول سے سرکشی موصوم کر لیں کہ ان لوگوں کے جال میں جکڑے جانے والے لوگ دُوروں کو بھی یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں کہ اگر جنت کے طلبگار ہو تو تمہیں ہمارے رہنماؤں کی اقتداء میں چلنا پڑے گا۔

جناب! اگر دین سیکھنا ہو تو ہمارے بزرگوں کو ملے، آپ اُن کی ایک بار زیارت کر لیں تو آپ کو صحابہ کرام کا دور یاد آ جائے گا۔

ہمارے بزرگ تو فرشتوں سے بھی زیادہ معصوم ہیں، ہر وقت دین کی باتیں کرتے ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جب کوئی شخص حُدودِ اسلامیہ کو پھلانگتا ہوا خود ہی دائرہ دین سے باہر آجاتا ہے تو وہ دین کی باتوں سے تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے اور یہ بھی سوچو کہ وہ کیسا دین ہوگا جو حُدودِ اسلام کو پامال کرنے کے بعد معرضِ وجود میں آیا ہوگا،

غور کریں کہ جن لوگوں کے سینے اُن بزرگوں کے بغض و عناد سے بھرے ہوئے جنہوں نے اشاعتِ دین کے لئے زندگیاں وقف کر رکھی تھیں اُن لوگوں کے دلوں میں دین اور دین کا در کہاں سے آئے گا۔

حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلیتِ عظام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اُن مساعیِ جمیلہ کو جو انہوں نے دین پھیلانے کے سلسلہ میں کیں، خراجِ عقیدت پیش کرنے کی بجائے نفرت و حقارت کی نگاہوں سے دیکھنے والا دین دار کس طرح ہو سکتا ہے۔

خوب غور کریں! کہ جس شخص کو عندہ علم الکتاب کا اعزاز رکھنے والے بِسَابِ مَدِينَةِ الْعِلْمِ کے دامن میں رموز و اسرارِ قرآنیہ اور علمِ دین کا کوئی کرشمہ نظر نہ آتا ہو وہ تمہیں رموزِ اسرارِ قرآنیہ سے کہاں تک مستفیض کرے گا۔

اہلیتِ رسولِ ہاشمی کا دامن جھٹک کر دین کی باتیں کرنا دینِ اسلام

کی توہین ہے ایسی باتیں دین اسلام کی نہیں بلکہ کسی اور دین کی باتیں ہیں دین سکھانے والوں سے وحشیانہ نفرت کرنے والے دین دار کیسے ہو سکتے ہیں اس لئے کہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہلیت سے محبت و موڈت رکھنے کا حکم دیا ہے اور اس محبت کہ ساتھ ہی ایمان کو مشروط کیا ہے، اس کے برعکس بغضِ اہلیت کو کفر، نفاق اور بے دینی سے موسوم کیا ہے انہی الفاظ کے ساتھ اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے مسلمانوں کو خوارج و نو اصحاب کے شر سے محفوظ رکھے۔
آمین بجاہِ رَحْمَتِ لِلْعَالَمِینِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔ نیاز آگین
صائمِ مہنتی

کَلْب

لَا تُكَلِّبُ الْعَيْنَ عَلَى الْبَيْتِ

الْحَمْدُ

پہریدار

تاجدارِ اولیاء و اصفیاء، امامِ المتَّقین، امیر المؤمنین سیدنا و مرشدنا
 جناب حیدر کرار علی علیہ السلام کے ارشادِ عالیہ ”جو چاہو مجھ سے پوچھ لو“
 کے ضمن میں مشکل کشا جلد اول کی آخری سطور میں بتایا گیا تھا کہ ”اس قسم کا
 اعلان وہی کر سکتا ہے جو بابِ مدینۃ العلم بھی ہو اور مدینۃ العلم کا پہریدار بھی“
 قارئین حیران ہونگے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اگر خود ہی
 علم کے شہر کا دروازہ ہیں تو پھر آپ کو علم کے شہر کے دروازے کا پہریدار کس
 طرح کہا جاسکتا ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ دروازہ خود ہی اپنا پہریدار بھی ہو۔
 چونکہ ہمارا مضمون ”قرآن اور علی“ ہے اس لئے اس تعجب خیز اور
 حیرت انگیز جملے کا پس منظر بیان کرنے پر اکتفا کریں گے اور علی پہریدار
 مصطفیٰ کی تفصیل آئندہ کسی مقام پر پیش کی جائے گی مذکورہ جملے کا پس منظر
 یہ ہے کہ

مسجد نبوی شریف زاد اللہ شرفہا و تعظیماً و تکریماً کا وہ متبرک حصہ جس کے متعلق حضور سرور کائنات فخر موجودات، سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”بَيْنَ مَنبَرِي وَبَيْتِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ“ فرمایا ہے۔

وہ مبارک جگہ آج بھی حضور سرور کائنات کے اس ارشاد کے مطابق جنت کی کیاریوں کے نام سے موسوم ہے ان جنت کی کیاریوں میں چند ایسے بھی ستون ہیں جو مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے منسوب ہیں کیونکہ ان ستونوں کے ساتھ ان حضرات کا کوئی نہ کوئی خاص واقعہ وابستہ ہے۔

انہیں ستونوں میں پانچواں ستون شانِ پنجتن سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کے اسمِ عظیم اور ذاتِ کریم سے منسوب ہے۔

یہ پانچواں ستون تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیت الشرف کے مقدس دروازہ کے عین سامنے ہے اور ستون کی یہ جگہ جنابِ علی علیہ السلام نے عبادت کے لئے مخصوص کر رکھی تھی اس مقام پر آپ رات کے وقت نوافل بھی ادا فرماتے رہتے اور محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازہ کی نگہبانی کا فریضہ بھی انجام دیتے رہتے۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ اس واقعہ کو ہم تفصیلاً آئندہ اوراق میں پیش کریں گے لہذا قرآن اور علی کہ متعلق چند حقائق مزید ملاحظہ فرمائیں

شہرِ علم کا دروازہ

قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جلد اول کا اختتام دروازہ مصطفیٰ کے پہریدار اور دروازہ شہرِ علم کے جملہ سے کیا گیا تھا دروازے کے پہریدار کے متعلق مختصر عرض کرنے کے بعد اب نہایت شرح و بسط کے ساتھ باب مدینۃ العلم یعنی شہرِ علم کے دروازہ کے متعلق نہایت ہی دلچسپ اور کارآمد حقائق ملاحظہ فرمائیں۔

چونکہ یہ مضمون ”قرآن اور علی“ کے باب سے براہِ راست وابستہ ہے لہذا اس کی تفصیل بیان کرنے میں کسی بھی قسم کا گریز نہیں کیا جائے گا۔ سرکارِ دو عالم تاجدارِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ! ”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے“ اور شہر میں کوئی بھی شخص داخل نہیں ہو سکے گا جب تک کہ وہ دروازہ میں داخل نہیں ہوگا۔

دوراستے

تاجدارِ انبیاء، سرکارِ مدینہ، شہنشاہِ ارض و سماوات، مالکِ ملکِ خدا، خلیفہ ربِّ کبریا، رحمۃ اللعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذکور بالا ارشاد جناب حیدر کرار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی قرآن اور اُسکے ماسوا کے تمام تر علوم سے شناسائی کی واضح

برہان اور قطعی دلیل ہے۔

اس مختصر مگر علوم کونین پر محیط جملہ کے پس منظر میں چھپے ہوئے مطالب و معانی پر غور کیا تو کچھ لوگ ٹپٹا کر رہ گئے چنانچہ علامہ ابن جوزی نے اپنی شدت طبع سے مجبور ہو کر اس حدیث کو ہی موضوعات کی نذر کر دیا۔

ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع قرار دینے میں اگرچہ شدید ٹھوکر کھائی ہے مگر اُن کا طریق محدثانہ ہے جبکہ ابن تیمیہ نے ابن جوزی کو بھی پیچھے دھکیلتے ہوئے اس حدیث کے عواقب و نتائج معتزلہ کی طرح اپنی عقل کے مطابق مرتب کئے ہیں جن کی تفصیل آئندہ اوراق میں آرہی ہے۔

اگرچہ ابن جوزی کی محدثانہ طریق پر اور ابن تیمیہ کی روایت و درایت کی صورت میں سابقہ ادوار میں ہی گرفت ہو چکی ہے اور ماہرین رجال علمائے محدثین نے اُن دونوں کا پورا پورا تعاقب کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ حدیث ”اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلَيَّ بَابُهَا“ حسن حدیث ہے بلکہ بعض کے مطابق صحیح کے درجہ کو پہنچی ہے مگر بایں ہمہ اس دور کے خوارج ابن جوزی اور ابن تیمیہ کے تعاقب میں کی جانے والی محدثین کرام کی وسیع تر تحقیق سے آنکھیں پڑا کر پھر اُسی راگنی کا الاپ کر رہے ہیں جسے مُسترد کیا جا چکا ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ اُس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں جسے حسن اور صحیح کہا گیا ہے اور اُس روایت کو درست قرار دیتے ہیں جس میں یہ جملہ

زبردستی ٹھوس دیا گیا ہے کہ ”أَبُو بَكْرٍ أَسَا سَهَا وَعَمَرُ حِطَانَهَا وَ
عُثْمَانُ سَقْفُهَا“ حالانکہ ناقدین رجال محدثین کرام اس الحاقی جملہ کو ضعیف
بلکہ موضوع قرار دیتے ہوئے صرف ”أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَى بَابِهَا“
کو ہی درست تسلیم کرتے ہیں۔

عصر حاضر کے خارجیوں کے باوا آدم محمود عباسی کے شاگرد خاص محمد
سلیمان نے تذکرہ سادات بنو امیہؓ اس تصنیف اور اس کا تعارف محمود
عباسی نے ہی لکھا ہے کہ میں جہاں دیگر متعدد گلفشائیاں کرتے ہوئے
مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں آنے
والی روایات پر ناجائز اور غلط قسم کی جرح کی ہے وہاں یہ گل بھی کھلایا ہے کہ:
أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَى بَابِهَا، حدیث طعن سے پُر ہے۔

آئیے! سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ بلحاظ روایت اس حدیث کا
کیا مقام ہے اگر روایت ہی کمزور ثابت ہو گئی تو لمبی چوڑی بحث کے
دروازے کھولنے سے کیا فائدہ اس حدیث کے متعلق بخاری نے کہا ہے کہ یہ
منکر ہے اور اس کی نقل کا کوئی طریقہ بھی صحیح نہیں۔

ابن جوزی نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ روایت جتنے طریقوں سے بھی
مروی ہے سب کی سب موضوع ہے۔

شیخ محی الدین نووی، حافظ شمس الدین ذہبی اور شیخ شمس الدین
جزری نے بھی اس کو موضوع قرار دیا ہے۔

صرف ترمذی نے اس حدیث کو لیا ہے اس میں بھی ”انامیۃ العلم“

کی بجائے یہ الفاظ ہیں

”انا دار الحکمت و علی با بها“

”میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔“

امام ترمذی اس کو نقل کرنے کے بعد تبصرہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث

غریب اور منکر ہے اب جس حدیث کا سند کے لحاظ سے یہ مقام ہو، اس پر اتنا

بڑا فیصلہ کر دینا کہ رسول کو پانے کے لئے پہلے علی کا حاصل کر لینا ناگزیر ہے

کہاں تک درست ہو سکتا ہے گویا دین کے احکام صرف حضرت علی سے

حاصل کئے جائیں اور دوسرے صحابہ کو حصول علم کا ذریعہ ہی نہ بنیں۔

یہ فیصلہ اگر کوئی کرتا ہے تو اس کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس کو علم کے اس

بہت بڑے حصہ سے محروم ہونا پڑیگا جو دوسرے صحابہ کے ذریعہ سے منقول ہوا

ہے۔

مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت کے متعلق

فرمایا کہ صحابہؓ میں علم میراث کے وہ سب سے بڑے ماہر ہیں،

حضرت معاذ بن جبل کے متعلق فرمایا ! حلال و حرام کو وہ سب سے

زیادہ جانتے تھے۔

حضرت ابی بن کعبؓ کے متعلق فرمایا ! قرآن کے سب سے

بڑے قاری وہ ہیں۔

حدیث نکراتی ہے

اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بکثرت ارشادات اور عمل کو سامنے رکھا جائے تو یہ حدیث کس طرح نکراتی ہے، مثلاً حضور نے بہت سے صحابہ کو اپنی حیات طیبہ میں مختلف ممالک اسلامیہ میں عامل مقرر کیا، تحصیل صدقات کے منصب پر مامور فرمایا، نماز پڑھانے کی خدمت سپرد کی، مہمات پر بھیجا یہ ایسے تاریخی حقائق ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا تو کیا یہ سب خدمات علم دین کے بغیر ہی انجام دی جاتی تھیں یا یہ کہ سارے صحابہ حضور کے نہیں بلکہ حضرت علیؓ کے شاگرد تھے۔

سب دروازے تھے

اگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں تو پھر صحیح بات یہی ہے کہ ان صحابہ نے مدینہ العلم یا دار الحکمت سے براہ راست علم و حکمت کی تعلیم حاصل کی تھی اور یہ سب حضرت علیؓ کی طرح شہر علم اور حکمت کے دروازے تھے۔

اب غور فرمائیے کہ حدیث اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ اگر صحیح ہے تو آخر ان احادیث کے متعلق کیا کہا جائے گا جو دوسرے صحابہؓ کے متعلق معتبر سندوں سے وارد ہوئی ہیں اور اسے کیسے سمجھ لیا جائے کہ علی مدینہ العلم کے واحد باب ہیں اور جس کو شہر میں داخل ہونا ہے وہ صرف اسی ایک دروازہ سے داخل ہو سکتا ہے۔

بنیاد اور چھت ضروری ہے

زیادہ سے زیادہ اگر تسلیم کیا جاسکتا ہے تو یہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اس شہر کے دو دروازوں میں سے ایک دروازہ علی ہیں اس کے برخلاف دیلمی نے کتاب فردوس میں اسے ان الفاظ میں لکھا ہے۔

میں علم کا شہر ہوں ابو بکر اس کی بنیاد ہیں عمر اس کی دیواریں ہیں عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

اب بتائیے کیا بغیر بنیاد دیواریں اور چھت کے دروازہ ممکن ہے کھلی ہوئی بات ہے کہ گھر کا تصور اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ یہ چاروں اجزاء مرکب ہوں ان میں سے کسی ایک کو علیحدہ کر دیجئے نہ گھر کا تصور ہو سکتا ہے اور نہ دروازہ کی اہمیت۔

﴿تذکرہ سادات بنو امیہ ص ۳۱۱ تا ۳۱۶﴾

چالاکی دیکھیں

اس میں شک نہیں کہ مندرجہ بالا روایت کتاب الفردوس دیلمی کے حوالے سے چند کتب میں موجود ہے مگر یہ امر بھی تمام تر شبہات سے بالاتر ہے کہ اس روایت میں دروازے کے علاوہ بیان کردہ اشیاء محدثین کے نزدیک درست نہیں، عنقریب ہم اس وضعی ٹکڑے پر محدثین کی جرح نقل

کرنے کے علاوہ عقلی طور پر ثابت کریں گے کہ یہ تصور نہایت فرسودہ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں شدید گستاخی کے مترادف ہے تاہم قارئین یہ بات بطور خاص ذہن نشین کر لیں کہ خارجی نے پہلے تو حدیث پاک ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ کو قطعی طور پر موضوع قرار دیا ہے اور ترمذی شریف میں آنے والی اُس حدیث کو منکر و غیرہ تسلیم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں ”انا دار الحکمت و علی بابہا“ یعنی ”میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں“ جبکہ پہلی حدیث کا ترجمہ ہے۔ ”میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں۔“

طرفہ تماشہ

حقیقت یہ ہے کہ اس دور سے بڑھ کر کسی بھی دور میں قلم و قرطاس کی بے حرمتی کی مثال چودہ سو سالہ تاریخ اسلام میں کہیں نہیں ملتی اگرچہ اس سے پہلے بھی بعض لوگوں نے اپنی بعض کتب میں قلمی بددیانتیاں کی ہیں مگر موجودہ صورت حالات کہیں نظر نہیں آتی۔

قارئین یقیناً جان گئے ہوں گے کہ خارجی نے ہر دور روایات نقل کرنے کے بعد جس شوخی اور چالاکی کا مظاہرہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ قبول اُس حدیث کو کیا ہے جس میں علم کے شہر کی بنیاد، دیواریں، چھت اور دروازہ بیان کیا ہے اور نتیجہ اُس حدیث سے اخذ کیا ہے جس میں ہے کہ میں حکمت کا گھر

ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں گویا اپنا مطلب نکالنے کے لئے شہر کو گھر بنا لیا گیا ہے۔“

اس سے پہلے کہ ثقہ کتب کے حوالوں سے ہم خارجی کے اس دعوے کا ابطال کریں کہ ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ موضوع اور بناوٹی حدیث ہے، اُس سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث برے سے حدیث ہی نہیں اور بناوٹی روایت ہے تو تخم نے اُس حدیث کو ثقہ کسے مان لیا جس میں حضرت ابو بکر صدیق کو علم کے شہر کی اساس اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بالترتیب علم کے شہر کی دیواریں اور چھت کہا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت الامر میں محدثین کرام صرف اُسی حدیث کو درست تسلیم کرتے ہیں جس میں ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں اور اس کے برعکس اس حدیث میں شامل کئے گئے اُس نکلنے کو قطعی طور پر بناوٹی قرار دیتے ہیں جس میں علم کے شہر کی بنیاد وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

آئندہ اوراق میں ثقہ کتب کے حوالوں سے بتایا جائے گا کہ حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابہا میں اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی شراکت الحاقی ہے تاہم یہاں پر عصر حاضر کے خوارج کو قلم انداز کرتے ہوئے ہم اُن لوگوں کا تذکرہ کریں گے جنہوں نے سب سے پہلے اس حدیث کے درست حصہ کو بھی موضوع کہا جبکہ اس تذکرے میں یہ بتادینا بھی ضروری

ہے کہ اسے موضوع قرار دینے میں کون سے عوامل کار فرما تھے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں تاجدارِ اہل اُتّی، شہرِ یارِ سلطنتِ علم و عرفان، شیرِ یزدانِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لائحہ و لا احصی فضائل کی نشان دہی ہوتی ہے اس لئے بعض مُتشدّد دین کو یہ بات گوارا نہ ہو سکی، ہم نے بات یوں ہی نہیں کہہ دی بلکہ ہمارے سامنے ایسے حقائق و شواہد موجود ہیں جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں۔

بہر کیف ! کسی زمانے میں کچھ لوگوں نے اسے موضوع قرار دیا تھا مگر اُن کی تحقیق کو محدثین کرام نے پوری قوت کے ساتھ مُسترد کرتے ہوئے ثابت کر رکھا ہے کہ یہ حدیث ہرگز موضوع اور ضعیف وغیرہ نہیں بلکہ حسن اور صحیح ہے۔

چنانچہ اس تحقیقِ عظیم کے بعد ہر دور کے علماء حدیث اس حدیث کو بنظرِ استحسان دیکھتے رہے ہیں مگر مُطلق العنانی کے اس دور میں پھر باسی کڑھی کو اُبال آ رہا ہے لہذا مناسب معلوم ہے کہ اس حدیث پر ہونے والی فریقین کی مباحث کو تمام و کمال نقل کر دیا جائے خواہ طوالت کتنی ہی کیوں نہ ہو جائے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے علامہ ابن الجوزی کی وہ عبارات ہدیہ قارئین کی جائیں گی جو انہوں نے اس حدیث کو بناوٹی ثابت کرنے کے

ضمن میں نقل کیں۔ یاد رہے کہ علامہ ابن جوزی ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اس حدیث کو وضعی ثابت کرنے کی سعی نامشکور کی۔“
ملاحظہ ہو !

سب بناوٹی ہیں

یہ حدیث حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور حضرت علی سے پانچ طرق پر آتی ہے اور پانچ کے پانچ طریقوں سے ہی نادرست ہے۔

پہلے طریق میں محمد بن عمر الروبی راوی ہے۔ جس کے متعلق ابن حبان نے کہا کہ وہ جو کچھ ثقہ لوگوں سے بیان کرتا ہے اُس میں اُن کی کہی ہوئی کوئی چیز نہیں ہوتی اس حال میں اُس سے حُجّت پکڑنا جائز نہیں۔

دوسرے اور تیسرے طریق میں عبد الحمید بن بحر ہے ابن حبان نے کہا کہ وہ سارق الحدیث ہے اور جو کچھ ثقہ لوگوں سے بیان کرتا ہے اُس میں اُن کا کہا ہوا کچھ نہیں ہوتا اندریں حالات اُس سے احتجاج کرنا جائز نہیں۔

چوتھے طریق میں محمد بن قیس راوی ہے اور پانچویں طریق میں مجاہیل ہیں۔

علاوہ ازیں یہ بھی بیان کیا ہے کہ حدیث ہی کے بارے میں دارقُطنی نے کہا کہ اسے صنّاعی سے سوید بن غفلہ نے بغیر سند کے بیان کیا ہے اور یہ

حدیث مضطرب غیر ثابت ہے اور مسلمہ نے صنالجبی سے سماع نہیں کیا،
متن ملاحظہ فرمائیں !

قلت ! ثم فى الطريق الاول محمد بن الروبى قال
ابن حبان ! كان يأتى عن الثقات بما ليس من
احاديثهم لا يجوز احتجاج به بحال .

فى الطريق الثانى و الثالث عبد الحميد بن بحر
قال ابن حبان يسرق الحديث و يحدث عن الثقات
بما ليس من حديثهم لا يجوز الاحتجاج به بحال .
وفى الطريق الرابع محمد بن قيس وهو مجهول و
الخامس مجاهيل .

فقال الدارقطنى قد رواه سويد بن غفلة عن
الصنالجبى ليسنده و الحديث مضطرب غير
ثابت، وسلمه لم يسمع من الصنالجبى .

﴿الموضوعات لابن الجوزى جلد اول صفحہ ۳۵۳﴾

علامہ ابن جوزی کی موضوع کردہ روایات جو اوپر ذکر ہوئیں اُن

کے متون یہ ہیں۔“

حدیث اوّل، دوم، چہارم

”انا دار الحکمة وعلی بابها“

حدیث سوم

” انا مدینة الفقه وعلی بابها “

حدیث پنجم

” انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیأت الباب “

﴿الموضوعات لابن الجوزی جلد اول صفحہ ۳۵۱﴾

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیان کردہ ان احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موضوع قرار دینے کے بعد علامہ ابن الجوزی ان روایات کی تکذیب کرتے ہیں جو حدیث پاک انا مدینة العلم کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئیں۔

دس کے دس طریقے غلط ہیں

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت دس طریقوں سے مروی ہے مگر پہلے طریق میں جعفر بن محمد بغدادی راوی ہے اور اس میں سرقہ سے مُتَّہَم ہے۔“

دوسرے طریق میں جابر بن سلمہ ہے اور وہ حدیث میں چوری کرنے سے مُتَّہَم ہے تیسرے اور چوتھے طریق میں عثمان بن اسماعیل ہے یحییٰ بن معین نے کہا کہ وہ لاشے، کذاب، خبیث اور بُرا آدمی ہے دارقطنی نے کہا کہ متروک ہے۔

پانچویں طریق میں ابوصلت ہروی ہے جس کا جھوٹا ہونا پہلے بیان

ہوا اُس نے یہ حدیث ابو معاویہ کی سند پر وضع کی اور اُس سے ایک جماعت نے اسے چوری کیا۔

چھٹے طریق میں احمد بن سلمہ ہے، ابن عدی نے کہا کہ وہ ثقہ لوگوں سے جھوٹ ملا کر روایت کرتا ہے اور سارق الحدیث ہے۔

ساتویں طریق میں سعید بن عقبہ ہے ابن عدی نے کہا کہ وہ مجہول اور غیر ثقہ ہے۔

آٹھویں طریق میں ابو سعید عدوی ہے جو صریحاً جھوٹا اور وضاع ہے۔

نویں طریق میں اسماعیل بن محمد بن یوسف ہے جس کے متعلق ابن حبان نے کہا وہ حدیثیں پُرانا اور سندیں تبدیل کرتا ہے۔

دسویں طریق میں حسن بن عثمان ہے ابن عدی نے کہا کہ وہ حدیث وضع کرتا ہے۔

مثنیہ ہے !

واما حدیث ابن عباس فی الطريق الاول جعفر بن

محمد البغدادی و متهم بسرقة هذا الحديث.

وفی الطريق الثانی: جابر بن سلمة وقد تھوه

بسرقة ایضاً

وفی الطريق الثالث والرابع: عثمان بن اسماعیل

قال يحيى بن معين ليس بشئ كذاب ، خبيث
رجل سوء وقال الدرقي مترك.

وفى الطريق الخامس : ابو الصلت الهروى وقد
سبق انه كذب انه وهو الذى وضع هذا الحديث
على ابي معاوية وسرقه منه جماعة.

وفى الطريق السادس : احمد بن سلمة قال ابن
عدى يحدث عن الثقة بالبواطيل ويسرق
الاحاديث.

وفى طريق السابع : سيعد بن عقبة اقال ابن
عدى اهو مجهول غير ثقة .

وفى طريق الثامن : ابو سيعد العدوى الكذاب
صراحاً الوضاع.

وفى طريق التاسع : اسماعيل بن محمد بن
يوسف قال ! ابن حبان يسرق الاحاديث ويقلب
الا سانيد لا يجوز الاحتجاج به.

وفى طريق العاشر : الحسن بن عثمان اقال ابن
عدى كان يضع الحديث.

﴿الموضوعات لابن الجوزى جلد اول صفحه ٥٣ مطبوعه مصر﴾

سچ کیا ہے ؟

اگرچہ علامہ ابن جوزی نے پوری شدت کے ساتھ حدیث پاک انا مدینۃ العلم کو موضوع قرار دینے کی کوشش و جسارت کر ڈالی مگر محدثین کرام آج سے بہت پہلے اس کا جواب دے چکے ہیں۔

چنانچہ اس حدیث پاک پر اُن کی ناروا گرفت کا پورا پورا محاسبہ کتب احادیث میں موجود ہے جن کے حوالے آئندہ اوراق میں پیش ہو رہے ہیں یہاں ہم امام سیوطی علیہ الرحمۃ کی تحقیق پیش کرنے کا شرف حاصل کریں گے۔

چونکہ علامہ سیوطی نے دوسرے محدثین کرام کی تحقیق سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی تحقیق کو آگے بڑھایا ہے اور اس سلسلہ میں اُن کی پوری پوری عبارتیں نقل فرمائی ہیں اس لئے اُن کے مضمون کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

بہر کیف! طوالت کے باوجود یہ ایک نادر ترین تحقیق ہے اس لئے ہم نے اسے من و عن نقل کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کتب کے حوالے بھی درج کر دیئے ہیں جن سے انہوں نے عبارات اخذ کی ہیں تاکہ ان عبارتوں کو اصل کتابوں سے بھی دیکھا جاسکے۔

اعتراضات یہ ہیں

آپ فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے اس حدیث کے بارے میں کیا کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اس کی کوئی اصل نہیں اور دارقطنی کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ حدیث علی صناعی سے سوید بن غفلہ نے بغیر سند کے پیش کی ہے اور وہ مضطرب ہے اور سلمہ نے یہ حدیث صناعی اور رومی سے نہیں سنی لہذا اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں اور ایسے ہی عبد الحمید اور محمد بن قیس مجہول ہیں اور حسن کے طریق پر حضرت علی سے روایت کردہ حدیث میں مجاہل ہیں نیز جعفر اور بغدادی اس حدیث کے بارے میں چوری سے متہم ہیں۔

نیز عمر بن اسماعیل اور ابوصلت دونوں کذاب ہیں اور ابوصلت وہ شخص ہے جس نے ابی معاویہ کے نام پر حدیث وضع کی اور اس سے ایک جماعت نے چوری کی اور احمد بن سلمہ ثقہ لوگوں سے جھوٹ ملا کر روایت بیان کرتا ہے اور سعید بن عقبہ غیر ثقہ مجہول ہے اور عدی اور اسماعیل بن محمد یوسف وضاع ہیں لہذا سارق اور حدیث تبدیل کرنے والے سے حجت پکڑنا جائز نہیں، اور حسن بن عثمان حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

اور اس کی حدیثیں لکھنے والا اور ابن طاہر دونوں کذاب ہیں اور ابن عدی نے کہا ! ابی صلت کے ساتھ معروف حدیث موضوع ہے اور جو کچھ

اُس سے بیان ہوا اُس میں تبدیلی اسناد اور سرقة کی عبارت ہے اور جب امام احمد بن حنبل سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا !
 قبح اللہ ابا صلت یعنی اللہ ابا صلت کو اچھائی نہ دے،
 متن ملاحظہ ہو !

لا يصح ولا أصل له قال الدار قطني حديث علي
 رواه سويد بن غفلة عن الصنالجي فلم يسنده و
 هو مضطرب و سلمة لم يسمع من الصنالجي و
 الرومي لا يجوز الا احتجاج به و كذا عبد الحميد
 و محمد بن قيس مجهول و طريق الحسن عن
 علي فيه مجاهيل و جعفر و البغدادى متهم بسرقة
 هذا الحديث رجاء أيضاً و عمر بن اسماعيل و
 أبو الصلت كذابان و أبو الصلت هو الذي وضعه
 علي ابي معاوية و سرقة منه جماعة و احمد بن
 سلمة يحدث عن الثقات بالا باطيل و سعيد بن
 عقبه مجهول غير ثقة و العدول و ضاع و اسماعيل
 بن محمد يوسف لا يجوز الا احتجاج به يسرق
 و يقلب و الحسن بن عثمان يضع و المكتب و ابن
 طاهر كذابان قال ابن عدى الحديث موضوع

يعرف بأبي الصلت ومن حدث به سرقة منه وان
 قلب اسناده وسئل احمد بن حنبل عن هذا
 الحديث فقال قبح الله ابا الصلت.

﴿الآلى المصنوعة فى الحادىث الموضوعة جلد اول صفحه ۳۳۰، ۳۳۱﴾

جواب اس جھوٹ کا

خاتم حفاظ مصر امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ زیپ عنوان
 حدیث پر علامہ ابن جوزی کی تمام جرح نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ
 میں کہتا ہوں کہ حضرت علی سے روایت کردہ یہ حدیث ترمذی نے اور حضرت
 ابن عباس سے حاکم نے المستدرک میں بیان کی ہے،

ابو عبد اللہ امام حاکم نے مستدرک میں انا مدینۃ العلم و علی
 بابہا حدیث سندوں کے ساتھ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث
 حسین بن فہم اور ابو صلت الہروی نے ابی معاویہ سے بیان کی ہے حسین بن فہم
 ثقہ، مامون اور حافظ الحدیث ہے جبکہ ابو صلت الہروی ثقہ اور مامون ہے۔

مزید فرمایا کہ میں نے یہ صحیح الاسناد حدیث ابا العباس سے انہوں
 نے عباس بن محمد الدورى سے سنی ہے مؤخر الذکر کا کہنا ہے کہ میں نے یحییٰ
 بن معین سے ابا الصلت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ
 ثقہ ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ ابو صلت نے ابی معاویہ سے حدیث انا مدینۃ
 العلم بیان کی ہے کیا یہ درست ہے؟ انہوں نے فرمایا ! یہ حدیث تو محمد بن

جعفر الفیدی نے بھی بیان کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔

بعد ازاں صاحب مُستدرک فرماتے ہیں کہ میں نے بخاری کے زمانہ کے لوگوں کے امام احمد بن سہیل سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حافظ الحدیث صالح بن محمد بن حبیب سے ابو الصلت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگ یحییٰ بن معین کے ساتھ ابو صلت کے ہاں گئے جب ان کے گھر سے واپس ہوئے تو میں نے یحییٰ بن معین سے ابو صلت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ! وہ سچے ہیں میں نے کہا کہ انہوں نے انا مہیۃ العلم حدیث بیان کی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ! ابو صلت کی طرح الفیدی نے بھی یہ روایت بیان کی ہے المستدرک کی تحریر تمام ہوئی۔

قلت ! حدیث علی اخرجہ الترمذی و حدیث ابن عباس اخرجہ الحاکم فی المستدرک،
قال الحسین بن فہم و حدیثہ ابو الصلت الہروی
عن ابی معاویۃ . قال الحاکم ! الحسین بن فہم
ثقہ مأمون حافظ ، و ابو الصلت ثقہ مأمون و ہذا
حدیث صحیح الاسناد سمعت ابا العباس یقول
سمعت العباس بن محمد الدوری یقول سألت
ابن معین عن ابا الصلت فقال ثقہ ، فقلت ! الیس

قد حدث عن ابی معاویة انا مدینة العلم، فقال قد
حدث به محمد بن جعفر الفیدی وهو ثقة، قال !
وسمعت احمد بن سهل امام اهل عصره بنجاری
يقول سمعت صالح بن محمد بن حبیب الحافظ
يقول وسئل عن ابی الصلت فقال دخل یحیی بن
معین ونحن معه علیه فلما خرج له ما نقول فيه ؟
فقال اهو صدوق، قلت انه یروی حدیث انا
مدینة العلم ؟ فقال ! قد رواه ذاک الفیدی کما
رواه ابو الصلت انتهى ما فی المستدرک.

﴿اللاکلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة جلد اول صفحہ ۳۳۱﴾

﴿المستدرک للحاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷﴾

مزید شہادتیں

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ صاحب المستدرک کے
استدلال کے بعد مزید فرماتے ہیں کہ علامہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد
میں فرمایا ہے کہ !

الحسن بن علی بن مالک نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ابی
الصلت البروی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا !
وہ سچے ہیں مگر ان میں تشیع ہے اور ابراہیم بن عبد اللہ بن جنید کہتے

ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ابی الصلت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اُن سے حدیث کا سماع کیا ہے اور انہیں جھوٹ سے نہیں پہچانتا۔

میں نے کہا کہ جو حدیث اعمش مجاہد اور انہوں نے ابن عباس سے بیان کی ہے، یعنی انا مدینۃ العلم و علی بابہا جو انہوں نے بیان کی ہے ؟

اس کے جواب میں یحییٰ بن معین نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ان سے ہرگز نہیں سنی بلکہ مجھے ان کے سوا دوسرے طریق پر پہنچی ہے۔

اور عبد الخالق بن منصور نے کہا ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ابی الصلت کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ میں اُسے نہیں پہچانتا۔

میں نے کہا کہ اُس نے حدیث انا مدینۃ العلم بیان کی ہے ؟

تو انہوں نے کہا ! کیا اس حدیث میں کوئی چیز ہے ؟

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ ان روایات کا محاسبہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ عبد الخالق نے یحییٰ بن معین سے ابی الصلت کا حال بہت پہلے اُس وقت دریافت کیا جب وہ انہیں نہیں جانتے تھے، پھر جب اُن کی اُن سے جان پہچان ہو گئی تو اُس وقت ابراہیم بن عبد اللہ بن جنید کو اُن کے حال سے آگاہ کیا یعنی بتایا کہ وہ سچے ہیں۔

خطیب بغدادی مزید کہتے ہیں کہ اعمش کی حدیث ”انا مدینۃ

العلم“ جسے ابی الصلت نے ابی معاویہ سے روایت کیا اور امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ابی معاویہ سے انکار کیا، پھر جب یحییٰ بن معین نے اس کے بارے میں چھان پھٹک کی تو ابی الصلت کے علاوہ بھی ابی معاویہ سے بیان کردہ حدیث مل گئی۔

چنانچہ قاسم بن عبد الرحمن الانباری کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں یحییٰ بن معین سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حدیث صحیح ہے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ صحیح حدیث سے اُن کی مراد یہی ابی معاویہ کی بیان کردہ روایت ہے اور یہ باطل نہیں جب کہ اُس سے ایک سے زائد لوگوں نے بیان کی ہے۔

عباس الدوری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو ابی الصلت عبد السلام بن صالح کی توثیق کرتے ہوئے سنا ہے۔

اور جب میں نے پوچھا کہ ابی الصلت نے ابی معاویہ سے اعش کی حدیث ”انا مدینۃ العلم و علی بابھا“ بیان کی ہے؟ تو یحییٰ بن معین نے کہا ! کہ تم اس مسکین سے کیا چاہتے ہو کیا اس نے وہی کچھ بیان نہیں کیا جو ابی معاویہ سے محمد بن جعفر الفیدی نے بیان کیا ہے؟

نیز احمد بن محمد قاسم بن محرز نے کہا ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ابی الصلت عبد السلام بن صالح الہروی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ جھوٹی بات نہیں کرتے۔

پس جب اُن سے ابی معاویہ کی حدیث انا مدینۃ العلم کے بارے میں کہا گیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ ابی معاویہ کی بیان کردہ حدیث ہے اور مجھے ابن نمیر نے خبر دی ہے کہ ابی معاویہ نے بہت پہلے یہ حدیث بیان کی تھی پھر وہ لوگوں کو بتانے سے رُک گئے۔

اور ابو الصلت ان احادیث کے حصول کے لئے سفر اختیار کرنے والے اور مشائخ کی تکریم کرنے والے شخص تھے پس اُنہوں نے یہ حدیث اُنہیں عطا فرمادی اور عبدالمومن بن خلف النسفی نے کہا کہ میں نے ابوعلی صالح بن محمد سے ابی الصلت الہروی کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے یحییٰ بن معین کو دیکھا وہ اُنہیں اچھے لفظوں سے یاد کیا کرتے تھے اور میں نے دیکھا کہ جب اُن سے روایت کردہ حدیث ”انا مدینۃ العلم و علی بابھا“ کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث ابو الصلت کے علاوہ بھی ابی معاویہ سے بیان کی گئی ہے۔

میں نے کہا ! وہ کس نے بیان کی ہے؟
تو اُنہوں نے فرمایا ! کہ محمد بن جعفر نے۔
تاریخ خطیب کا کلام تمام ہوا۔

متن ملاحظہ ہو۔

وفی تاریخ الخطیب قال الحسن بن علی بن

مالك سألت يحيى بن معين عن أبي الصلت
 الهروى فقال ثق به صدوق الا انه يتشيع وقال
 ابراهيم بن عبد الله بن الجنيّد سألت يحيى بن
 معين عن أبي الصلت فقال قد سمع وما عرفه
 بالكذب ، قلت فحديث الاعمش عن مجاهد عن
 ابن عباس قال ما سمعت به قط وما بلغنى الا عنه ،
 وقال عبد الخالق بن منصور سألت يحيى بن معين
 عن أبي الصلت فقال ما عرفه قلت انه يروى
 حديث مدينة العلم فقال ! ما هذا الحديث بشئ
 قال الخطيب أحسب عبد الخالق سأل يحيى عن
 حال أبي الصلت قديماً ولم يكن اذ ذاك يعرفه ثم
 عرفه بعد أجاب ابراهيم بن عبد الله بن الجنيّد عن
 عن حاله.

قال الخطيب ! واما حديث الاعمش فان ابا
 الصلت كان يرويه عن أبي معاوية وعنه فانكره
 احمد بن حنبل ويحيى بن معين من حديث أبي
 معاوية ثم بحث يحيى عنه فوجد غير أبي الصلت
 قد رواه عن أبي معاوية.

قال القاسم بن عبد الرحمن الانباري ! سألت

يحيى عن هذا الحديث فقال هو صحيح.

وقال الخطيب ! اراد أنه صحيح من حديث ابي معاوية وليس بباطل اذ قد رواه غير واحد عنه .

قال عباس الدوري ! سمعت يحيى بن معين يوثق ابا الصلت عبد السلام بن صالح فقلت له انه حدث عن ابي معاوية عن الاعمش انا مدينة العلم وعلى بابها ؟

فقال ! ماتريدون من هذا المسكين أليس قد حدث محمد بن جعفر الفيدى عن ابي معاوية .

وقال احمد بن محمد بن القاسم بن محرز ! سألت يحيى بن معين عن ابي الصلت عبد السلام بن صالح الهروي فقال ليس ممن يكذب ، فقلت له ! في حديث ابي معاوية انا مدينة العلم ، فقال ! هو من حديث ابي معاوية اخبرني ابن نمير قال حدث به ابي معاوية قديماً ثم كف عنه وكان ابو الصلت رجلاً موسراً يطلب هذه الاحاديث ويكرم المشائخ فكانوا يحدثونه بها .

وقال عبدالمومن بن خلف النسفى ! سألت باعلى صالح بن محمد عن ابي الصلت الهروي

فقال ! رَأَيْتَ يَحْيَىٰ بنَ مَعِينٍ يَحْسَنُ الْقَوْلَ فِيهِ
وَرَأَيْتَ سُلَّ عَنْ الْحَدِيثِ الَّذِي رَوَى عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ
أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَىٰ بَابِهَا فَقَالَ ! رَوَاهُ أَيْضاً
الْفَيْدَى قُلْتُ ! مَا اسْمُهُ ؟ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ
انْتَهَى مَا فِي تَارِيخِ الْبَغْدَادِ.

﴿اللائی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعه جلد اول صفحہ ۳۳۳﴾
﴿تاریخ بغداد جلد ۲ صفحہ ۳۲۸. جلد ۷ صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳﴾
﴿جلد ۱۱ صفحہ ۲۸، ۲۹، ۳۰﴾

خطیب کے بعد علانی

صاحب المستدرک اور صاحب تاریخ بغداد کی عبارات پیش
کرنے کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ حافظ الحدیث علامہ
صلاح الدین علانی کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جو انہوں نے حدیث
مصطفیٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“
اور اس کے راویوں پر جرح کے جواب میں نقل فرمائی ہے بطور خاص انہوں
نے ابو الصلت راوی کے متعلق ابن جوزی وغیرہ کی پھیلائی ہوئی بدگمانی
کو دور کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

بغوی کی المصابیح پر سراج قزوینی کے تعاقب اور اسکے اس دعویٰ کہ
”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ حدیث موضوع ہے کا جواب حافظ

الحديث صلاح الدين العلائی نے اپنے خط میں نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ !
 ابو الفرج ابن جوزی نے اس حدیث کو متعدد طریق سے
 الموضوعات میں نقل کرنے کے بعد تمام تر طریق کے بطلان پر جزم کیا ہے
 اور اس کے بعد ایک جماعت نے جس میں سے ذہبی وغیرہ نے المیزان میں
 اس مشہور روایت کے راوی ابو الصلت عبد السلام کے بارے میں کثیر
 کلام کیا ہے جسے ابی الصلت نے ابی معاویہ سے انہوں نے اعمش
 سے انہوں نے مجاہد سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً
 بیان کیا ہے۔

چنانچہ ابن جوزی اور اسکی جماعت ذہبی وغیرہ کہتے ہیں !
 ابو الصلت کے لئے نسائی نے کہا ! ثقہ نہیں۔
 دارقطنی اور ابن عدی نے کہا کہ متہم ہے دارقطنی نے مزید کہا کہ وہ
 رافضی ہے،،

ابو حاتم نے کہا کہ اُس کے نزدیک سچا نہیں۔
 مگر اس حدیث اور اس کے راوی ابو الصلت کے بارے میں
 درست بات ابوزرعہ کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ !
 حاکم نے کہا ہے ! ہم سے یہ حدیث عباس الدوری نے بیان
 کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے ابو الصلت کے بارے میں یحییٰ بن

مُعین سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ وہ سچا ہے۔

میں نے کہا کہ اُنہوں نے ابی معاویہ سے ”انا مدینۃ العلم و علی بابھا“ حدیث بیان کی ہے؟ تو یحییٰ بن مُعین نے جواب دیا کہ ابی معاویہ سے یہ حدیث محمد بن جعفر الفیدی نے بھی بیان کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔ اور یحییٰ بن مُعین سے سے ایسی ہی روایت صالح جزرہ نے بھی بیان کی ہے۔

حافظ صلاح الدین علانی اس وضاحت کے بعد مزید فرماتے ہیں کہ حدیث ”انا مدینۃ العلم و علی بابھا“ کو حاکم نے محمد بن یحییٰ بن ضریس کے طریق پر بھی بیان کی ہے اور محمد بن یحییٰ ثقہ حافظ ہے اور اُس نے بھی محمد بن جعفر الفیدی سے اُنہوں نے ابی معاویہ سے اس روایت کو بیان کیا۔

حافظ صلاح الدین مزید فرماتے ہیں اب جبکہ یہ حدیث ابی معاویہ سے دوسرے ثقہ لوگوں نے بھی بیان کی ہے تو ابو الصلت بری الذمہ ہیں اور ابو معاویہ ثقہ اور مأمون ہیں اور اس بات پر مشائخ کبار اور اُن کے حفاظ متفق ہیں، اور الاعمش کے تفرد کے بارے میں فرمایا کہ یہ جائز ہے کیونکہ حضرت علیؑ کے بارے میں اس کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر فرمان بھی موجود ہیں۔

اور اس حدیث کے وضعی وغیرہ ہونے کے بارے میں ایسی باتیں

میں نے نہیں کہیں نہیں پائیں جیسی ابن الجوزی وغیرہ نے کی ہیں۔

المستدرک میں امام ابو عبد اللہ الحاکم کی بیان کردہ روایت ”انا
مدینۃ العلم و علی بابہا“ کی صحت کے بارے میں مزید استدلال
پیش کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین علائی اس سے ملتی جلتی حدیث ”انا
دار الحکمة و علی بابہا“ کو سامنے لاتے ہیں جسے امام ترمذی نے
ترمذی شریف میں بیان کیا ہے اور ابن الجوزی اور اس کی جماعت نے اُسے
موضوع قرار دیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین سے روایت کردہ ان روایات صحیحہ کی
شاید ”انا دار الحکمتہ و علی بابہا“ حدیث بھی ہے جسے ترمذی نے
جامع ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے، اور
اُس کی اسناد یہ ہیں۔

اسلمعیل بن موسیٰ الفزاری، محمد بن عمر الرومی، شریک بن عبد اللہ،
سلمہ بن کہیل، سوید بن غفلہ، ابی عبد اللہ صنابلجی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور اس روایت کو ابو مسلم الکجی وغیرہ نے محمد بن عمر بن الرومی
سے بیان کیا ہے اور یہ وہ شخص ہے جس سے بخاری نے بخاری شریف کے
علاوہ کتابوں میں حدیث بیان کی ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقہ مانا ہے جبکہ
ابوداؤد نے اس کا ضعف بیان کیا ہے اور ابو زرعد نے کہا کہ اس میں نرمی ہے
اور ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

محمد بن جعفر الفيدى عن ابى معاوية.

قال العلائى ! فقد برىء ابو الصلت وعبد

السلام من عهده و ابو معاوية ثقة مأمون من كبار

الشيوخ وحفاظهم المتفق عليهم وقد تفرد به عن

الاعمش فقال ماذا و أى استحالة فى ان يقول النبى

صلى الله عليه وسلم مثل هذا فى حق على رضى

الله عنه ولم يأت كل من تكلم فى هذا الحديث

وجزم وضعه.

﴿الآلى المصنوعة جلد اول صفحه ٣٣٣﴾

بجواب عن هذا الروايات الصحيحة عن

ابن معين ومع ذلك فله شاهد رواه الترمذى عن

على مرفوعاً "انا دار الحكمى وعلى بابها" فى

جامعه عن اسمعيل بن موسى الفزارى عن محمد

بن عمر بن الرومى عن شريك بن عبد الله عن

سلمة بن كهيل عن سويد بن غفلة عن ابى عبد

الله الصنالى عن على مرفوعاً انا دار الحكمة

وعلى بابها.

ورواه ابو مسلم الكجى وغير عن محمد

بن عمر الرومى وهو ممن روى عنه البخارى فى

حديثاً بالخط اليدى رقم ٢١٨

غير الصحيح وقد وثقه ابن حبان وضعفه ابوداؤد
وقال ابوزرعة فيه لين وقال الترمذى بعد اخراج
الحديث هذا حديث غريب.

وقد روى بعضهم هذا من شريك ولم
يذكر فيه الصналجى ولا نعرف هذا عن احد عن
الثقات غير الشريك النخعى القاضى برئ
محمد الرومى من تفرد به وشريك هو ابن عبد
الله النخعى القاضى احتج به مسلم وعلق له
البخارى وثقه يحيى بن معين .

وقال العجللى ثقة حسن الحديث ، وقال
عيسى بن يونس ما رأيت احد قط أورع في علمه
من شريك فعلى هذا يكون تفرد حسانا فكيف
اذا انضم الى حديث ابى معاوية ولا يرد عليه
رواية من اسقط منه الصналجى لان سويد بن غفلة
تابعى مخضرم أدرك الخلفاء الاربعة وسمع
منهم .

وذكر الصналجى فيه من المزيدي متصل
الاسانيد ولم يأت ابو الفرج ولا غيره بلة قاذحة
فى حديث شريك سوى دعوى الوضع دفعاً

بالصدر انتهى كلام الحافظ الصلاح الدين

العلائي.

﴿الآلآی المصنوعة جلد اول صفحہ ۳۳۵﴾

ایک اور گواہی

خاتم حفاظ مصر امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے ” انا مدینۃ العلم و علی بابہا “ حدیث کے بارے میں اب تک جو تصریحات بیان فرمائی ہیں اُن کے پیش نظر مزید کسی شہادت کی ضرورت باقی تو نہیں رہتی، تاہم انہوں نے اس سلسلہ میں مزید بھی کئی ثقہ عبارات سے حدیث کو موضوع قرار دینے والوں کی تردید فرمائی ہے جن میں سے اب مشہور محدث امام ابن حجر المکی لہیثمی صاحب مجمع الزوائد اور الصواعق المخرقة وغیرہما کی ایک مختصر مگر فیصلہ کن عبارت پیش کی جاتی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور جب شیخ الاسلام ابوالفضل ابن حجرؒ سے حدیث ” انا مدینۃ العلم و علی بابہا “ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا !

یہ حدیث ابو عبد اللہ امام حاکم نے المستدرک میں نقل فرمائی ہے اور اسے صحیح کہا ہے جبکہ ابو الفرج ابن الجوزی نے اس کے خلاف اسے موضوعات میں نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بناوٹی اور جھوٹی حدیث ہے۔ حالانکہ صواب اور درست بات ان دونوں کے اقوال کے خلاف

ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی اسناد کے اعتبار سے، یہ حدیث حسن کی ایک قسم میں سے ہے کیونکہ نہ تو یہ ترقی کر کے صحیح کے درجہ کو پہنچی ہے اور نہ ہی انحطاط پذیر ہو کر کذب کے درجہ میں داخل ہو سکتی ہے۔

اور یہ بیان طویل بحث کا اقتضاء کرتا ہے تاہم اس میں لائق اعتماد یہی بات ہے جو بیان ہوئی۔ انتہی“

وسئل شيخ الاسلام ابو الفضل بن حجر عن هذا الحديث في فتا فقال هذا الحديث اخرجہ الحاكم في المستدرک وقال انه صحيح وخالفه ابو الفرج ابن الجوزی فذكره في الموضوعات وقال انه كذب .

والصواب خلاف قولهما معاً وان الحديث من قسم الحسن لا يرتقى الى الصحة ولا يخط الى الكذب وبيان ذلك يستدعي طولا ولكن هذا المتعمد في ذلك . انتهى .

﴿اللائی المصنوعة فی احادیث الموضوعة جلد ۱ صفحہ ۳۳۳﴾

﴿الصواعق المحرقة لابن حجر صفحہ ۱۲۲﴾

حدیث نمبر ۱

”انا مدينة العلم و علی بابها فمن اراد العلم فلیأت

”الباب:

یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے
تو جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے دروازے سے آئے۔

حدیث نمبر ۲

”انا دار الحکمة و علی بابها“

یعنی میں دارِ حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے کے سلسلہ میں امام
جلال الدین سیوطی کی تصریحات کا اتمام ہوتا ہے اور اب اُن احادیث پر مختصر
تبصرہ بیان ہوگا جو اس مضمون کو تغیر لفظی کے ساتھ بیان کرتی ہیں اور انہیں
بھی ابن الجوزی اور ذہبی وغیرہ نے موضوعات میں شمار کر رکھا ہے۔

حدیث پاک ”انا مدینۃ العلم و علی بابها“ حضرت علی کرم
اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے چونکہ اس
روایت کی ابتداء میں مشہور روایت کے علاوہ مزید بھی چند جملے ہیں چنانچہ
امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اس کو بھی زیبِ عنوان کی شہادت کے طور
پر پیش کرتے ہیں۔

اس روایت کا متن ہے !

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے روز حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا !
 ”هذا امير البرزخ و قاتل الفجره، منصور
 من نصره، مخذول من خزله يمد بها صوته، انا
 مدينة العلم و على بابها فمن اراد العلم فليات
 الباب،“

اگرچہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن جوزی نے حسب
 عادت موضوعات میں کہا ہے کہ !

هذا الحديث لا يصح من كل الوجوه ،

﴿الموضوعات جلد ۱ صفحہ ۳۵۳﴾

یعنی یہ حدیث تمام وجوہ سے نادرست ہے مگر امام سیوطی اس مزید
 جملوں والی حدیث کو پہلے بیان کی گئی حدیث کی شہادت کے طور پر پیش
 کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ حاکم نے مزید کہا کہ اس حدیث
 کی شاہد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی حدیث بھی ہے جس
 کے راوی یہ ہیں۔

ابو بکر محمد بن علی الفقیہ الشاشی القفال ،
 نعمان بن ہارون البلدی ، احمد بن عبد اللہ بن
 یزید الحرائی ، عبد الرزاق ، سفیان ثوری ، عبد
 اللہ بن عثمان بن خثیم ، عبد الرحمن بن عثمان

التمی، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مرفوعاً۔

علامہ سیوطی اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ذہبی نے لسان المیزان
میں ابی معاویہ سے جعفر بن محمد کی روایت کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ
حدیث موضوع ہے لہذا یہ اُس کے لئے نص نہیں۔“

حالانکہ المستدرک میں حاکم نے اس کے کثیر طرق بیان کئے ہیں،
جبکہ اصل حدیث کے لئے قلیل احوال بھی کافی ہیں تو اندریں حالات کسی کو
حق نہیں پہنچتا کہ اس پر مطلقاً وضعی ہونے کا حکم لگائے۔

علاوہ ازیں انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم
فلیات الباب حدیث کے درست ہونے کے سلسلہ میں امام سیوطی فرماتے
ہیں کہ خطیب نے تلخیص المتشابہ میں اس کے باقی طرق میں سے ایک طریق
یہ بیان کیا ہے۔

علی بن ابی علی، محمد بن مظفر حافظ، محمد بن حسین خثعمی، عباد بن یعقوب،
یحییٰ بن بشار الکندی، اسماعیل بن ابراہیم ہمدانی، ابی اسحاق، حارث، علی،
عاصم بن ضمرہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

”میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ پس

جو علم کے حصول کا ارادہ رکھتا ہے وہ دروازے سے ہو

کرائے“

وزادان الحاکم روی له شاهداً من حدیث جابر ،
قال حدثنی ابو بکر محمد بن علی الفقیه الشاشی
القفال حدثنی النعمان بن هارون البلدی حدثنا
احمد بن عبد اللہ بن یزید الحرانی حدثنا
عبدالرزاق حدثنا سفیان ثوری عن عبد اللہ بن
عثمان بن خثیم عن عبد الرحمن بن عثمان التمی
عن جابر مرفوعاً به .

وقال فی لسان المیزان عقب ایراد الذہبی رواية
جعفر بن محمد عن ابی معاویة وقوله ه هذا
موضوع مانصه وهذا الحدیث له طرق كثيرة فی
مستدرک الحاکم أقل احوالها ان يكون
للحدیث أصل فلا ينبغي ان يطلق القول علیه
بالوضع انتهى .

﴿الآلی المصنوعة جلداً صفحہ ۳۳۳﴾

خطیب نے کہا ہے کہ یحییٰ بن بشار اور اس کا شیخ غیر معروف ہیں۔
امام سیوطیؒ زیب عنوان حدیث کی تقویت کے لئے ایک طریق
مزید بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی مثل ابن النجار نے بھی
اپنی تاریخ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرفوعاً روایت بیان کی ہے

جس کے راوی یہ ہیں“

رقیہ بنتِ معمر بن عبد الواحد، فاطمہ بنت محمد بن ابی اسعد بغدادی،
سعید بن احمد نیشاپوری، علی بن الحسن بن بندار لمشی، علی بن محمد بن مہرویہ،
داؤد بن سلیمان غازی، علی بن موسیٰ رضا، اُن کے آباء الکرام، حضرت علی کرم
اللہ وجہہ الکریم۔

ذہبی نے میزان میں کہا کہ داؤد بن سلیمان غازی نے حضرت موسیٰ
رضا کی سند سے ایک کتاب وضع کر رکھی تھی اُس سے اسے سچے راوی علی بن
محمد مہرویہ قزوینی نے روایت بیان کی ہے۔ ذہبی کی گرفت کا جواب دیتے
ہوئے امام سیوطی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابوالحسن نے ابن عمر الحارثی
سے امالیہ میں ان راویوں سے بیان کیا ہے۔

الحق بن مروان، عامر بن کثیر السراج، ابی خالد، سعد بن طریف
اصبغ ابن نباتہ،

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

”میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ تو اس کا دروازہ،

یا علی وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ گمان کرے کہ میں بغیر

دروازہ کے شہر میں داخل ہو جاؤں گا۔“

وبقی للحديث طرق ا قال الخطيب في تلخيص

المشابه انبأنا علي بن ابي علي حدثنا محمد بن
ابن المظفر الحافظ حدثنا محمد بن حسين
الخشعمي حدثنا عباد بن يعقوب حدثنا يحيى بن
بشار الكندي عن اسماعيل بن ابراهيم الهمداني
عن ابي اسحاق عن الحارث عن علي وعن عاصم
بن ضمرة عن علي قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم انا مدينة العلم وعلي بابها فمن
اراد العلم فليأت الباب . قال يحيى بن بشار
وشيخه اسماعيل مجهولان.

﴿الآلئ المصنوعة جلدًا صفحہ ۳۳۲﴾

وقال ! ابن النجار في تاريخه حدثنا رقيه بنت
معمر بن عبد الواحد انبأنا فاطمة بنت محمد بن
ابي سعد البغدادي انبأنا سعيد بن احمد النيشا
پوری انبأنا علي بن الحسن بن دارا المثنى انبأنا
علي بن محمد بن مہروية حدثنا دائود بن سليمان
الغازي حدثنا علي بن موسى الرضا عن آباءه عن
علي مرفوعاً مثله ،،

قال الذهبي في الميزان داؤد بن سليمان
الغازي له نسخة موضوعة عن علي بن موسى

الرضا رواها على بن محمد مہروية القزويني
الصدوق عنه وقال ابو الحسن عن ابن عمر
الحري في اماليه حدثنا اسحق بن مروان حدثنا
ابي حدثنا عامر بن كثير السراج عن ابي خالد عن
سعد بن طريف عن الصبغ ابن نباتة عن علي ابن
ابي طالب قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم انا مدينة العلم وعلى انت يايبها على كذب
من زعم انه يدخلها من غير بابها .

﴿الآلآي المصنوعة جلد ۱ صفحہ ۳۳۵﴾

حکمت کا شہر

اور ابوالحسن شاذان القفصی نے "خصائص علی" میں بیان کیا ہے کہ
ابوبکر محمد بن ابراہیم بن فیروز الانماطی، حسین بن عبداللہ تمیمی، غیب بن نعمان
جعفر بن محمد اپنے دادا سے وہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں حکمت کا شہر ہوں اور
علی اس کا دروازہ ہیں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میں شہر میں آؤں تو وہ دروازہ
سے آئے،،

اور خطیب نے یہ روایت دارقطنی کے طریق پر تلخیص المتشابہ میں محمد
بن ابراہیم الانماطی سے روایت کی ہے اور اس کے ساتھ دیلمی نے بھی اس

سند کو بیان کیا کہ خبر دی ہمیں ابی نے کہا خبر دی ہمیں امیدانی نے کہا خبر دی ہمیں ابو محمد الحلاج نے کہا کہ خبر دی ہمیں ابو الفضل محمد بن عبد اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبد اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عبید ثقفی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن خلف العطار نے کہا حدیث بیان کی ہم سے موسیٰ بن جعفر بن ابراہیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد المہد بن عباس نے اپنے باپ عباس سے انہوں نے اپنے دادا اسمیل بن سعد سے انہوں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

”علی میرے علم کا دروازہ اور میری امت کے واسطے مبین اور میرے بعد پہنچانے والا ہے اسکی محبت ایمان اور اس کا بغض کفر ہے، پھر آپ نے نگاہ شفقت آمیز سے علی کی طرف دیکھا“

وقال ابو الحسن شاذان الفضلی فی خصائص
علی حدثنا ابو بکر محمد بن ابراہیم بن فیروز
الانماطی حدثنا الحسن بن عبد اللہ التمیمی
حدثنا خیب بن النعمان حدثنا جعفر بن محمد
حدثنی ابی عن جدی عن جابر بن عبد اللہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا مدینة

الحكمة وعلى بابها فمن أراد المدينة فليات الى
بابها.

اخرجه الخطيب في تلخيص المتشابه من طريق
الدارقطني حدثنا محمد بن ابراهيم الانماطي به
وقال الديلمي انبأنا ابي انبا الميداني انبأنا ابو
محمد الحلاج انبأنا ابو الفضل محمد بن عبد الله
حدثنا احمد بن عبيد الثقفي حدثنا محمد بن علي
بن خلف العطاء حدثنا موسى بن جعفر بن ابراهيم
بن محمد بن علي بن عبد الله بن جعفر بن ابي
طالب حدثنا عبد المهيمن بن العباس عن ابيه عن
جده سهل بن سعد عن ابي ذر قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم على باب علمي ومبين
الامتي ما ارسلت به من بعدى حبه ايمان وبغضه
نفاق والنظر اليه رافة .

﴿الآلى المصنوعة جلد ١ صفحہ ۳۳۵﴾

سب یہی کہتے ہیں

ملا علی قاری خفی موضوعات کبیر میں زیر عنوان حدیث نقل کرنے
کے بعد فرماتے ہیں کہ اسے ترمذی نے جامع ترمذی میں روایت کیا ہے اور

کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے جیسا کہ سخاوی نے بیان کیا اور کہا کہ اس کے لئے درست وجہ نہیں ہے اور ابنِ معین نے کہا کہ اس کے لئے کچھ اصل نہیں، جیسا کہ ابو حاتم اور یحییٰ بن سعید نے بیان کیا،

اور ابنِ جوزی اسے موضوعات میں لایا ہے اور ذہبی وغیرہ نے اس پر اُس کی موافقت کی ہے اور ابنِ دقیق العید نے کہا کہ یہ حدیث اُس کے لئے ثابت نہیں اور بعض نے کہا کہ باطل ہے اور دارقُطنی نے کہا کہ غیر ثابت ہے اور جب حافظ عسقلانی سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ حدیث حسن کا درجہ رکھتی ہے نہ تو صحیح کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ حاکم نے کہا اور نہ ہی موضوع ہے۔ جیسا کہ ابنِ جوزی کا گمان ہے۔

اور سیوطی نے اس کے تذکرے میں بیان کیا کہ حافظ ابو سعید علانی نے کہا درست اور صواب امر یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے طرق کے اعتبار سے حسن کا درجہ رکھتی ہے نہ صحیح اور نہ ضعیف۔

انا مدينة العلم وعلي بابها رواه الترمذی فی جامعه
قال انه منكر وكذا قال السخاوی وقال انه ليس له
وجه الصحيح ، وقال ابن معین انه كذب لا اصل له
وكذا قال ابو حاتم ويحيى بن سعيد واورده ابن
الجوزی فی الموضوعات ووافقه الذهبي وغيره
على ذلك

وقال ابن دقيق العيد هذا الحديث لم يثبتوه وقيل
الدارقطني غير ثابت وسئل عنه الحافظ
العسقلاني فاجاب بانه حسن لاصحيح كما قال
الحاكم ولا موضوع كما قال ابن الجوزي ذكره
السيوطي وقال الحافظ ابوسعيد العلاني الصواب
انه حسن باعتبار طريقه لاصحيح ولا ضعيف.

﴿الموضوعات الكبير صفحه ۲۲﴾

المقاصد الحسنه

حدیث:

” میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے “

حاکم نے اس روایت کو اپنی کتاب مُشَدْرک کے باب المناقب میں
اور طبرانی نے اپنی مُعْجَمُ الْکَبِیر میں اور ابوشیخ ابن حیان نے اپنی کتاب السنہ میں
اور ان کے علاوہ دیگر تمام نے ابی معاویہ ضریر، عَمَش، مجاہد، حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہما سے مزید اس جملہ کے ساتھ مرفوعاً بیان کیا ہے کہ پس جو
حصولِ علم کے لئے آئے وہ دروازہ سے آئے۔

اور ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی کے باب المناقب میں اور
ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ان دونوں کے علاوہ دُوسروں نے حضرت علیؑ
سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

”میں دارالحکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے“

اس دوسری حدیث یعنی ”انا دار الحکمتہ و علی بابہا“ کا تعاقب کرتے ہوئے دارقطنی نے اپنی کتاب علل المتناہیہ فی حدیث الواہیہ میں کہا کہ یہ حدیث مضطرب غیر ثابت ہے۔

اور ترمذی نے کہا کہ یہ منکر ہے جیسا کہ اُس کے اُستاد بخاری نے کہا کہ اس کے لئے صحیح وجہ نہیں، اور ابنِ معین نے کہا کہ خطیب نے تاریخ بغداد میں اس کے لئے حکایت بیان کی یہ جھوٹی ہے اور اسکے لئے کوئی اصل نہیں۔

اور حاکم نے پہلی حدیث ”الامدینۃ العلم و علی بابہا“ بیان کرنے کے بعد کہا کہ یہ صحیح الاسناد ہے اور ابنِ جوزی نے دونوں کو ہی دو وجہوں سے موضوعات میں بیان کیا ہے اور ذہبی وغیرہ نے اس پر اُس کی موافقت کی ہے۔

اور اسکی طرف ابنِ دقیق العید نے اشارہ کیا ہے کہ اُس کے قول کے مطابق یہ حدیث ثابت نہیں اور کہا کہ یہ باطل ہے۔

جبکہ ابو معاویہ ثقہ حافظ الحدیث ہے، ابنِ عیینہ وغیرہ کی طرح اس کے افراد سے حُجّت پکڑی جاتی ہے۔

پس جو اس حدیث کے جھوٹا ہونے کا حکم لگاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ اس میں ایسے الفاظ منکرہ نہیں ہیں جنہیں عقل تسلیم نہ کرتی ہو، بلکہ یہ

حدیث اس حدیث کی طرح ہے کہ ارحم اُمّتی یا متی یعنی میری اُمّت پر میری اُمّت کے ساتھ رحم کر یعنی الماضیء صنیع لائق اعتماد ہے پس یہ حدیث ہر گز جھوٹی نہیں۔

انا مدینة العلم وعلى بابها ، الحاکم فی المناقب
من مستدرکه من حدیث ابی معاویة الضریر عن
الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعاً به
بزیادة ، فمن أتى العلم فلیأت الباب :

ورواه الترمذی فی المناقب من جامعه ابو نعیم فی
الحلیة غیرهما من حدیث علی ان النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم قال !

انا دار الحکمة وعلى بابها ، قال الدارقطنی فی
العلل عقب ثانیہا ، انه حدیث مضطرب غیر ثابت
قال الترمذی ! انه منکر ، وکذا قال شیخہ
البخاری وقال ! انه لیس له وجه صحیح ،

وقال ! ابن معین فیما حکاہ الخطیب فی تاریخ
بغداد انه کذب لا اصل له ، وقال الحاکم عقب
اولہا ! انه صحیح الاسناد ، واورده والطبرانی
فی معجمہ الکبیر ، وابو لشیخ ابن حیان فی السنة

وغيرهم كلهم ابن الجوزى من هذين الوجهين فى
الموضوعات ووافقه الذهبى وغيره على ذلك .
واشار الى هذا ابن دقيق العيد بقوله هذا الحديث
لم يثبتوه ، قيل انه باطل ، قال وابو معاوية ثقة
حافظ محتج بأفراده كابن عيينه وغيره فمن حكم
على الحديث مع ذلك بالكذب ، فقد اخطأ قال
وليس هو من الألفاظ المنكرة التى تأبأها العقول ،
بل هو الحديث ارحم امتى يامتى يعنى الماضى
ضعيع معتمد ، فليس هذا الحديث بكذب ،

﴿ المقاصد الحسنة للسخاوى صفحہ ۴۲ ﴾

﴿ مطبوعہ مکتبۃ الانجلی بمصر ﴾

ہم نہیں مانتے

اگرچہ علومِ حدیث سے واقفیت رکھنے والے علمائے متقدمین اپنے
اپنے زمانہ میں اس حدیث کے نفسِ مضمون اور رجال وغیرہ پر سیر حاصل
بحث کرنے کے بعد یہ فیصلہ دے چکے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف اور موضوع
وغیرہ نہیں بلکہ حسن حدیث ہے بلکہ علامہ سیوطی کی آخری تحقیق کے مطابق صحیح
کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔

بائیں ہمہ کچھ لوگ مسلسل اسی غم میں ڈبے ہوئے جا رہے ہیں کہ

تاجدارِ اہل اتے مشکل کشا شیرِ خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ خدا اور رسولِ جَلِّ جلالہٗ وُصَلِّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے اتنے بڑے بڑے اعزازات سے کیوں نوازا گیا، حضور رسالت مآب صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے انہیں اپنے علوم کا وارث کیوں بنایا انہیں اپنا بھائی اور اپنی جان کیوں کہا وغیرہ وغیرہ،

سبیلِ سکینہ

اکابرین کے چند نسخے

ہمارے پاس اُن کے اس غم کا تو کوئی مداوا نہیں تاہم اُن لوگوں کے اکابرین کے بیان کردہ چند نسخے پیش کرنے پر اکتفاء کریں گے ہو سکتا ہے کہ انہی سے اُن کے درد کا دَمان اور غم کا چارہ ہو سکے، علاوہ ازیں علامہ ابن جوزی کا بھی مختصر تعارف کرا دیتے ہیں کہ وہ صحیح احادیث کو موضوع قرار دینے میں کس قدر بیتاب اور مُضطرب رہا کرتے تھے، چنانچہ اس سلسلہ میں پہلے تو ابن جوزی اور ابن تیمیہ گروپ کے ایک بزرگ کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں جو حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابھا پر کیا گیا ہے اور بعد ازاں علامہ ابن جوزی کا تعارف ملاحظہ فرمائیں حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ گم گشتہ راہ لوگوں کا جواب یہی ہوگا کہ ہم نہیں مانتے، بہر حال ہمیں تو اپنا فریضہ ادا کرنا ہی ہے، وہ بھی صرف اس خیال سے کہ موجودہ دور کے علماء و وہابیہ بجائے خارجیت کو فروغ دینے کے اپنے ان بزرگوں کا ہی کچھ خیال رکھیں، ہماری

نہیں تو ان کی ہی بات سُن لیں جو نہ تو ہم اپنی طرف سے کہتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اپنی گِرہ سے کی ہے۔

مُنصف بھی ہوتے ہیں

اگرچہ ابن جوزی کی تصریحات سے ابن تیمیہ اور علامہ ذہبی وغیرہ نے پُور ا پُورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے، تاہم کوئی بھی طبقہ اعتدال پسندوں سے یکسر خالی نہیں ہوتا چنانچہ اسی طائفہ کے ایک بزرگ شوکانی نے اپنی کتاب ”فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعۃ“ میں علامہ ابن جوزی کی تمام وکمال بحث نقل کرنے کے بعد اُس کی تردید کی ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور لا اصل ہے اور ابن جوزی نے اسے متعدد طرق سے موضوعات میں شمار کرتے ہوئے سب کے بطلان پر جزم کیا ہے اور ذہبی وغیرہ نے ابن جوزی کی اتباع کی ہے مگر ابن جوزی نے کہا کہ حدیث ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا فمنا راد العلم فلیئات الباب“، خطیب اور طبرانی اور ابن عدی اور عقیلی اور ابن حبان نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً بیان کی ہے لیکن خطیب کی اسناد میں جعفر بن بغدادی مُتَمِّم ہے حالانکہ یحییٰ بن مُعِین نے اُسے ثقہ کہا ہے

ابن جوزی نے کہا ہے کہ! طبرانی کی اسناد میں ابو الصلت الہروی

عبدالسلام بن صالح کے لئے حدیثیں وضع کرتا تھا، حالانکہ ابنِ معین اور حاکم اُسے ثقہ قرار دیتے ہیں۔

اور جب یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح

ہے،

اور ترمذی نے حضرت علیؑ سے اسے مرفوعاً نقل کیا ہے،

اور حاکم نے مستدرک میں اسے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے

مرفوعاً نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ ابن جوزی اور حاکم دونوں کے برعکس

درست بات ہے کہ اسناد کہ مطابق یہ صحیح حسن ہے نہ تو یہ صحیح کے ہی درجہ کو پہنچی

ہے اور نہ ہی کذب میں داخل ہے، اُتھی۔

انا مدينة العلم وعلی بابها ، قيل لا یصح ولا

اصل له وقد ذکر هذا الحدیث ابن الجوزی فی

الموضوعات من طرق عدة وجزم ببطلان الكل

وتابعه الذهبی وغیره .

انا مدينة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیأت

الباب ،، رواه الخطیب عن ابن عباس مرفوعاً

ورواه الطبرانی وابن عدی والعقیلی وابن حبان

عن ابن عباس ایضاً مرفوعاً وفی اسناد الخطیب

جعفر بن محمد البغدادی وهو متهم وفي اسناد
الطبرانی ابو الصلت الهروی عبد السلام بن صالح
قیل هو الذی وضعه ،

واعجیب عن ذالک ! بان محمد بن جعفر
البغدادی الفیدی قد وثقه یحییٰ بن معین ، وان
ابی الصلت الهروی قد وثقه ابن المعین والحاکم
وقد سئل یحییٰ عن هذا الحدیث فقال الصحیح
واخرجه الترمذی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مرفوعاً واخرجه والحاکم فی المستدرک عن
ابن عباس مرفوعاً .

وقال صحیح الاسناد قال حافظ ابن حجر
والصواب خلاف قولهما معاً یعنی ابن الجوزی
والحاکم وان الحدیث من قسم الحسن لا یرتقی
الی الصححة ولا یخط الی الکذب ، انتهى .

﴿ الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة صفحہ ۳۳۸ ﴾

تعارف ابن جوزی کا

چونکہ سب سے پہلے اس حدیث کو موضوع اور لا اصل ثابت کرنے
کا فریضہ ابن جوزی نے ادا کیا ہے اس لئے موضوعات کی جن دو کتابوں کی

عبارات ہدیہ قارئین کی گئی ہیں انہی میں سے علامہ ابن جوزی کے تعصبات و شدائد، تساہل و تجاہل اور تحکم اور زبردستی کی چند مثالیں ہدیہ قارئین کرنے کے بعد پھر ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع کریں گے۔

جمال الدین ابوفرج عبدالرحمن بن علی بغدادی المعروف ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ کی کتاب الموضوعات میں ان کتابوں کی موضوع روایات نقل کی گئی ہیں۔

الکامل ابن عدی،، ضعفاء ابن حبان، ضعفاء الواسع از دی، تفسیر ابن مرددیہ، معجم صغیر طبرانی، معجم اوسط طبرانی، معجم کبیر طبرانی، الافراد، دارقطنی، خطیب بغدادی اور ابن شاہین کی تالیفات، ابونعیم کی تصنیفات، تاریخ حاکم کتاب الاباطیل جوزقانی،

تساهل سے کام لیتا

ابن جوزی کتاب الموضوعات میں احادیث کے متعلق حکم لگانے میں تساہل سے کام لیتا ہے۔ نیز یہ اپنی اس کتاب میں بعض احادیث ایسی بھی لایا ہے جنہیں اپنی دوسری تصنیف ”العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ“ میں خود نقل کرتا ہے اور اپنی اس کتاب العلل کی بعض موضوعات کو اس نے ”الموضوعات“ میں نقل نہیں کیا۔

نیز تساہل سے کام کرتے ہوئے صحیح اور ضعیف احادیث کو بھی

موضوع قرار دیتا ہے ابن حجر عسقلانی کا بیان ہے کہ ابن جوزی اور حاکم دونوں نے ہی تساہل سے کام لیا ہے یعنی حاکم حسن اور منکر وغیرہ احادیث کو صحیحات میں شمار کرتا ہے، جبکہ ابن جوزی صحیح، حسن، مرسل وغیرہ احادیث کو موضوع قرار دیتا ہے اس لئے ان دونوں کی کتابیں نفع بخش ثابت نہ ہو سکیں۔

کتاب الموضوعات ، الجمال الدین ابی الفرج ،
عبدالرحمن بن علی البغدادی المعروف بابن
الجوزی المتوفی (۵۹۷) جمع فیہ ماوردمن ،
الموضوعات ، فی کتاب ، الکامل لابن عدی
والضعفاء للعقيلي والضعفاء لابن الفتح الازدی ،
وما فی تفسیر ابن مردویه ومعجم الطبرانی فی
الثلاثه ، والافراد للدارقطنی وما فی تصانیف
الخطیب البغدادی وابن شاهین و مصنفات ابی
نعیم وتاریخ الحاکم و کتاب الاباطیل ملجوز قانی
وابن الجوزی متساهل فی الحکم
الحديث بالوضع هذا الكتاب وقد ورد بعض
للحدیث التي اور دها فی کتابه ، العلل المتناهیہ
فی الاحادیث الواهیہ و فی کتاب العلل ایضاً بعض

ماوردہ فی الموضوعات واوردہ فیہ بعض
الاحادیث الصحیحۃ والضعیفۃ تساہل منہ قال
ابن حجر العسقلانی وتساهل الحاكم اعدم النفع
بکتابیہما۔

﴿مقدمہ المقاصد للسخاوی﴾

﴿عبدالوہاب عبداللطیف مدرس جامعہ ازہر مصر﴾

المقاصد الحسنہ کے اس مقدمہ کے بعد مختصراً موضوعات کبیر ملا علی
قاری کی ایک جسارت ملاحظہ فرمائیں۔

زرکشی نے مسند احمد میں آنے والی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی اس مرفوع حدیث کو حسن کہا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام
کی مثل اس امت میں تیس ابدال ہو گئے جب ان میں سے کوئی ابدال فوت
ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ دوسرے شخص کو بھیج دیتا ہے علامہ زرکشی نے یہ
حدیث ابن جوزی کی موضوعات کا تعاقب کرتے ہوئے بیان کی ہے۔

بہر نوع! علم حدیث سے واقفیت رکھنے والے علامہ ابن جوزی
کے تساہل اور تحکم سے پورے طور پر واقف ہیں۔

قال الزرکشی فی مسند احمد من حدیث عبادۃ
بن الصامت مرفوعاً الابدال فی هذا الامتہ ثلثون
مثل ابراہیم خلیل الرحمن کلمات رجل ابدال

اللہ مکانہ رجلا وهو فی التعاقب علی

الموضوعات ﴿ابن جوزی﴾

﴿موضوعات کبیر مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۶﴾

مزید تعارف

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات شرح

مشکوٰۃ میں ابن جوزی کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں،،

علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے موضوع احادیث پر ایک کتاب

تصنیف کی ہے جس میں انہوں نے افراط و زیادتیاں سے کام لیا ہے اور جو کچھ

ان کے علم میں تھا اس کے خلاف محض توہم کی بنیاد پر بہت سی احادیث کو

موضوع قرار دے دیا، شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے

مقامات میں ابن جوزی کو اپنی بحث کا نشانہ بنایا ہے اور کہا احادیث کو موضوع

قرار دینے میں ابن جوزی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا،

آئندہ سطور میں ابن جوزی کی تصنیف تلخیص ابلیس کے بارے

میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

علامہ ابن جوزی کی یہ تنقید بھی ابلیس تلخیص کا ہی کرشمہ ہے علامہ

موصوف کو ﴿شیطان﴾ نے اس طریقہ کا شکار بنایا اور غرور و تکبر میں ڈال

دیا،،

آخر پر شیخ محقق ابن جوزی کی شخصیت کا تعارف اس طرح کرواتے

ہیں مختصر یہ کہ ابن جوزی عالم و فاضل شخص تھے لیکن اپنے علم و فضل اور جوانی پر نظر کر کے غرور میں مبتلا ہو گئے موصوف سخت گیر، سخت مزاج اور نہایت خشک طبیعت تھے۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ مترجم اردو جلد ۱ ص ۱۶۵، ۱۶۶

حوالے اور بھی ہیں

ہمارا بنیادی مقصد ابن جوزی وغیرہ کو زیر بحث لانا نہیں بلکہ حدیث پاک ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ کے حقائق و معارف بتانا ہے، قارئین، امام المحدثین سیدنا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی تحقیق ملاحظہ فرمائی چکے ہیں۔ یعنی پہلے تو امام جلال الدین سیوطیؒ دیگر محدثین کی طرح اسے حسن حدیث کے درجہ میں بیان کرتے رہے مگر دوران تحقیق آپ نے اس کی اسناد کے متعدد طرق کو بنظر عمیق جانچا تو لا، تو فرمایا کہ یہ حدیث، حسن سے بڑھ کر صحیحات میں شمار ہوتی ہے۔

جیسا کہ آپ ”جمع الجوامع“ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے حسن ہونے پر ایک زمانہ تک توقف کیا پھر جب حدیث علیؑ کی تصحیح تہذیب الآثار ابن جریر میں اور اس کے ساتھ ابن عباسؓ کی حدیث کی تصحیح مستدرک حاکم میں دیکھی تو میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے استخارہ کیا اور جزم کیا کہ یہ حدیث حسن سے ترقی کر کے مرتبہ صحت کو پہنچتی ہے،

قال كنت اجيب بهذا الجواب يعني حسن

الحديث دهرأ ان وقفت على تصحيح ابن جرير
 لحديث على في تهذيب الآثار مع تصحيح
 الحاكم لحديث ابن عباس فاستخوت الله و
 جزمت بار تقاء الحديث من مرتبة الحسن الى
 مرتبة الصحة والله اعلم .

﴿جمع الجوامع لليسوطي جلد ۶ صفحہ ۲۰۱﴾

یا پیٹوں جگر کو میں

اگرچہ آپ کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث صحیح کے درجہ میں داخل ہے
 تاہم انہوں نے تاریخ الخلفاء میں اسے حدیث حسن ہی لکھا ہے مگر صورتِ
 حال یہ ہے کہ !

دل کو روؤں یا پیٹوں جگر کو میں
 خارجیوں کی جفا ہی کیا کم تھی کے اچھے بھلے لوگ بھی ستم ڈھانے
 لگے ہمارے سامنے اسی تاریخ الخلفاء کا ایک ایسا ترجمہ پڑا ہوا ہے جس میں
 ترجمہ نگار نے حاشیہ نگاری کا فریضہ اس انداز سے انجام دیا ہے کہ مؤلف کی
 روح لرز لرز گئی ہوگی کتاب ”نفیس اکیڈمی کراچی“ کی مطبوعہ ہے ترجمہ اقبال
 احمد گامدیری صاحب نے کیا ہے۔

آپ کو خیر سے دیگر متعدد کتب تواریخ و سیر کے تراجم کرنے کی
 سعادت بھی حاصل ہے شاید یہی وجہ ہے کہ آپ خود کو مزید نمایاں کرنے کے

لئے اپنی ذاتی رائے کو حاشیہ پر درج کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ جبکہ متعدد مقامات پر آپ یوں بھی حق ترجمہ ادا کرتے ہیں کہ اصل متن کی کئی کئی سطور قلم انداز کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں جس کا واضح ترین مطلب یہ ہے کہ جو واقعہ یا روایت آپ کے مزاج کے خلاف ہو اُسے سرے سے ہی حذف کر دیا جائے اور اگر کسی ایسی روایت کو شہرت کی وجہ سے چھوڑنا ممکن نہ ہو تو پھر اُس کا اصل مفہوم اپنے حاشیہ کی بھول بھلیوں میں گم کر دینے کی کوشش ضرور کر ڈالی جائے۔

ہمارے سامنے آپ کی حاشیہ بندی کے متعدد اور نادر نمونے موجود ہیں جن کو تمام و کمال یہاں نقل کرنا، محض تصحیح اوقات ہو گا لہذا محض اسی حدیث پاک پر ہی آپ کی حاشیہ آرائی سپردِ قلم کرتے ہیں۔

پہلے آپ تاریخ الخلفاء کی اصل عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور اس پر از مترجم، کے عنوان سے ہی عجیب و غریب حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ !

ترمذی اور حاکم نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا !

”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں“ میں جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کی تحقیقات کو اپنی کتاب تحقیقات موضوعات میں تفصیل سے لکھا ہے۔

ابن جوزی اور نووی وغیرہ نے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے اور ان کی یہ تحقیق بالکل غلط ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

یہ حاشیہ

شہر کا دروازہ شہر کے باہر ہوتا ہے جس میں سے ہو کر شہر میں داخل ہوتے ہیں چونکہ تصوف کے تمام طریقے حضرت علی کے ذریعہ سے حاصل ہوتے ہیں جن کا سرچشمہ رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حضرت علی علم ولایت کے سردار ہیں غرضیکہ علم سے مطلق علم نہیں بلکہ علم ولایت مراد ہے وگرنہ مشاہدات کی خلاف ورزی ہوگی۔

اور کسی کے دل میں یہ وہم تک نہ آنے پائے کہ دیگر صحابہ راشدین کو علم ولایت حاصل نہ تھا واقعہ یہ ہے کہ باہر سے آنے والوں کے لئے دروازہ کے راستے کے بغیر شہر میں داخل ہونا ناممکن ہے لیکن جو حضرات کہ شہر میں مقیم ہوں ان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ شہری کام کاج انجام دینے یا شہر سے مزید استفادہ کے لئے شہر کے باہر جا کر پھر شہر کے دروازہ سے شہر میں داخل ہوتے رہیں بلکہ وہ شہر کے شہر میں رہتے ہوئے بخوبی افادہ و استفادہ کرتے ہیں ہر ایک کا رتبہ بلند اور ہر ایک کا رہائے نمایاں میں فائق و برتر، سب آپس میں برابر اور دوسروں سے برتر اور بلند و بالا ہیں۔

از مترجم ﴿تاریخ الخلفاء مترجم، مؤلفہ امام جلال الدین سیوطی﴾
﴿ترجمہ اقبال احمد گاہنلری مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۱۹۹﴾

توازن یہ غیر متوازن

جناب مترجم وحشی اگرچہ اُن بد عقیدہ لوگوں میں تو ہرگز شامل نہیں جنہوں نے مکمل طور پر تاریخ کا حلیہ بگاڑ دینے کی قسم کھا رکھی ہے تاہم آپ کو اُن لوگوں میں بھی شمار نہیں کیا جاسکتا جو قطعی طور پر جانبدار ہو کر مؤلف کے ٹھیک ٹھیک نظریات دوسری زبان میں منتقل کر دینے کے شرف سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

بہر حال ! آپ نے اپنے اس حاشیہ میں جو تخیلاتی موشگافیاں اور تصویری بوقلمونیاں فرمائی ہیں وہ ایک طرف تو آپ کے ذہنی خلجان اور دماغی خلفشار کی منہ بولتی تصویر ہیں اور دوسری طرف آپ کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہوا نظر آتا ہے جو محض توازن برقرار رکھنے کے لئے خود کو غیر متوازن کر لیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے قائم کردہ ذاتی نظریات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لافانی ارشادات و اشارات میں مدغم کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں یقینی طور پر متلون مزاجی کا شکار بھی ہونا پڑتا ہے اور اُن کے تصوّرات اور تخیلات میں بھی اضطراب و اضطراب کی جھلکیاں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔

شرعی حیثیت کیا ہے

چنانچہ مترجم صاحب جیسے جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر مشروط فرمانِ عالیہ کو محض اپنے تخیل کی بناء پر مسلسل مشروط فرماتے گئے ہیں۔ ان کا یہ شاخصانہ تمام تر غیر حقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ ناقابلِ فہم بھی ہوتا چلا گیا۔

مثلاً مترجم صاحب فرماتے ہیں کہ علم و لایت کی سرداری یقینی طور پر حضرت علیؑ کے لئے ثابت ہے کیونکہ تصوف کے تمام طریقے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریمؑ کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں مگر اس سے مُطلق علم مراد نہیں ورنہ مشاہدات کے خلاف ہوگا۔

اُن مشاہدات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کا تذکرہ مترجم صاحب نہیں کر سکے لہذا قرینِ قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے مشاہدات کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کس قدر حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ خود ہی یہ بتایا جا رہا ہے کہ تصوف کے وہ طریقے حضرت علیؑ علیہ السلام کے ذریعے سے ہی حاصل ہوتے ہیں جن کا سرچشمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حضرت علیؑ علم و لایت کے سردار ہیں اور خود ہی یہ حد بندی کی جا رہی ہے کہ اس سے مُطلق علم مراد نہیں۔

علم کی تقسیم کہاں سے کی ؟

اس مقام پر ہم یہ سوال ضرور کریں گے کہ مترجم صاحب اتنا تو بتا دیجئے کہ حدیث پاک ” اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَيَّ بَابُهَا “ میں کوئی ایسا لفظ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے جس کا یہ مطلب ہو کہ اس سے مُطلق علم مُراد نہیں بلکہ علم ولایت مُراد ہے اور اسی علم ولایت کے حضرت علیؑ سردار ہیں۔

علاوہ ازیں ہم آپ سے یہ معلوم کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ کے مشاہدات کی فہرست میں علوم ولایت میں کس کس بات کا علم شامل ہے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ مترجم صاحب تو کیا ان کا کوئی بڑا بھی ان اُمور کی حقیقت نہیں بتا سکے گا۔ اس لئے کہ محض اپنے تخیل کے زور پر پیدا کردہ تاویلات عام طور پر لائیکل ہی ثابت ہوتی ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضور سرور کونین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ اقدس میں ہرگز ہرگز کسی علم کی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ مُطلق طور پر آپ نے فرمایا ہے کہ !

” میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں

اور جو شخص بھی علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ

دروازہ سے ہو کر آئے۔“

اس حدیث پاک میں صاف طور پر یہ وضاحت موجود ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس بھی قسم کا علم کوئی حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے جناب شیر خدا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے واسطہ و وسیلہ سے ہی حاصل ہو گا۔

علاوہ ازیں مترجم صاحب کے مشاہدات کی وسعت کا عالم تو دیکھئے کہ آپ پر آج تک یہ مُکشف نہیں ہو سکا کہ علم ولایت یعنی علم طریقت علوم شریعت سے الگ کسی چیز کا نام نہیں بلکہ علوم شریعت کے منتہائی مقام سے علم طریقت کی ابتداء ہوتی ہے گویا علم شریعت، علم طریقت کا ہی جزو مَقْصُور ہوتا ہے۔

فرمانِ نبی غیر مشروط ہے

مترجم صاحب کا تصوّر اتنی شاخسانہ اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس کا واضح طور پر یہ مطلب ہوگا کہ علوم ولایت سے بہرہ ور ہونے والے حضرات یعنی اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علوم شریعت سے نابلد محض ہوتے ہیں حالانکہ کہ یہ قطعی طور پر غلط اور واہمہ ہے کیونکہ علم شریعت سے کما حقہ واقفیت کے بغیر علم طریقت کا حصول یا مقام ولایت پر فائز الہام ہونا ممکن ہی نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مقام طریقت پر متمکن ہونے والے حضرات ظاہر و باطن کے ہر دو علوم پر واقفیت رکھنے کی وجہ سے باطنی مسائل پر بھی گفتگو کرنے کے مجاز ہوتے ہیں جو بعض اوقات محض علوم ظاہر سے واقفیت رکھنے والوں کے

لئے باعث حیرت ہوتی ہے۔

بہر کیف! ہم بحث کو طوالت سے بچاتے ہوئے مترجم صاحب کو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم عالم ماکان و مایکون سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اقدس ”اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَيَّ بَابُهَا“ قطعی طور پر غیر مشروط ہے اس لئے اگر آپ اپنی محدود عقل و نظر کے مشاہدات کی بناء پر اسے مشروط کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ قطعی طور پر ناقابل تسلیم اور غلط بات ہوگی۔

اور پھر آپ کے مشاہدات پر کیسے بھروسہ کیا جاسکتا ہے جب کہ آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ علوم شریعت و علم ولایت و طریقت کا ہی ایک حصہ ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اخبار الاخیار شریف میں فرماتے ہیں کہ جب اُس ولی سے پوچھا گیا کہ شریعت و طریقت کا آپس میں کیا تعلق ہے تو آپ نے فرمایا کہ طریقت جان ہے اور شریعت جسم۔

بہر کیف! آپ مانیں یا نہ مانیں آپ کے یہ مشاہدات اس لئے بھی مسترد کر دینے کے قابل ہیں کہ آپ کے علم میں آج تک یہ بات بھی نہیں آسکی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام صحابہ کرام کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں علوم شریعت کے بھی سب سے بڑے عالم تھے۔

ہمیں تو حیرت ہوتی ہے کہ آپ متعدد کتب احادیث و سیر کے

تراجم کرنے کہ باوجود یہ تک نہیں جان سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے تمام علوم کا وارث اور اعلم الناس ہونے کا خطاب دے رکھا ہے۔

علاوہ ازیں جب آپ اس امر کو تسلیم کر رہے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام تر اہل ولایت کے سردار ہیں اور بقول آپ کے ولایت کے تمام سلسلے آپ پر ہی منتہی ہوتے ہیں تو پھر آپ کو اس واہمہ نے کیوں آگھیرا کہ اس بات کا وہم تک نہ آنے پائے کہ دیگر صحابہ راشدین کو علم ولایت حاصل نہ تھا، حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاہ ولایت ہونے سے دوسرے کسی بھی علم ولایت رکھنے والے کے علم کی نفی کا واہمہ پیدا ہونے کا کسی بھی طریقہ سے کوئی امکان موجود ہی نہیں، بلکہ اس میں تو دوسروں کو علم ولایت حاصل ہونے کا واضح ترین اثبات موجود ہے۔

واہمے کی پیداوار

جناب والا! یہ تمام تر شاخسانہ آپ کے اپنے ہی واہمے کی پیداوار ہے ورنہ کوئی بھی ذی شعور زیب عنوان حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں لے سکتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فصیح الناس، عالم علم ماکان و مایکون نے یہ فرمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بجائے محض دوسرے لوگوں کو کیا تھا۔ صحابہ راشدین سے آپ کی مراد اگر خلفائے راشدین سے ہے جیسا

کہ آپ کی آخری سطور سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر آپ کے تراشیدہ فارمولا کی خود سے ہی موت واقع ہو جاتی ہے کیونکہ اگر صرف انہی چار حضرات کو شہر کے اندر رہنے والے اور ان کے علاوہ دیگر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شہر کے باہر رہنے والے ثابت کیا جائے گا تو پھر ان صحابہ کرام کا کیا بنے گا جو بقول آپ کے ”مشاہداتی علم“ کے مختلف علوم شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست حاصل کرتے تھے۔“

علم حدیث کو ہی لے لیں

آپ علم حدیث کو ہی لے لیجئے، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ ابن مسعود، عبد اللہ ابن عباس اور ان کی مثل دیگر متعدد صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین بلا واسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سن کر حفظ کرتے تھے اور دوسروں تک پہنچاتے تھے۔

آپ پر شائد ابھی تک یہ حقیقت منکشف نہ ہو سکی ہو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ احادیث حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات سے چالیس گنا سے بھی زیادہ ہیں۔

اندریں حالات اگر آپ صرف خلفائے اربعہ کو ہی ساکنان اندرون شہر ثابت کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ ہر لحاظ سے غلط محض ہوگا۔

اور اگر آپ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ سب کے سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہر علم کے اندر رہنے والے ہیں اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا اطلاق محض غیر صحابہ پر ہوتا ہے تو اسے سوائے جہالت و سفاهت کے اور کوئی نام دیا ہی نہیں جاسکتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا براہ راست اور بالا صالت اطلاق ہوتا ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ہے اور دیگر تمام اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس حکم میں بالواسطہ اور بالنیابت شامل ہے۔

یقین جانیں کہ اگر آپ کو فی حدیث پر دسترس حاصل ہوتی تو آپ ہرگز اپنی ذاتی آراء اور ذہنی تاویلات سے حدیث پاک کے واضح ترین نفس مضمون کو چیستان بنانے کی کوشش نہ کرتے۔ ہاں! البتہ اگر آپ کو باب مہینۃ العلم، نفس رسول مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اس عظیم ترین فضیلت سے متصف ہونا کسی طرح ناگوار اور شاق گذار ہی تھا تو بہتر یہ تھا کہ اپنی ذاتی رائے ٹھونسنے کی بجائے محدثین کی بیان کردہ شروح کا مطالعہ کرتے، ممکن ہے کہ کسی دوسرے قابل فہم طریقہ سے آپ کے ذوق کی تسکین کا سامان فراہم ہو ہی جاتا۔

بہر کیف! اگر کسی طریقہ سے میری یہ معروضات آپ تک پہنچ جائیں تو آئندہ کے لئے دل سے عہد کریں کہ محض اپنی عقل سے کام لیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس کلام میں کبھی دخل اندازی

نہیں کریں گے۔

غور تو فرمائیں کہ آپ کا یہ تصور کس قدر ہولناک ہے کہ شہر کے اندر رہنے والے تو براہ راست استفادہ کرتے ہیں اور انہیں دروازے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ دروازہ شہر کے باہر ہوتا ہے جو صرف باہر سے آنے والوں کو ہی فائدہ دے سکتا ہے۔

علم کا شہر یا لوگوں کی رہائش گاہ

حضور والا، تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کو شہرِ علم فرمایا ہے، علم حاصل کرنے والوں کی رہائش گاہ نہیں فرمایا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خود ہی علم تھے اور ان صحابہ کرام کو حاصل کرنے کے لئے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذریعہ سے شہر میں داخل ہو جایا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو ساتھ لے کر واپس آ جایا کرتے۔

حیرت یہ ہے کہ آپ کو یہ تک معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا پیش کردہ فارمولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ اقدس کی توہین کے مترادف ہوگا اور آپ کے اُس مقصد کو ہی فوت کر دے گا جو آپ کا اس حدیثِ پاک بیان کرنے سے ہے۔

اس لئے کہ اگر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات

عالیہ کو ہی علم تسلیم کر لیا جائے کیونکہ بقول آپ کے وہ شہر کے اندر رہنے والے ہیں اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے کونسا مقام متعین کیا جائے گا، کیونکہ بقول آپ کے شہر کا دروازہ ہونے کی صورت میں شہر سے باہر ہیں، اور صرف باہر سے آنے والے حضرات کے دخول و خروج کا راستہ ہیں،،

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ،

آخر آپ پر آپ کی ظفر علی خاں مرحوم بننے کی کوشش بھی فضول محض ہے کیونکہ جانبداری کی انتہاء کر دینے کے بعد توازن قائم کرنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی۔

اصل معاملہ یہ ہے

جیسا کہ ہم زیرِ نظر مضمون کے آغاز میں قارئین کو بتا چکے ہیں کہ حدیثِ پاک ”اِنَّمَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلَيَّ بَابُهَا“ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل و مناقب کا ایک ایسا عمیق و موجِ سُمندر ہے جس کا نہ کسی نے کنارہ دیکھا ہے اور نہ ہی کوئی اس کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس مختصر مگر محیطِ کائنات جملے کی تشریحات کا سلسلہ لاکھوں صفحات تک پہنچ گیا ہے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے اگر یہ جملہ مجہِّدین کے قلوب کو مخصوص کیفیات و لذات سے ہمکنار کرتا ہے تو معاندین کی آنکھوں کا

خیرہ ہو جانا بھی غیر ممکن نہیں،،

بہر کیف! ہم آخر پر اقبال احمد موصوف کو انہی کے ایک بزرگ کی
تحریروں کے آئینہ میں باب مدیۃ العلم کے علوم کا ہلکا سا عکس پیش کرتے ہیں
شائد کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

گُلہائے رنگارنگ

درج ذیل مضمون غیر مقلدین کے امام و پیشوا علامہ وحید الزماں کی
لُغت حدیث پر معروف تالیف ”انوار اللُغت“ کے چند اقتباسات سے
ترتیب دیا گیا ہے تاکہ موجودہ دور کے وہ غیر مقلد علماء جو وہابیت اور
خارجیت کے درمیان ذرّہ برابر بھی حدّ فاصل دیکھنا گوارہ نہیں کرتے اپنے
سلف کا ہی کچھ احترام کریں۔

اگرچہ یہ بات ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس فرقہ کا ہر شخص
اپنے آپ کو اپنی ہی ذات میں ایک انجمن تصوّر کرتا ہے اور ہر مسئلہ کو براہِ
راست قرآن و حدیث سے اخذ کرنے کا دعویدار ہے حالانکہ یہ محض خود فریبی
ہے۔

بہر کیف! ہم ایک موہوم سی اُمید پر قصر تحقیق و تجسس کو گُلہائے
رنگارنگ سے آراستہ کر رہے ہیں کہ شائد کبھی بھٹکتی ہوئی کوئی رُوح چند لحّات
کے لئے اس چنستانِ محبّت و مودّت میں گزار کر دائمی کیف اور ابدی قرار

حاصل کر لے۔

اس وضاحت کے ساتھ ہی اب آپ بلاتا خیر علوم حیدر کٹر کے متعلق پیشوائے وہابیہ، سرخیل غیر مقلداں، صاحب تصانیف کثیرہ حضرت علامہ مولانا وحید الزماں غیر مقلد کی صرف ایک کتاب کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

دروازہ سے نہ آنے تو چور ہے

حدیث پاک ”انادار العلم یا مدینۃ العلم و علی بابھا“ میں علم کا گھریا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، کی شرح کرتے ہوئے علامہ وحید الزماں غیر مقلد رقمطراز ہیں، کہ !

گھر میں آدمی دروازہ سے ہی آتا ہے جو اوپر سے آئے گا وہ اچکا چور ہے اسی طرح پکا عالم وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت یعنی حضرت علیؑ اور آپؐ کے ذریعہ سے علم حاصل کرے۔ اہل بیت کی رائے اور اجتہاد کو دوسروں کی رائے اور اجتہاد پر مقدم رکھے اُن کی محبت قلبی منجملہ لوازم ایمان سمجھے ورنہ وہ ایک چور ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کرتا ہے۔ اور آپؐ کے حکم کے خلاف چلتا ہے اور پھر آپؐ کی اُمت بن کر نجات کا طالب ہوتا ہے۔

﴿انوار اللغۃ پارہ دوم صفحہ ۷۷﴾

﴿راز علامہ وحید الزماں﴾

اقوال شیخین سے بڑھ جاتے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کہ ! ”میرا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک گڑھا“ کی شرح کرتے ہوئے علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں کہ !

”اب جو لوگ علم شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ انہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو کہ قرآن و احادیث کے بہت بڑے عالم تھے، کہ اس قول پر غور کرنا چاہئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں جو دلائل اس مقام پر دیئے ہیں، اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کے اقوال کا پورا استعیاب نہیں کیا ہے۔ اگر یہ سب اقوال جمع کئے جائیں تو شیخین کے اقوال سے بہت بڑھ جاتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کہ ”اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا“ ہمارے مطلوب کو پورا ثابت کرتا ہے۔

﴿انوار اللغت پارہ چہارم صفحہ ۳۶﴾

میرا تو یہ عقیدہ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول کہ ”میرا علم حضرت علیؑ کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا گڑھا“ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ وحید الزماں مزید لکھتے ہیں کہ

سُبْحَانَ اللَّهِ! عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو کہ اس اُمت کے جبر یعنی بہت بڑے عالم گئے جاتے ہیں، جب وہ اپنے علم کی نسبت حضرت علیؑ کے علم سے ایسی نسبت بیان کریں تو ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کا علم وسیع ہوگا میرا تو اعتقاد یہ ہے اور اسی اعتقاد پر اٹھوں گا کہ حضرت علیؑ علم و شجاعت اور شرافت نسب میں تمام صحابہؓ سے افضل ہیں۔

﴿انوار اللغۃ بارہ ۲۱ صفحہ ۵۷﴾

حَلُّ الْمُسْكَات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول،

”أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ كُلِّ مَعْضَلَةٍ لَيْسَ لَهَا أَبُو الْحَسَنِ“ کی تشریح کرتے ہوئے وحید الزماں رقمطراز ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی پناہ اُس مشکل مسئلہ سے جس کے حل کرنے کیلئے ابوالحسن یعنی علیؑ موجود نہ ہوں۔ تو میں کہتا ہوں کہ یہاں سے حضرت علیؑ کا تبحر علمی سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عمرؓ جو کہ دین کے بہت بڑے عالم تھے۔ اور دوسرے صحابہؓ نے

مشکل مسائل میں آپؐ کی طرف رجوع کیا۔
 حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ جیسے فتونِ حرب و سپہ گری اور شجاعت و
 بہادری میں طاق تھے ویسے ہی علومِ شریعت و طریقت میں بھی مرجعِ آفاق
 تھے۔

مخالف کی گواہی

”وقد جارتہ مسألة مشكلة، فقال معضلة ولا
 ابا حسن لها“ امیر معاویہ کے قول کی تشریح میں لکھا کہ،
 بڑا مشکل مسئلہ ہے اور کوئی ابوالحسن اس کو حل کرنے کے لئے نہیں
 ہے یعنی حضرت علیؑ کے مانند کوئی ایسا عالم موجود نہیں جو اس سوال کا جواب
 دے حالانکہ معاویہؓ حضرت علیؑ سے دشمنی اور بغض رکھتے تھے مگر ان کے علم
 و فضل کے قائل و معترف تھے۔ ”الفضل ما شهدت به الاعداء“
 ﴿انوار اللغات پارہ ہیژدہم صفحہ ۱۳۵﴾

افضل شہادت

امیر معاویہ کے قول ”كان النبي يغو علياً با لعلم“ کی شرح
 کرتے ہوئے علامہ وحید الزماں رقم طراز ہیں،
 معاویہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کو علم
 کے لقمے بنانا کرکھلاتے تھے، جیسے پرندہ اپنے چوزے کو کھانے کے لقمے اُس

کے حلق میں ڈالتا ہے۔ ”الفضل ما شهدت به الاعداء“
 معاویہ حضرت علیؓ کے بڑے مخالف تھے مگر ان کے دُورِ علم کے قائل
 تھے اور کئی مشکل مسائل دُوسروں کے ذریعہ سے حضرت علیؓ سے حل کراتے
 تھے۔ خود حضرت عمرؓ نے کئی مسائل میں حضرت علیؓ سے مدد لی۔

﴿انوار اللفٹ پارہ ۱۸ صفحہ ۲۶﴾

تعجب ہے ، جرأت نہ فرماتے

بہر حال! حضرت علیؓ علوم شریعت اور رموزِ طریقت میں تمام صحابہ
 سے فائق اور معدنِ علم و وقار تھے جتنے مسائل اور اُصولِ شریعت اور کلماتِ
 حکمت آپؓ سے منقول ہیں اتنے کسی صحابی سے منقول نہیں ہیں۔ اور مجھ کو شاہ
 ولی اللہ صاحب کی اس تحریر پر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے ازالۃ الخفاء
 میں یہ فرمایا ہے کہ اُصولِ شریعت اور احکامِ فقہی جتنے شیخین سے منقول ہیں
 حضرت علیؓ سے اتنے منقول نہیں ہیں اگر وہ کتبِ حدیث کو باستقصاء ملاحظہ
 فرماتے تو ہرگز ایسی تحریر پر جرأت نہ فرماتے۔ الخ

ایک کھلی دلیل اس کی یہ ہے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش ہوتا تو
 صحابہ کرامؓ آپؓ کی طرف رجوع کرتے لیکن آپؓ کی طرف رجوع نہ
 کرتے یہاں تک کہ عرب میں مثل مشہور ہو گئی ”قضیۃ ولا اباحسن لها“

اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ! ”لَوْ لَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ عَمْرٌ“ مسئلہ

منبر یہ جیسے مشکل سوال کو آپ نے خطبہ میں ہی منبر پر فی البدیہہ حل کر دیا میری اس تحریر کا یہ مقصد نہیں کہ شیخین کا علم وسیع نہ تھا بلاشبہ وہ بھی دین کے بہت بڑے عالم تھے مگر اُن کو حضرت علیؑ سے اعلم قرار دینا محض بے دلیل ہے۔

حضرت علیؑ باریک اور مشکل مسائل کو سب صحابہ کرامؓ سے زیادہ جانتے تھے جن سے لوگ حیران ہو جاتے ہیں۔

﴿انوار اللغت پارہ ۱۳ صفحہ ۸۲﴾

غلط فہمی کا ازالہ

آج کل بعض وہابیہ عوام کو بھی یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ علامہ وحید الزماں پہلے شیعہ تھے پھر اہلسنت یا غیر مقلد ہو گئے چنانچہ اُن کی غیر مقلد ہونے سے قبل کی تصانیف میں عقیدہ روافض پایا جاتا ہے اور کبھی یوں کہتے ہیں کہ پہلے اہلسنت یا غیر مقلد تھے بعد میں شیعہ ہونے کے بعد کی کتب میں شیعوں کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ یہ چونکہ ان لوگوں کا گھریلو معاملہ ہے اس لئے ہم اس میں مداخلت تو نہیں کر سکتے تاہم اتنا ضرور کہیں گے کہ علامہ وحید الزماں کی تمام تر تصانیف مع تراجم و حواشی صحاح ستہ المشہور میں اُن کا عقیدہ اہلیت کرام کے بارے میں یہی ہے جس کا نمونہ اوپر بیان ہوا اور یہ عقیدہ عین عقائد صحابہ اور سلف صالحین اہلسنت کے مطابق ہے، حالانکہ تقلید کے معاملہ میں وہ متعصب غیر مقلد ہیں۔

بہر کیف ! علامہ وحید الزماں کے بارے میں ہمارا تحقیقی مقالہ اُن کی کتاب ہدیۃ المہدی جس کا ہم نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے میں مقدمہ کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں، تاہم یہاں پر اسی کتاب انوار اللغت کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ کم از کم یہ کتاب اُن کے رافضی ہونے کے دور کی لکھی ہوئی نہیں۔

علامہ وحید الزماں دشمنانِ اہلیت کا تذکرہ کرنے کے بعد اسی کتاب میں رقم طراز ہیں۔

دوسری طرف تبرائی رافضیوں کا شور ہے جو آنحضرتؐ کے جاثرا اور مخلصین صحابہؓ اور خلفائے راشدینؓ اور محبوبہ خاص پیغمبر صاحب جناب اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو برا کہتے ہیں اور خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے۔

﴿انوار اللغت پارہ ۳ صفحہ ۸۶﴾

ہم اہلسنت کا مشرب

کتاب مذکور میں اُنہوں نے اس سے پہلے ایک مقام پر لکھا ہے، ہم اہلسنت کا یہ مشرب نہیں کہ کسی پر لعنت کرنا یا کسی فرد کو بُرا کہنا جزوِ ایمان سمجھیں جیسے حضرات امامیہ کا مذہب ہے۔

﴿انوار اللغت پارہ ۳ صفحہ ۱۰﴾

ابوبکرؓ برحق خلیفہ ہیں

علامہ وحید الزماں آگے چل کر اسی کتاب میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت حقہ کی تائید و تصدیق ان الفاظ میں کرتے ہیں،

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا تو حضرت عمرؓ کی خلافت صحیح ہوئی کیونکہ خلیفہ برحق نے انہیں خلیفہ بنایا،

﴿انوار اللغت پارہ ۱۸ صفحہ ۱۶﴾

علاوہ ازیں بھی اس کتاب کا ایک ایک لفظ ان کے غیر مقلد اور مسلک اہلسنت پر گامزن ہونے کی نشان دہی کرتا ہے اور اس پر سینکڑوں شواہد اسی کتاب سے پیش کئے جاسکتے ہیں مگر طوالت بیکار ہوگی مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر مندرجہ بالا تین تحریریں ان کے مسلک کی وضاحت کے لئے بہر طور کافی ہیں۔

اور بھی تو ہیں

بلاشبہ غیر مقلدین وہابیہ کے گروہ میں اکثریت انہیں لوگوں کی ہے جنہوں نے دین کا خلیہ بگاڑنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ توحید کے نام پر توحید کی صورت مسخ کرنے والے یہی لوگ ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ ان کے ہاں جو

تصویرِ رسالت و ولایت پایا جاتا ہے اُس سے نہ رسول کا رسول ہونا ثابت ہو سکتا ہے اور نہ کسی ولی کی ولایت کا اثبات ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں! ان لوگوں کے خود ساختہ عقائد اس قدر وسعت اختیار کر گئے ہیں کہ دورِ اول کے خوارج و نواصب بھی سرپیٹ لیتے ہوئے جن کا نمونہ آپ اس کتاب کے آئینہ میں دیکھ ہی چکے ہیں اور جلد سوم میں مزید ملاحظہ فرمائیں گے،

بائیں ہمہ ان لوگوں میں ایسے خوش نصیب حضرات کی کمی نہیں جو غیر مقلد تو ہیں مگر اہلسنت کے پاکیزہ عقائد سے بھی یکسر تہی نہیں جن میں نواب صدیق حسن بھوپالی، حضرت علامہ وحید الزمان، حضرت علامہ سید سلیمان سلمان منصور پوری، حضرت علامہ محمد ابراہیم میرسیا لکوٹی رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان جیسے دیگر اکابرین وہابیہ ہیں۔

انہی حضرات میں غیر مقلدین کے پیشوا و مقتداء گروہ غزنویہ ہے جن میں حضرت علامہ سید داؤد غزنوی اور حضرت علامہ سید ابوبکر غزنوی کی ذواتِ مبارکہ پیش پیش ہیں۔

بطورِ خاص وحید الزمان اور سید ابوبکر غزنوی دو بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے فرقہ کے مطلق العنان علماء کی شدت وحدت کو نہ صرف قلب کی گہرائیوں سے محسوس کیا بلکہ انہیں عقائد حقہ کے قریب لانے کی بھی بھرپور کوشش کی خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ان کو اپنا مقتدا تسلیم

کرنے والوں کو اُن کی باتوں پر غور کرنے کی توفیق نصیب فرمائے،

معاف کیجئے گا

پاساں مل گئے کو کعبے کو صنم خانے سے
قارئین ! معاف کیجئے گا کہ راہوار قلم بے قابو ہو کر ایک نئی سمت کو
مڑ گیا اور بات سے بات پیدا ہونے والی بات ہو گئی ہے مگر ہر بات میں کوئی
نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے اس لئے آپ بھی میرے قلم کے ساتھ ساتھ چلیں
انشاء اللہ آپ شریک سفر رہے تو راستہ دُشوار ثابت نہیں ہوگا اور پھر جلد ہی ہم
اپنی منزل کی طرف لوٹ آئیں گے۔

جیسا کہ آپ اُوپر کی سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ طائفہ غیر
مقلدین میں خاندانِ غزنویہ معتدل مزاج لوگوں پر مشتمل تھا اور اُن لوگوں
نے جب اپنے ساتھیوں کی اسلام کے بنیادی عقائد سے برگشتگی ملاحظہ کی تو
حتیٰ الامکان اُن کی اصلاح کرنا چاہی مگر مرضِ بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی،
کے مصداق نتائج برعکس ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔

ذیل میں ہم اس خاندان کے جلیل القدر بزرگ حضرت علامہ سید
ابوبکر غزنوی کی چند عبارات پیش کر رہے ہیں جس سے ہمارا مقصد صرف یہ
ہے کہ ایک تو وہابیہ کو پتہ چل جائے کہ اُن کے علامہ وحید الزمان صاحب اگر
محبت و مودتِ اہل بیت رسول کا درس دیتے ہیں تو اس کا مطلب اُن کا شیعہ

ہونا نہیں لیا جاسکتا اور دوسرا ہمارا مقصد یہ ہے کہ وہابیہ منزلِ خوارج میں داخل ہونے سے قبل ایک بار پیچھے مُڑ کر بھی دیکھ لیں، ہمیں یقین ہے کہ اگر یہ لوگ تشدد و تعصب کو چھوڑ کر انصاف پسندی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیں تو ان کے ذاتی فائدے کے علاوہ ملک و ملت کی سلامتی کی بھی بہت بڑی ضمانت ہو گی،

بہر کیف! حضرت علامہ سید ابو بکر غزنوی کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جو جو انہیں محبوب تھا ہم بھی انہیں چاہیں اور ان سے پیار کریں جن جن سے انہیں تعلق خاطر تھا ہم بھی ایک قلبی رابطہ ان سے محسوس کریں اور ان کا ادب و احترام کریں، ان کی تعظیم و توقیر روح کی گہرائیوں سے محسوس کریں۔ اگر ہم ایسا محسوس نہیں کرتے تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہماری محبت میں نقص ہے۔ اور ہم محبتِ رسول ہونے کا ہزار دعویٰ کریں اگر یہ کیفیت نہیں تو یہ حُبِ رسول محض ایک فریب ہے۔ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے، وہ لباس جو محبوب پہنتا ہے اور جس میں اسکی خوشبو بسی ہوتی ہے جی کو بھلا معلوم ہوتا

ہے۔

صحابہ سے پوچھو

ان کیفیتوں کا حال صحابہ کرامؓ سے پوچھو، آپ کے وضو سے جو پانی
 بچ جاتا، صحابہ کرامؓ اُس پر جھپٹ پڑتے اور تبرکاً اور تینمنا اپنے جسم پر ملتے
 تھے، آپ کا لعاب مبارک صحابہؓ کے ہاتھوں پر گر جاتا تھا آپ حجامت کرواتے
 تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشقوں کا آپ کے گرد ہجوم ہوتا تھا اور آپ
 کے بالوں کو سر سے اُترتے ہی اُچک لیتے،

اہل بیت سے محبت کرو

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے، اُس
 کی گلیاں عزیز، اُس کا آستانہ عزیز، اُس کا پیرا ہن عزیز، اُسکی جوتیاں عزیز،
 اُس کا گھرانا عزیز، اُس کے خادم عزیز،

پس اُس ذاتِ اطہر و اقدس کی محبت کا بدیہی تقاضا ہے کہ اہل بیت
 سے محبت ہو جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

”احبونی لحب اللہ واحبوا اہل بیئتی لحبی“

﴿ترمذی﴾

یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی بنا پر مجھ سے محبت کرو

اور میری محبت کی بنا پر میرے ﴿اہل بیت﴾ گھرانے

کے افراد سے محبت کرو۔

پاکیزہ گھرانہ

پھر گھرانہ بھی وہ کہ خود خداوند تعالیٰ آخری صحیفہ آسمانی میں اُن سے خطاب کرتا ہے اور اُن کی طہارت اور پاکیزگی کا اعلان کرتا ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا.

﴿سورة الاحزاب آیت ۳۳﴾

اے پیغمبر کے گھر والو! خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دور کر دے اور تمہیں پاک و صاف کر دے۔

درود و سلام بھیجو

وہ جن کی عظمت و عزت کا یہ عالم ہو کہ قرآن مجید میں اُن پر صلوة و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہو جب یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا.

﴿سورة الاحزاب آیت ۵۶﴾

”یعنی بلاشبہ اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر

درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام

”بھیجو۔“

ایک صحابی نے آپ سے دریافت کیا،
 امرنا اللہ ان نصلی علیک یا رسول اللہ ! فکیف
 نصلی علیک؟

یعنی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درود
 بھیجیں۔ آپ ہمیں سکھائیں کہ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟
 تو آپ نے ارشاد فرمایا یوں کہو!

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
 صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ
 حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

﴿صحیح مسلم جلد اول﴾
 ﴿قرئت کی راہیں صفحہ ۸۶، ۸۷﴾

قرآن اور اہل بیت

وہ جن کے مجدد و شرف کا یہ مقام کہ حجۃ الوداع کے خطبے میں کتاب
 اللہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا ذکر کیا اور فرمایا!
 ”انا تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و اہل بیتی“

﴿مسلم﴾

یعنی میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ چلا
 ہوں اور وہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اور میرے گھرانے

کے افراد ہیں۔

سفینہ نوح

وہ جن کی فضیلت کعبے کا دروازہ تھام کر آپ نے یوں بیان فرمائی۔

”الا ان مثل اهل البیتی فیکم مثل سفینة

نوح من رکبھا نجاء ومن تخلف عنها هلك.“

﴿مسند امام احمد عن ابی ذر﴾

یعنی دیکھو! میرے اہل بیت کی مثال تم میں
کشتی نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہوا وہ بچ گیا جو
دور رہا ہلاک ہوا۔

کیا سلوک کرتے ہو؟

وہ جن کے احترام کو ملحوظ رکھنے کے لئے آپ نے نصیحت فرمائی۔

ولن يتفرقا حتى يرد علي الحوض

فانظروا كيف تخلفوني فيها،

﴿مسند احمد﴾

”یعنی کتاب اللہ اور اہل بیت ہر گز ایک

دوسرے سے جدا نہیں ہونگے حتیٰ کہ وہ حوض کوثر پر

میرے پاس پہنچ جائیں گے پس خیال رکھنا کہ میرے

بعد تم ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔“

خصوصی محبت

بالخصوص حضرت حسن اور حسین علیہ السلام سے آپ کو ایک خاص قلبی لگاؤ تھا۔ اُن کی پیدائش مبارکہ کے وقت خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے کان میں اذان دی تھی اور اُشھد اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کی صدا اُن کی رُوح میں اتار دی تھی اور اپنا العابد دہن مبارک اُن کے منہ میں ڈالا تھا۔

آپ انہیں چومتے تھے اور سینے سے لگا کر انہیں بھیجتے تھے مسند امام احمد میں ہے ”یفم الیہ حسناً وحسیناً“ وہ لوگ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار و برکات کی معرفت حاصل ہے، سمجھتے ہیں کہ یہ کیسی سعادت عظمیٰ ہے جو حضرت حسن اور حضرت حسین کے حصے میں آئی۔

بارگاہ رسالت اب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جن کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ آپ فرمائیں۔

”هذان ابناي و ابنا ابتي اللهم اني

احبهما فاحبهما و احب من يحبهما.“

﴿ترمذی من تحفة الاھوزیہ ۳۳۹﴾

”حسن اور حسینؑ یہ میرے بیٹے ہیں اور میری

بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا

ہوں تو بھی ان کو اپنا محبوب بنا اور جو ان سے محبت

کرے تو بھی اُس سے محبت کر۔“

سردارانِ جنت

وہ جن کے بارے میں آپ فرمائیں،

”الحسن و الحسنین سید الشباب اہل الجنة“

یعنی حسنؑ اور حسینؑ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں،

﴿ترمذی﴾

خطبہ چھوڑ دیا

وہ جن پر آپ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سرخ قمیض پہنے ہوئے آئے اور چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے اور دونوں کو گود میں اٹھالیا اور فرمایا !

”اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے تمہارا مال اور اولاد

آزمائش ہی تو ہیں میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا

کہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا

اور اپنی بات قطع کرتے ہوئے ان کو اٹھالیا“

اصحابِ ثلاثہ تعظیم بجا لاتے تھے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو بعض

روایتوں کے مطابق حضرت حسینؑ کی عمر مبارک سات برس تھی اور البدائیہ والنہایہ میں ہے۔

”کان الصدیق یکرّمه وبعظمه وکذالک

عمر و عثمان۔“

یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت حسین علیہ

السلام کا احترام کرتے تھے اور اُن کی تعظیم بجالاتے

تھے اور یہی حال حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا تھا۔

یہ بیان حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جو نہایت محتاط مؤرخ اور بلند پایہ محقق ہیں اور انہوں نے یہ کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت حسین علیہ السلام سے محبت کرتے تھے بلکہ یہ کہا ہے کہ اس پانچ سات سال کے بچے کی تعظیم بجالاتے تھے۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا بہت احترام

کرتے تھے۔

ایک بار بہت سے لوگ مسجد نبویؐ میں بیٹھے ہوئے تھے اتفاق سے

حضرت امام حسین علیہ السلام کا اُدھر سے گزر ہوا تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہنے لگے۔

”میں تمہیں بتاؤں کہ زمین میں رہنے والوں میں سے آج آسمان

والوں کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے اور وہ یہی ہے جو جا رہا ہے۔“

صحابہ کرام کو جو محبت و عقیدت جنابِ حسنؑ اور جنابِ حسینؑ سے تھی
اُس کا سرچشمہ وہی عشق اور والہانہ شیفتگی تھی جو اُن کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے تھی۔

اک بات اُس میں پائی تھی شوخیِ یار کی
ہم نے بھی اپنی جان لڑا دی قضا کے ساتھ

﴿قربت کی راہیں صفحہ ۸۸ تا ۹۰﴾

دلوں میں جہانکو

پس جس گھرانے کی محبوبیت کا یہ عالم ہوا اُس کی محبت اور یاد میں جو
صبحیں اور شامیں بسر ہو جائیں حاصلِ عمر رہیں گی۔
اُن کی مدح و توصیف میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں کم
ہیں۔

اُن کی یادِ دُرُوح کی پاکیزگی اور طہارت کا سامان ہے۔
ساتھیو! اپنے حریمِ دل میں جھانک کر دیکھو اگر اس میں اہلِ بیت
کی محبت اور بالخصوص حسینؑ بنِ فاطمہؑ کی محبت نہیں پاتے ہو تو یقین کرو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمہاری محبت بھی محض فریبِ نفس ہے۔
صحابہ کرام کو دیکھو کہ آپ کا پسینہ، آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی حتیٰ کہ
آپ کا لعابِ دہن مبارک بھی انہیں عزیز تھا۔

پھر آہ صد ہزاراں آہِ حراماں اگر تم اپنے سینوں کو حسینؑ بنِ علی فاطمہؑ

بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور تعظیم سے خالی پاتے ہو یہ بہت بڑی محرومی اور شقاوت ہے۔ تم یقین کرو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اگر تمہارے رگ و پے میں اتر جائے تو تم اُنکے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کا بھی ادب کرو۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟

آہ! یہ کیسی للہیت ہے کہ موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء عین منبر رسول پر کھڑے ہو کر اُس محبوب کی بارگاہ رسالت، اُس جگر گوشہ، بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں۔

وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا، وہ جنگی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان و اسلام کی معرفت حاصل ہوئی، تم کو کیا ہو گیا کہ تم اُن کی ہی عیب چینیاں کرتے ہو، پھر اس عیب چینی اور خوردہ گری کے لئے تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے سوا کوئی اور جگہ نہیں ملتی، پھر تم اپنے لب و لہجہ کو تو دیکھو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شمر بن الجوشن، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت کے خلاف مقدمے میں تمہیں اپنا وکیل بنا لیا ہے۔

حدیث قدسی ہے !

”من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب“

جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے میں

اُس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں،

حضرت حسینؑ کے ولی اللہ ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے، وہ صحابی بھی تھے اور اہل بیت میں سے بھی تھے، وہ صرف صحابی ہی نہ تھے، جلیل القدر علماء صحابہ میں سے تھے، وہ صرف اہل بیت ہی میں سے نہ تھے، محبوب بارگاہ رسالت بھی تھے، پس حضرت حسینؑ کی شانِ اقدس میں گستاخی، ان کی تنقیص، اُن کے بارے میں سوئے ادب سراسر موجبِ حرماں ہے۔

اَزْ خُدا خَواہِمِ تَوفِیقِ اَدبِ
بے اَدبِ مَحْرُومِ مَآئِزِ فَضْلِ رَبِّ

﴿قوت کی راہیں صفحہ ۹۱، ۹۲﴾

جِزّاحی کا عمل نا گزیر ہے

ساتھیو! محض تمہارا جی بہلانے کے لئے یا تمہیں خوش کرنے کے لئے تو میں وعظ نہیں کہتا، خُدا تعالیٰ محض اپنی رضا اور خوشنودی کے لئے وعظ کہنے کی توفیق دے، تمہاری رنجش اور تمہاری خوشنودی سے کیا ہوتا ہے۔

اَز رُذْوَ اَز قَبولِ تَو فارغِ نَشْتہ اَیْمِ

اے آنکہ خُوبِ مَآئِشَاسِ اَز زِشتِ مَآ

وہ بیماریاں جو تم میں اور مجھ میں نہیں ہیں میں اُن پر بات کیوں کروں کہ ایسا کرنا محض تَضیعِ اوقات ہو، وعظ کہنے کا مقصد تو اصلاحِ حال ہے،

کبھی مادہ فاسد کے اخراج کے لئے جراحی کا عمل ناگزیر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نشتر لگتا ہے تو مریض کو تکلیف ہوتی ہے مگر یہ تکلیف بڑی سو مند ہے دوستو !

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

﴿قربت کی راہیں صفحہ ۹۲، ۹۳﴾

منبرِ رسول کی توحین

سید ابو بکر غزنویؒ کی کتاب ”قربت کی راہیں“ کے چند اقتباسات محض غیر مقلد حضرات کے مسلسل بگڑتے ہوئے عقائد کی اصلاح کے لئے بلا کم و کاست تحریر کر دیئے گئے ہیں ممکن ہے کہ عباسی وغیرہ کے دامِ تزویر میں پھنسنے والا نوگرفٹار بلا ان سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی اصلاح کر لے۔

محترم غزنوی صاحب کی مندرجہ بالا عبارات اس امر کی صاف طور پر غماز ہے کہ اُن کے اپنے فرقہ کے لوگ فی الواقع منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی اور توہین و اہانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

بہر حال اُنہوں نے نہایت احسن طریقہ سے اپنی جماعت کی گرفت کی ہے اللہ تعالیٰ اُن کی اس سعی سعید کو منظور و مشکور فرمائے۔

آمین بجا و سید المرسلینؐ

یہ نئی بات نہیں

غیر مقلدین وہابیہ حضرات جو خود کو بزعم خویش اہل حدیث اور محمدی ہونے سے موسوم کرتے ہیں پیش ازیں بھی خوارج کے وضع کردہ مسائل پر ہی جان چھڑکتے تھے جس کے متعدد شواہد ہماری دیگر تصنیف کردہ کتب میں موجود ہیں تاہم ان میں بعض ایسے اعتدال پسند حضرات موجود رہے اور ہیں جن کا مقصد محض تقلید شخصی سے فرار حاصل کرنا تھا حالانکہ وہ بھی بیشتر مسائل ان علماء سے اخذ کرنے پر مجبور ہیں جو بذات خود تقلید شخصی میں جکڑے ہوئے ہیں جیسا کہ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، محمد بن عبد الوہاب نجدی وغیرہم۔ تاہم ان لوگوں کو ایک امام کی بجائے متعدد مقلدین کی تقلید میں گرفتار ہونے کے علاوہ اپنے طائفہ میں رہتے ہوئے بھی یہ امتیاز حاصل کر رہا کہ انہوں نے چند فروعی مسائل کے علاوہ اپنے منقولہ بالا اسلاف کی ان باتوں سے سخت پرہیز کیا جو انہوں نے توہین خدا اور رسول اور اہانت اہل بیت و اولیاء کہ ضمن میں کی تھیں ان خوش نصیب حضرات میں سے دو بزرگوں کی تصریحات قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

تاہم یہ امر مسلم ہے کہ اس عالی اور تشدد طائفہ کی اکثریت شروع سے ہی خوارج کے متعین راستوں پر گامزن بھی ہے اور ان عقائد کی ترویج و ترقی کے لئے بھی کوشاں ہے اگرچہ برصغیر میں ان کی شدت وحدت میں

اضافہ چند سال قبل سے ہی ہوا ہے اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں قابلِ مذمت گفتگو کا انداز بھی انہوں نے اپنے شیخ اور امام ابن تیمیہ کی منہاج السنۃ سے اپنایا ہے اور مقام رسالت و ولایت کا توہین آمیز تعین بھی انہوں نے ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی کتاب الوسیلہ صراط المستقیم اور اثاثۃ الافہان وغیرہ سے کیا ہے۔

اگر آپ غیر مقلد ہیں ؟

ہم یہاں ان لوگوں سے ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ غیر مقلد ہیں تو پھر بطور خاص ابن جوزی، ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کے اخذ کردہ مسائل کو کیوں حرزِ جاں بنا رکھا ہے آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ مسائل ضروریہ کی تخریج قرآن و حدیث سے براہِ راست کرتے ہیں تو پھر آپ اس دعوے کو اپنے کردار و عمل سے مدلل و مبرہن کیوں نہیں کرتے۔

کیا آپ کی مزعومہ صحاح کتب سنۃ میں ایسے عقائد موجود ہیں جو ابن تیمیہ وغیرہ نے بیان کئے ہیں ؟

کیا ان کتب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے اس قسم کا سلوک کرنا موجود ہے جو آپ کرتے ہیں ؟

کیا ان کتب حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہی تصور

پیش کیا گیا ہے جو آپ کرتے ہیں ؟

کیا اس مزمومہ صحاح میں کوئی ایسی حدیث موجود ہے جس میں بتایا گیا ہو کہ ابن حزم اور ابن تیمیہ کے افکار کو ہی جزو ایمان بنا رکھنا ہے ؟

اگر یہ بات نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آپ کیا ہیں ؟ جو ایک طرف چاروں اماموں کی تقلید کو کفر تک کہہ دیتے ہیں اور خود ایک ایسے شخص کے دام تقلید میں پھنسے ہوئے ہیں جو مقلد بھی ہے اور نئے نئے عقائد بھی خود ہی وضع کرتا ہے۔

ہم باب دوم میں آپ کے امام ابن تیمیہ کا تبصرہ پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے حدیث پاک ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ پر کیا ہے تاہم پیش ازیں چند معتبر کتابوں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جن میں اس حدیث پاک کو درست تسلیم کر کے نقل کیا گیا ہے جبکہ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو قرآن و حدیث سے نہیں بلکہ اپنی عقل کے زور سے جھٹلاتے ہوئے مسٹر دیکھا ہے۔

الموضوعات کا تعاقب

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے ابن جوزی کی کتاب ”الموضوعات“ کے رد و ابطال میں باقاعدہ طور پر ایک کتاب مسمیٰ بہ ”التعقبات موضوعات“ تالیف فرمائی ہے اور اس میں حدیث پاک ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ کے حسن حدیث ہونے پر بے شمار شواہد

پیش کرتے ہوئے ابن جوزی کی تردید کی ہے تاہم آپ نے اسے دیگر متعدد کتب کے علاوہ اپنی عظیم تالیف ”جامع الصغیر“ میں بھی نقل کیا ہے۔

اس کتاب کے متعلق امام جلال الدین سیوطی دعوے سے کہتے ہیں کہ تخریج روایات کے معاملہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے اور کوئی وضعی اور جھوٹی روایت اس کتاب میں موجود نہیں۔ آپ فرماتے ہیں،

”اقتصرت فيه على الاحاديث وجيزه، ولخصت فيه من معادن الاثر بریزه وبالغت في تحرير التخریج فتركت القشروا خذت اللباب وضته عما تفرد به وضاع أو كذاب“

﴿الجامع الصغير مطبوعه مصر ص ۴﴾

اب اسی کتاب سے مذکورہ بالا حدیث کی عبارت ملاحظہ فرمائیں،

”انا مدينة العلم و على بابها فمن أراد العلم فليات

الباب“

﴿الجامع الصغير مطبوعه مصر جلد اول صفحه ۷۰﴾ بحوالہ ضعفا للعقيلي

الکامل لا بن عدی معجم الكبير لا طبرانی، المستدرک للحاکم، ﴿

علاوہ ازیں یہ حدیث پاک متعدد دیگر کتب احادیث و سیر میں بھی

موجود ہے چند ایک کتابوں کے حوالے مع متن عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

المُسْتَدْرَك

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا
مدینۃ العلم و علی بابہا فمن اراد المدینۃ فلیات
الباب.“

دوسری روایت ہے،

”انا مدینۃ العلم و علی بابہا من توتی المدینۃ
الامن قبل الباب“

﴿المستدرک جلد سوم ص ۱۲۶ مطبوعہ حیدرآباد دکن﴾

دونوں روایتوں کا ترجمہ بالترتیب اس طرح ہے کہ حضرت ابن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ارشاد فرمایا !

”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں
پس جو شخص شہر میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ
دروازہ سے آئے۔“

”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں
نہیں کوئی شخص آئے گا شہر میں مگر اُسے دروازہ سے آنا
پڑے گا۔“

اب آپ مزید چند ثقہ کتابوں سے مذکورہ روایت مع اسناد ملاحظہ

فرمائیں۔

أسد الغابہ

أنباء نازيد بن الحسن بن زيد ابو اليمن الكندي
وغيره كتابة قالو أنباء نا ابو منصور زريق أنباء نا
احمد بن على بن ثابت أنباء نا محمد بن أحمد بن
رزق أنباء نا ابو بكر بن مكرم بن احمد بن مكرم
القاضي حدثنا القاسم بن عبد الرحمن الانباري
حدثنا أبو الصلت الهروي حدثنا ابو معاوية عن
الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم . ”انا مدينة العلم و
على بابها فمن اراد العلم فليأت بابي“

﴿أسد الغابہ جلد چہارم صفحہ ۲۲﴾

علامہ عز الدین ابی الحسن المعروف ابن اثیر صاحب أسد الغابہ اس
حدیث مقدسہ کے ضمن میں دیگر بھی متعدد شواہد پیش کرتے ہیں جو قارئین کی
معلومات میں اضافے کے پیش نظر پیش خدمت ہیں یہ روایت ابو معاویہ
کے علاوہ اعمش سے بھی مروی ہے،

بہتر فیصلہ فرمانے والے

نیز شعبہ ابی اسحاق سے، وہ عبد الرحمن بن یزید سے، وہ علقمہ سے، وہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب تمام اہل مدینہ میں بہتر فیصلہ فرمانے والے تھے اور سعید ابن مسیب نے کہا کہ سوائے حضرت علی ابن ابی طالب کے لوگوں میں سے کسی شخص نے بھی یہ نہیں کہا کہ مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔

سب سے زیادہ علم والے

اور روایت بیان کی کہ یحییٰ بن مَعْنِیٰ نے عبدہ بن سلیمان سے اس نے عبد المالك بن سلیمان سے کہ میں نے حضرت عطاء کی خدمت میں سوال عرض کیا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں کوئی شخص ایسا بھی تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے زیادہ علم رکھتا ہو؟ تو حضرت عطاء نے جواب میں کہا کہ! نہیں خدا کی قسم کوئی شخص بھی آپ سے زیادہ عالم نہیں تھا۔

نو کھیتے علم حضرت علی کے پاس

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے علم حضرت علیؑ کے پاس تھا اور علم کے بقایا دسویں حصہ میں بھی آپ دُوروں کے ساتھ شریک ہیں۔

رواه غیر ابی معاویہ عن الاعمش وروی شعبۂ عن
 ابی اسحاق عن عبدالرحمن بن یزید بن علقمہ
 عن عبد اللہ بن مسعود قال کنا نتحدث ان اقصیٰ
 اهل المدينة علی ابن ابی طالب ، وقال سعید بن
 المسیب ما کان أحد من الناس یقول سئلونی غیر
 علی ابن ابی طالب ، وروی یحییٰ بن معین عن
 عبدة بن سلیمان عن عبد الملک بن سلیمان قال
 قلت العطاء اکان فی الصحاب محمد اعلم من
 علی قال لا والله لا اعلمه وقال ابن عباس لقد
 أعطی علی تسعة اعشار العلم وایم الله لقد
 لشارکهم فی العشر العاشر۔

﴿اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد چہارم صفحہ ۲۲ مطبوعہ بیروت﴾
 اُسد الغابہ میں حضرت علی کریم علیہ السلام کے علم مبارک کے متعلق
 دیگر بھی کئی ایک روایات موجود ہیں جنہیں ہم کسی دوسرے موقع پر بیان
 کریں گے۔ اور اُسد الغابہ کی اوپر بیان کی گئی روایات بھی متعدد کتب معتبرہ
 سے اپنے اپنے مقام پر بیان کی جائیں گی۔ یہاں تو یہ بتانا تھا کہ جناب علی
 علیہ السلام کے علم مبارک کے متعلق کسی ایک روایت کا انکار کرنے والوں کو
 حاصل کیا ہوگا جب کہ ایک سے ایک بڑھ کر حدیث آپ کی وسعت علمی کی

روشن تر دلیل ہے۔

الاستعیاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ !
 ”میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہیں،
 پس جو علم کا طلبگار ہوگا تو وہ دروازہ سے آئے گا۔“
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !
 ”تم میں سے درست فیصلہ کرنے والے علیؑ ابن
 ابی طالب ہیں۔“
 عمر ابن الخطابؓ نے کہا کہ !
 ”ہم میں سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے علیؑ اور
 سب سے اچھے قاری ابی ہیں۔“
 عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ”انا مدینۃ
 العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم فلیاتہ من بابہ“
 وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اصابہ
 ”اقضاهم علی ابن ابی طالب“ وقال عمر بن
 الخطاب ! ”علی اقضانا وابی اقرونا“

﴿الاستعیاب فی اسماء الاصحاب مطبوعہ مضر جلد دوم صفحہ ۳۸ للعلامہ ابن عبد البر﴾

کبھی غلطی نہیں کی

اسماعیل ابن خالد سے کہا کہ شعبی نے مغیرہ سے روایت بیان کی کہ میں حلف اٹھاتا ہوں کہ خدا کی قسم ! حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کسی قضیہ کا فیصلہ فرماتے ہوئے کبھی غلطی نہیں کی،

عن اسماعیل بن ابی خالد قال قلت

لشعبی عن المغيرة حلف بالله ما اختا علی فی

قضاء وقضی به قط،

﴿ الاستیعاب فی اسماء الاصحاح للعلامة ابن عبد البر ﴾

﴿ مطبوعه مصر جلد ۲ صفحہ ۳۸ ﴾

ریاض النضرہ

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا !

”میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں“

یہ حدیث ترمذی نے بیان کی اور کہا کہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ !

”میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں“

یہ روایت مصابیح میں حسن روایات میں آئی ہے۔

اور حدیث نقل کی ابو عمر نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا !

”میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے
اور یہ زیادہ کیا کہ جو چاہتا ہے کہ میں علم حاصل کروں تو
اُسے چاہئے کہ وہ دروازہ سے آئے۔“

سب سے زیادہ جانتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپؐ نے صحابہ
کرام کو فرمایا کہ ! تم لوگوں نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا فتویٰ کس
سے لیا؟

”انہوں نے عرض کیا کہ ! حضرت علیؑ سے، تو جناب عائشہ صدیقہ
نے فرمایا ! ” بیشک علیؑ سنت کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔“

عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ! ” انا دار الحکمة وعلی بابہا“
اخرجه الترمذی وقال حسن غریب عن علی قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ” انا
دار العلم وعلی بابہا اخرج فی المصابیح فی
الحسن واخرجه ابو عمر وقال ” انا مدینة العلم
وعلی بابہا وزاد فمن اراد العمل فلیاتہ من بابہ.“

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت ! من اختاکم

بصوم عاشورا؟ قالوا! علی قالت ”امانه اعلم

الناس باسنة.“

﴿رياض النضره فى المناقب عشره للعلامه محب طبرى﴾

﴿جلد دوم صفحہ ۲۵۶﴾

الصواعق المحرقة

مشہور محدث امام ابن حجر مکی روافض کی تردید میں اپنی عظیم تصنیف صواعق محرقة میں زیر بحث حدیث پاک کے متعلق تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے۔

نقل کیا ہزار نے اور طبرانی نے اوسط میں، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اور طبرانی نے، وحاکم نے، نیز نقل کیا عقیلی نے ضعفا میں اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ترمذی وحاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

”میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں

اور جو کوئی ارادہ رکھتا ہے کہ علم حاصل کرے تو وہ

دروازہ سے آئے۔“

اور دوسری روایت ترمذی نے اس طرح بیان کی کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

”میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں“

اور آخری روایت اس طرح سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ”علیؑ میرے علم کا دروازہ ہیں۔“

بیشک اس روایت کے متعلق لوگوں میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ ایک جماعت جس میں ابن جوزی و نووی ہیں، اس کو موضوع کہتی ہے حدیث کا علم رکھنے والوں کو حدیث اور طرق کے متعلق انکی معرفت کافی ہے، یہاں تک کہ بعض محقق محدثین نے کہا کہ نووی کے بعد ایسا کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا جو اس کی برابری کر سکے۔

اور حاکم اپنی عادت کے مطابق اس کو صحیح کہتے ہیں۔

اور راہ صواب پر وہ متاخرین محقق ہیں جو حدیث کے علم پر اچھی طرح مطلع ہیں اور ان کا بیان ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اس حدیث کے حاشیہ پر عبد الوہاب عبد الطیف مدرس جامعہ ازہر رقمطراز ہے کہ سیوطیؒ نے کہا کہ درست بات یہ ہے کہ حدیث حسن ہے۔ صحیح نہیں جیسا کہ حاکم نے کہا اور نہ ہی یہ موضوع ہے جیسا کہ ابن جوزی و نووی کی جماعت کہتی ہے۔ اور اس کی پوری وضاحت کتاب ”التعقیبات“ میں ہے جو ابن جوزی کی کتاب ”الموضوعات“ کے رد میں تصنیف کی گئی ہے۔

اخرج البزار و طبرانی فی الاوسط عن جابر بن

عبدالله والطبرانى والحاكم والعقيلي فى الضعفاء وابن عدى عن عمر والترمذى والحاكم عن على ﴿عليه السلام﴾ قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم " انا مدينة العلم وعلى بابها فى روايته فمن اراد العلم فليات الباب وفى اخرى عند الترمذى.

عن على ﴿عليه السلام﴾ " انا دار الحكمة وعلى بابها وفى اخرى عند ابن عدى على باب علمى .

وقد اضطراب الناس فى هذا الحديث فجماعة على انه موضوع منهم ابن الجوزى والنووى من يدافيه علم الحديث فضلا عن يساده وبالف الحاكم على عادته وقال ان الحديث صحيح وصوب بعض محقق المتأخرين والمطلعين على الحديث انه حديث حسن ومرا الكلام عليه ﴿حاشيه﴾ قال السيوطى هذا الحديث حسن على الصواب لاصح كما قال الحاكم ولا موضوع كما قاله جماعته منهم ابن جوزى والنووى وقد بنيت حاله فى التعقبات على

الموضوعات.

﴿الصواعق المحرقة مطبوعه مصر صفحه ۲۲ للعلامة ابن حجر المکی﴾

فیض القدیر شرح جامع الصغیر مناوی

گذشتہ اوراق میں قارئین خاتم حفاظ مصر امام جلال الدین سیوطیؒ کی موضوعات وغیرہ سے پاک کتاب ”جامع الصغیر“ کے حوالہ سے حدیث پاک ”انا مدینۃ العلم وعلی بابہا“ کی تفصیل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب ”فیض القدیر شرح جامع الصغیر“ سے اس حدیث کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

دروازہ ضروری ہے

علامہ عبدالرؤف مناوی مذکورہ بالا کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !
 ”میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔“

یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا شہر ہیں جو تمام تر معانی و بیانیات کا جامع ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس شہر کا دروازہ بھی ہو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اس کا دروازہ ہے اور وہ دروازہ علیؑ ہے۔

پس جس نے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم کے طریقہ کی اتباع کی

تو وہ شہر میں داخل ہو گیا اور جو اس طریقہ سے پہلو تہی کرتے ہوئے بھول گیا تو وہ ہدایت کے راستے کو بھول گیا یعنی گمراہ ہو گیا اور ایسا ہی کتاب ”تیسیر“ میں ہے۔

”انا مدینۃ العلم وعلی بابہا .“ فان المصطفیٰ
المدينة الجامعة المعانی فی الدیانیات کلہا ولا
بدلہا من باب فاخبر ان بابہا هو علی فمن اخذ
طریقہ دحل المدينة ومن اخطاہ اخطا طریق
الہدی وکذا قال فی التیسیر .

﴿ فیض القدیر شرح جامع الصغیر للعلامہ مناوی جلد اول صفحہ ۳۶ ﴾

کنز العمال

حدیث کی عظیم کتاب کنز العمال میں علامہ علی متقی ہندی زیر نظر حدیث درست سمجھتے ہوئے نقل فرماتے ہیں بلکہ اس پر اٹھائے گئے اعتراضات کو بھی رد کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، نہیں کوئی داخل ہوگا شہر میں مگر اُسے دروازہ سے آنا پڑے گا۔“

امام ابن جریر نے کہا کہ اس حدیث پاک کی سند ہمارے نزدیک صحیح ہے اور اس کو حاکم اور خطیب بغدادی نے صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر

عسقلانی نقدر جال کی کتاب ”لِسَانُ الْمِيزَان“ میں رقم طراز ہیں کہ یہ حدیث کثیر طریقوں سے ثابت ہے اور اس حدیث کے بارہ میں فتویٰ دیتے ہوئے حافظ ابن حجر نے کہا کہ حاکم نے اس کو مستدرک میں نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے،

مگر ابن جوزی نے اس امر کی مخالفت کرتے ہوئے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ اور کہا کہ یہ کذب ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ راہِ صواب ان دونوں کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث از قسم حسن ہے اور اس کے متعلق معتبر قول یہی ہے۔

سیوطی کہتے ہیں کہ میں ایک زمانہ تک اس تحقیق کو صواب سمجھتے ہوئے اس حدیث کو حسن تسلیم کرتا رہا اور یہی جواب دیتا رہا اور پھر جب میں نے اس حدیث کے متعلق ابن جریر کی تصحیح دیکھی جو انہوں نے ”تہذیب الآثار“ میں آنے والی حضرت علی کی روایت کردہ اس حدیث پر لکھی ہے۔ اور حاکم کی اس تصحیح پر غور کیا جو انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی بیان کردہ روایت پر کی ہے تو میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے اس امر میں استخارہ کیا حتیٰ کہ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ حدیث مرتبہ حسن سے بلند ہے اور صحیح کے درجہ پر پہنچ چکی ہے۔

قال ابن جریر هذا خبر عندنا صحيح سند
وصحيحه الحاكم والخطيب وقال الحافظ ابن

حجر فی لسانہ ہذا الحدیث لہ طرق کثیرہ وقال
 فی فتویٰ ہذا الحدیث اخرجہ الحاکم فی
 المستدرک وقال انہ صحیح وخالف ابن جوزی
 تذکرۃ فی الموضوعات وقال انہ کذب والصواب
 خلاف قولہما معاً ان الحدیث مثل من القسم
 لحسن وهذا هو المعتمد فی ذالک وقال
 السيوطی وقد كنت اجيب بهذا الجواب دهرًا الى
 ان وقفت علی تصحيح ابن جرير لحديث علی فی
 تهذيب لآثار مع تصحيح الحاکم لحديث ابن
 عباس فاستخرت الله وحزمت بارتقاء الحديث
 من مرتبته الحسن الى مرتبته الصحته . والله
 اعلم،،

﴿کنز الاعمال جلد ششم صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن﴾

بار دیگر

علامہ علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کو مذکورہ بالا کتاب
 میں دوسری جگہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 فرمایا !

”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں پس علم

حاصل کرنے والے کو دروازہ سے آنا پڑے گا۔“
اس روایت کو عقیلی، ابن عدی، طبرانی، حاکم اور ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

اور ابن عدی، حاکم، ابن جریر اور ابو نعیم نے ”المعرفت“ میں
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے صرف اسی قدر حدیث بیان کی ہے کہ
”انا مدینة العلم و علی بابها“

قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم ”انا مدينة العلم و علی بابها فمن اراد العلم
فليأت وراوه العقبلي وابن عدی والطبرانی
والحاكم ابن جریر عن ابن عباس وابن عدی
والحاكم ابن جریر وروی ابو نعیم فی المعرفة عن
علی الی بابها.

﴿کنز العمال جلد ششم صفحہ ۵۲ العلامة علی المتقی الہندی﴾

الانتباه فی سلاسل الاولیا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حدیث پاک ”انا مدینة العلم و
علی بابها“ کو نسبت طریقت بیان کرتے ہوئے تلمیح کے طور پر یوں نقل
کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری قدس اللہ کی معروف نسبت باب مدینة
العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک معروف و مشہور ہے۔ اور دوسرے

طریقہ پر امام جعفر صادقؑ سے ان کے آباؤ اجداد کرامؑ کے ذریعہ باب مدینہ
العلم کرم اللہ وجہہ الکریم تک معروف ہے،

الحسن البصری قدس اللہ ونسبہ معروف الی
باب مدینة العلم معروف ومشهور ههنا وطريق
الخری الامام جعفر عن ابا وجدا الی باب مدینة
العلم معروفته.

﴿الانتباه فی سلاسل الاولیاء صفحہ ۳۸ للعلامة الشاہ ولی اللہ دہلوی﴾

شرح فقہ اکبر

موضوعات کبیر کے علاوہ مشہور فقیہ و محدث ملا علی قاری حنفی نے

شرح فقہ اکبر میں زیر نظر حدیث پاک کو اس طرح بیان کیا ہے،

اور کبار صحابہ کرام ﴿رضوان اللہ علیہم اجمعین﴾ نے حضرت علی کرم
اللہ وجہہ الکریم سے انتہائی مشکل مسائل دریافت کئے اور آپ ہی کہ فتاویٰ
کی طرف رجوع کیا آپ کے فضائل مشہور اور بہت زیادہ ہیں جو رسول اللہ
﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کے اس فرمان مقدس کی تائید کرتے ہیں کہ
”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور یہ کہ علی ﴿کرم اللہ وجہہ
الکریم﴾ تم میں بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں۔“

والمعضلات التي ساله كبار الصحابة ورجعوا الی
فتوة فيها فضائل كثيرة شهيرة تحقق قوله عليه

السلام ” انا مدينة العلم وعلی بابها “ قوله علیہ

السلام اقصا کم علی “

﴿ شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر صفحہ ۶۷ ﴾

صرف حوالے دیکھ لیں

اگرچہ یہ حدیث تفسیر و حدیث تاریخ و سیر اور فقہ وغیرہ کی سینکڑوں کتب میں موجود ہے تاہم مضمون کو مختصر کرتے ہوئے یہاں پر چند کتب کے حوالے نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے کیونکہ زیر بحث حدیث پاک کے ضمن میں مختلف قسم کی مباحث ابھی باقی ہیں جن میں ابن تیمیہ کے اعتراضات کے جوابات کے علاوہ یہ بتانا بھی ابھی باقی ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی کے سوا دوسروں کی شراکت محض کسی کا تخیلاتی شاخسانہ ہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا، بہر حال آپ یہاں حدیث ” انا مدينة العلم وعلی بابها “ اور ” انا دار الحکمت علی بابها “ کے ضمن میں حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ فیض القدیر زر کشی ج ۳ ص ۲۷ ﴾

﴿ سراج المنیر شرح جامع الصغیر عزیزی ج ۲ ص ۲۳ ﴾

﴿ تہذیب التہذیب عسقلانی ج ۷ ص ۳۳ ﴾

﴿ مطالب المسئول محمد بن طلحہ شافعی ص ۲۲ ﴾

﴿ لسان المیزان عسقلانی ج ۳ ص ۱۲۸ ﴾

- ﴿ فتاویٰ حدیثیہ ابن حجر ہیثمی ص ۱۲۶ ، ۱۹۷ ﴾
- ﴿ تذکرہ سبط ابن جوزی ج ۱ ص ۴۳ ص ۴۹ ﴾
- ﴿ مجمع الزوائد ابن حجر ہیثمی ج ۹ ص ۱۱۲ ﴾
- ﴿ مناقب للموفق بن احمد حنفی ص ۴۹ ﴾
- ﴿ اسنی المطالب شمس الدین جزری ص ۱۲ ﴾
- ﴿ الف ، باء ابن الشیخ ج ۱ ص ۲۲۲ ﴾
- ﴿ تذکرۃ الموضوعات طاہر پٹنی ج ۱ ص ۹۲ ﴾
- ﴿ البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۵۸ ﴾
- ﴿ بہجۃ النفوس ابن ابی جمرة ج ۲ ص ۱۷۵ ﴾
- ﴿ الدرر المنتشرة سیوطی ﴾
- ﴿ فتوحات اسلامیہ دحلان مکی ج ۲ ص ۵۱۰ ﴾
- ﴿ مع فتاویٰ حدیثیہ ابن حجر ص ۴۳ ﴾
- ﴿ مناقب ابن شہر آشوب ج ۱ ص ۲۶۱ ﴾
- ﴿ اسعاف الراغبین مع نور الابصار ص ۱۵۶ ﴾
- ﴿ مقتل الخوارزمی ج ۱ ص ۲۶۱ ﴾
- ﴿ مقتل الامام سبط للموفق ص ۴۳ ﴾
- ﴿ فصول المهمہ صباغ مالکی ص ۱۸ ﴾
- ﴿ الکفایہ الکنجی شافعی ص ۹۸ ﴾
- ﴿ الفائق زمخشری ج ۲ ص ۲۸ ﴾
- ﴿ رُوح المعانی ج ۱ ص ۱۳ ، ج ۲ ص ۳ ﴾

مندرجہ بالا حوالہ جات حدیث پاک ”انا مدینۃ العلم و علی
بابہا“ کے متعلق ہیں جبکہ حدیث شریف ”انا دار الحکمت و علی
بابہا“ کے سینکڑوں حوالہ جات ابھی باقی ہیں جن میں سے چند ایک حوالہ
جات کسی دوسرے مقام پر پیش کریں گے،
تاہم اب باب دوم شروع ہوتا ہے جس میں زیرِ نظر حدیث کے
بارے میں مخالفین کے اعتراضات اور خود ساختہ عبارات کا مخلصانہ محاکمہ کیا
گیا ہے۔

کَلْب

کَلْب

کَلْب

کَلْب

بات آگے بڑھے گی

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مقدس ”انا مدینۃ العلم و علی بابھا“ زیرِ نظر عنوان ”قرآن اور علی“ میں خاص اہمیت کا حامل ہے اس لئے بات مزید آگے بڑھے گی، ممکن ہے کچھ حضرات طوالتِ مضمون کو ذہنوں پر بار محسوس کریں تاہم انہیں بھی اس کی افادیت سے انکار نہیں ہوگا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ !
 ”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں
 اور کوئی بھی شہر میں بغیر دروازہ کے داخل نہیں ہوگا“

اگرچہ جدید دور کے شہروں کو مختلف نئے نئے طریقوں سے آباد کیا جا رہا ہے تاہم تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ چند صدیاں قبل جو بھی شہر آباد کئے جاتے رہے اُن میں شہر پناہ کا وجود لازمی اور قطعی ہوتا تھا اور اُس میں ایک یا ایک سے زائد دروازے رکھے جاتے تھے۔

حالانکہ یہ حقیقت بھی ناقابلِ تردید ہے کہ حضور رسالت مآب صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ کے دور میں مدینہ المنورہ زاد اللہ شرفہا و دیگر قرب و جوار اور دُور دراز کے جس قدر بھی شہر تھے اُن کا صرف ایک ہی دروازہ ہوتا تھا۔ اور اس طریقہ سے شہر آباد کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی غنیم شہر پر حملہ آور ہو تو شہر کے لوگ اگر فوری طور پر طاقت کا جواب طاقت سے نہ دے سکتے ہوں تو شہر کا دروازہ بند کر دیں اور دروازہ کے اندرونی جانب فوج متعین کر کے خود کو محصور کر لیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دروازہ صرف دشمنوں پر ہی بند کیا جاتا ہے، دوستوں پر نہیں۔ دوستوں کے لئے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ آئندہ اوراق میں اس امر کی وضاحت نہایت دلچسپ اور خوبصورت پیرایہ میں ہدیہ قارئین کی جائے گی۔ فی الحال تو یہ بتانا مقصود ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان اس حقیقت کا صاف طور پر غماز ہے کہ آپ کی ذات اقدس سے حصول علم و عرفان صرف اور صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وسیلہء جلیلہ سے ہی کیا جاسکتا ہے خواہ وہ علم قرآن و حدیث کا ہو یا فقہ و تفسیر کا، قرآن مجید کے ظاہری مطالب و معانی ہوں یا باطنی اسرار و رموز، بغیر تاجدارِ اہل بیت باب مدینہ العلم سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وساطت معظمہ کے نہ کسی کو حاصل ہو سکے اور نہ آئندہ ہو سکے۔

ابن تیمیہ اس حدیث کو موضوع قرار دینے کے لئے جو استدلال

پیش کرتا ہے وہ یہی ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد علوم جو فقہ و حدیث اور تفسیر و تاویل کے متعلق ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ دیگر متعدد صحابہ کبار کے ذریعہ سے بھی لوگوں تک پہنچے ہیں اور حضرت علیؑ کے علم سے محض کوفہ وغیرہ کے شہریوں نے استفادہ کیا ہے اس لئے یہ غیر ممکن ہے کہ حضرت علیؑ، علم کے شہر کا دروازہ ہوں،

ابن تیمیہ اپنے اس واسطے اور قیاس کو درست ثابت کرنے کے لئے بزعم خویش مضبوط ترین استدلال پیش کرتا ہے۔ مگر واہمہ، واہمہ ہی رہا خواہ اس کو حقیقت ثابت کرنے کے لئے کتنا ہی زور صرف کر دیا۔

چونکہ موجودہ دور کے خوارج نے اس واسطے میں مزید رنگ آمیزی کرتے ہوئے اُلٹی قلابازیاں لگانی شروع کر دیں ہیں لہذا درج ذیل تحریر پھر پڑھیں۔

اُلٹی قلابازیاں

اگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں تو پھر صحیح بات یہی ہے کہ ان صحابہ نے مدینۃ العلم یا دار الحکمة سے براہ راست علم و حکمت کی تعلیم حاصل کی تھی اور یہ سب حضرت علیؑ کی طرح شہر علم اور حکمت کا دروازہ تھے۔

اب غور فرمائیے کہ حدیث ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ اگر صحیح ہے اور اس کا وہی مطلب درست ہے جو بیان کیا جاتا ہے تو آخر ان

حدیثوں کے متعلق کیا کہا جائے گا۔ جو دوسرے صحابہ کے متعلق معتبر سندوں سے وارد ہوئی ہیں؟ اور اسے کیسے صحیح سمجھ لیا جائے کہ علی مدینۃ العلم کے واحد باب ہیں۔ اور جس کو شہر میں داخل ہونا ہے وہ صرف اسی ایک دروازہ سے داخل ہو سکتا ہے۔

زیادہ سے زیادہ اگر تسلیم کیا جاسکتا ہے تو یہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اس شہر کے دروازوں سے ایک دروازہ علی ہیں۔ اس کے خلاف ”دیلیمی“ نے فردوس میں اسے ان الفاظ میں لکھا ہے۔

”میں علم کا شہر ہوں، ابو بکر اس کی بنیاد ہیں، عمر

اس کی دیواریں ہیں عثمان اسکی چھت ہیں اور علی اس کا

دروازہ ہیں۔“

اب بتائیے کیا بغیر بنیاد، دیواروں اور چھت کے دروازہ ممکن ہے گھٹنی ہوئی بات ہے کہ گھر کا تصور اُسی وقت ہو سکتا ہے جب یہ چاروں اجزاء مرکب ہوں، ان میں سے کسی ایک کو علیحدہ کر دیجئے نہ گھر کا تصور ہو سکتا ہے نہ دروازہ کی اہمیت۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ ۳۱۳﴾

زیادہ ہولناک ہے

متذکرہ وضعی ٹکڑوں سے مملو روایت ہمارے نزدیک ابن تیمیہ یا اُس کے پیش رو کے صحیح حدیث کو وضعی ثابت کرنے سے زیادہ وحشت ناک

اور ہولناک ہے،

اگر یہ روایت اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زیادہ سے زیادہ فضائل و مناقب بیان کرنے تک ہی محدود ہوتی تو خواہ یہ انتہائی حد تک بھی ضعیف ہوتی تو اسے زیر بحث نہ لایا جاتا کیونکہ فضائل و مناقب میں ضعیف حدیث بھی محدثین کے نزدیک مقبول ہے۔ مگر یہ واہی روایت تو اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی باعث اذیت ہے کیونکہ وہ مقدس بزرگ ہرگز یہ گوارا نہیں فرما سکتے کہ کوئی شخص انہیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فوقیت دینے کی جسارت کرے جب کہ اس روایت میں نہ صرف یہ کہ اصحاب ثلاثہ کو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برتر ثابت کیا گیا ہے بلکہ تاجدارِ انبیاء و مرسلین کی توہین و اہانت کرنے کا کھلم کھلا ارتکاب کیا گیا ہے۔

جہاں تک اصل حدیث میں ضم کئے گئے اضافی ٹکڑے کے وضعی ہونے کا تعلق ہے تو اس کے لئے صرف یہی بتا دینا کافی ہوگا کہ اسے سب سے پہلے نقل کر نیوالے نے بھی بغیر کسی سند کے ہی نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں سب سے بڑی بات یہ کہ متقدمین میں سے کسی بھی محدث یا غیر مجتہد نے اسے تحسین کی نظروں سے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی حدیث ثقہ کتاب میں اس کو جگہ مل سکی اور نہ ہی کسی محدث نے اس کی صحت پر کوئی دلیل قائم کی، بلکہ اس کی تضعیف و تردید کرتے ہوئے اسے ریک

الفاظ کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ البتہ متاخرین میں سے معدودے چند لوگوں نے اس کی خوب پذیرائی کی ہے جسے ہرگز نہیں سراہا جاسکتا۔

ہم اس ملغوبے کو نقل فرمانے والے بزرگوں کی نیتوں کو تشکیک و اشتباہ کی نظر سے دیکھنے کے مجاز تو نہیں تاہم اُن کی سادگی کی داد ضرور دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے کئی دیگر روایات کی طرح خلافتوں کی ترتیب کے قائم کردہ طریق فضیلت کے پیش نظر اس ملغوبے کو قبول فرمالیا، مگر یہ خیال نہ کیا کہ اس مفروضے کو وضع کرنے والے نے اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حق محبت ادا کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین و تنقیص کرنے میں کون سی کسر باقی چھوڑی ہے۔

مطلب اس کا یہ ہوگا

اس ملغوبے کے محض اس ایک جملہ پر ہی غور فرمائیں کہ اگر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کا شہر ہوں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شہر کی اساس اور بنیاد ہوں تو جوہر کائنات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل و اساس کائنات ہونگے یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرع قرار پائیں گے۔

خوب غور کیجئے کہ اس انداز فکر کے مطابق آپ کے لامتناہی علوم کا حصول براہ راست اللہ تبارک و تعالیٰ سے ثابت ہوگا یا حضرت ابو بکر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی وساطت اور ذریعہ ہے۔

تجربہ ہے کہ اس عظیم و جلیل ہستی کی اساس و بنیاد کسی اور کو قرار دے دیا جائے جو خود اساس و بنیاد کائنات اور وجہ کُن فکاں ہو، باعث تخلیق کون و مکاں اور ہر علت کی علت غائیہ ہو، جس کا علم پاک اولین و آخرین کے علوم پر محیط ہو، لوح و قلم کے تمام تر علوم جس کے لامتناہی علم کا ایک حصہ ہوں۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبداء تخلیق کائنات اور جوہر اول ہیں باوجود تولید کی حیثیت سے آپ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں مگر تخلیق کے اعتبار سے آپ حضرت آدم کے بھی باپ ہیں علامہ اقبال فرماتے ہیں

جوہر اُو نے عرب نے اعجم است
آدم است و ہم ز آدم اقدم است

شہر کہاں گیا ؟

اور پھر بات یہاں پر ہی کب ختم ہوتی ہے بلکہ الحاقی عبارت کے باقی ماندہ دونوں ٹکڑے بھی شامل کر لئے جائیں تو اصل حدیث میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے متعلق فرمائے گئے ارشاد ”انا مدینۃ العلم“ کی ہی تکذیب ہو جاتی ہے۔

حضور تاجدارِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں کہ ”میں علم کا شہر ہوں“ مگر اس الحاقی روایت کے مطابق شہر کا تصور کسی بھی طریقہ سے قائم رکھا ہی نہیں جاسکتا۔

اگر جناب صدیق اکبرؑ اساس و بنیاد، جناب فاروقی اعظمؑ دیوار اور حضرت عثمانؓ چھت ہوں تو یہ کسی ایک محدود کمرے کا نقشہ تو بن سکتا ہے مگر شہر متصور نہیں ہو سکتا اس لئے کہ پوری دنیا کے نقشہ پر ایسے کسی بھی شہر کا وجود کبھی نہیں رہا جس کو ایک ہی چھت سے چھتا ہوا ہو۔

حضور امام الانبیاء، تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افصح الناس بھی ہیں اور تمام مغیبات و ظہورات کے جاننے والے بھی اندریں حالات یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ آپ بات تو شہر کی کر رہے ہوں اور نقشہ ایک کمرے کا پیش کریں۔ اور کمرہ بھی ایسا جس کی بنیاد اور دیوار بھی آپ نہ ہوں اور چھت بھی کوئی تیسری ہستی ہو۔ کس قدر تحیر انگیز اور تعجب خیز بات ہے کہ ایسا کمرہ جس کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات سے منسوب قرار دے کر اُس کا نام شہر تجویز فرمائیں اور اُس میں آپ کا وجود مسعود کمرہ کی کھڑکی اور روشندان کی صورت میں بھی ظاہر نہ ہوتا ہو۔

ممکن ہے کہ روایت وضع کرنے والے کو اس امر کا خیال ہی نہ آیا ہو کہ اس قسم کے عجوبہ روزگار شہر میں کھڑکی اور روشندان وغیرہ کی بھی گنجائش ہوتی ہے ورنہ وہ اس افسانے کو مزید نکھارنے کے لئے یہ اضافہ ضرور کرتا کہ

جنابہ ہندہ اس کی کھڑکی اور جناب ابوسفیان اس کا روشندان ہیں۔
 کیونکہ یار لوگوں نے ایک ایسی بھی روایت گھڑ رکھی ہے جس میں یہ
 بتایا گیا ہے کہ ”میں علم کا شہر ہوں، علی اس کا دروازہ اور معاویہ اس کا پرналہ
 یادروازے کی چوکھٹ ہے۔“

تیرے مُحیط میں حباب

تاجدارِ انبیاء، سید المرسلین، رسولِ غیبِ دان، احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس کا قرآن و حدیث میں مشاہدہ کیا
 تو شاعرِ مشرق ترجمانِ اہلسنت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ یوں بارگاہِ مصطفوی
 میں عرض پرداز ہوئے،

لوح بھی تُو، قلم بھی تُو تیرا وجودِ الکتاب
 گنبدِ آگینہ رنگ تیرے مُحیط میں حباب
 یعنی یارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوح بھی آپ کی ہی ذاتِ
 اقدس ہے اور قلم بھی آپ ہی کا وجودِ اقدس ہے یہی نہیں بلکہ محبوب! آپ کا
 وجودِ باوجود ہی کتاب ہے اور یہ گنبدِ آگینہ رنگ یعنی آسمان تو آپ کی ذاتِ
 اقدس کے بحرِ بیکران میں بلبلے کی حیثیت رکھتا ہے۔

شہر کا دروازہ ہی ہو سکتا ہے

قارئین حضرات! ایک پتے کی بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ صفات

ذات کا غیر نہیں ہوتیں اور پھر صفت علم تو وہ صفت ہے جس کے متعلق صوفیاء اور علمائے حقہ کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ اسے ذات سے الگ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

ہوسکتا ہے کہ آئندہ اوراق میں اس ضمن میں تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو جائے تاہم صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ اگر حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کو علم کا شہر فرمایا ہے تو اس سے مراد آپ کی ذات اقدس ہی ہے جس کا دروازہ ہونا تو قطعی طور پر درست اور بدیہی امر ہے لیکن اس شہر کی تعمیر و تکمیل میں کسی دوسرے کی شرکت کا تصور بالکل ایسے ہی ہے جیسے یہ کہا جائے کہ آپ کا نور مبارک فلاں فلاں کے نور سے مکمل کیا گیا یا آپ کا خمیر ﴿معاذ اللہ﴾ فلاں فلاں کے خمیر کو ایک جگہ کرنے سے تیار ہوا۔

امید ہے ہمارے قارئین اس صورت حال کو بہتر طور پر سمجھ چکے ہونگے جو اس الحاقی عبارت کو تسلیم کر لینے سے سامنے آتی ہے۔

یہاں ہم خاص طور پر مذہبِ حقہ سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کے علمائے کرام کی خدمت میں مؤدبانہ اہتمام کریں گے کہ وہ محض خلفائے اربعہ کے فضائل کا توازن برقرار رکھنے کے لئے خود کو غیر متوازن نہ کر لیا کریں اور ان روایات کو بیان کرنے سے اجتناب کیا کریں جن میں کسی بھی طریقہ سے اہانتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا پہلو بھی موجود ہو، کیونکہ ایسی کوئی صحیح روایت موجود ہی نہیں جس میں توہینِ مصطفیٰ پر

مبنی کوئی ایک جملہ بھی پایا جاتا ہو بلکہ اس قسم کے توازن پیدا کرنے کی کوشش میں حدیث گھڑنے کی کوشش وہی شخص کر سکتا ہے جس کا اپنا ذہنی توازن بگڑ جائے کیونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح طور پر یہ ارشاد موجود ہے کہ !

”وہ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا
یعنی ایسی بات جو میں نے نہیں کہی دانستہ مجھ سے
منسوب کر دی تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے“

دودھ کا دودھ پانی کا پانی

زیب عنوان حدیث مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء چونکہ ہمارے اس مضمون میں اخص الخاص اہمیت کی حامل ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ اس کے ہر گوشہ کو کھلے طور پر سامنے لایا جائے، اگرچہ ایسا کرنے سے مضمون خاصا طویل ہونے کا واضح امکان موجود ہے۔ تاہم کوشش کی جائے گی کہ معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ قارئین کی دلچسپی برقرار رہے۔

چنانچہ سب سے پہلے ہم اصل حدیث اور اس کے مابین معلق کئے گئے ٹکڑے کی وہ حیثیت پیش کریں گے جو محدثین کرام نے بیان کی ہے۔ اور اس انکشاف حقیقت کے لئے سب سے پہلے علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ کی کتاب ”مقاصد الحسنہ“ کی وہ طویل عبارت پیش کی جائے گی جس میں اصل

حدیث پر ناقدین حدیث کی جرح و تعدیل بھی موجود ہے۔ اور اُن وضعی جملوں کی وضاحت بھی موجود ہے جو اس میں زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگرچہ اس بحث کا ابتدائی حصہ پہلے بیان ہو چکا ہے مگر مسئلے کی رُوح تک پہنچنے کے لئے پوری کی پوری بحث بیک وقت سامنے رکھنا ناگزیر ہے،

پوری اور اصل حدیث

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ !

”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔“

اس حدیث کو حاکم نے مُستدرک کے باب مناقب میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابوشیخ ابن حیان اور دیگر تمام ناقلین نے ابی معاویہ ضریر کی حدیث سے اُنہوں نے اعمش سے اُنہوں نے مجاہد سے اُنہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے مزید اس جملہ کے ساتھ مرفوعاً بیان کیا ہے کہ !

”فمن اتى العلم فليات الباب“

گویا یہ پوری حدیث مع الاسناد اس طرح ہے کہ

”عن ابی معاویة الضریر عن الاعمش عن مجاهد

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم ” انا مدينة العلم و على بابها فمن اتى
العلم فليات الباب “

یعنی، ” میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا
دروازہ ہیں پس جو حصول علم کا طلبگار ہے وہ دروازہ
سے ہی آئے گا “

ایسی ہی دوسری حدیث

جامع ترمذی کے باب المناقب میں ترمذی نے، ابو نعیم نے ”حلیۃ
الاولیاء“ میں اور ان دونوں کے علاوہ دیگر لوگوں نے حدیث علی کے
متعلق بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

” انا دار الحکمة و علی بابها “
یعنی ” میں دار الحکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں “

ورواه الترمذی فی المناقب من الجامعہ و أبو
نعیم فی الحلیۃ و غیر ہما من حدیث علی ان
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال انا دار
الحکمة و علی بابها ،،

یہ حدیث ناقدین کی نظر میں

دارقطنی نے العلل میں اس دوسری حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ مضطرب غیر ثابت ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے جیسا کہ اُس کے اُستاد بخاری نے کہا ہے کہ یہ اُس کے نزدیک صحیح وجہ سے نہیں۔

قال الدارقطني في العلل عقب ثانيهما ، انه حديث مضطرب غير ثابت ، وقال ترمذي انه منكر وكذا قال شيخه البخاري وقال ! انه ليس له

وجه صحيح .
اور ابنِ معین نے کہا کہ اس کے بارے میں خطیب نے تاریخ بغداد میں جو حکایت بیان کی ہے وہ جھوٹ اور بے اصل ہے۔

وقال ابن معين فيما حكاة الخطيب في تاريخ بغداد انه كذب لا اصل له.

پہلی حدیث پر تبصرہ

پہلی حدیث یعنی ”انا مدينة العلم وعلی بابها“ کے بارے میں مخالفین کا تعاقب کرتے ہوئے حاکم نے کہا کہ یہ صحیح الاسناد ہے، وقال الحاکم عقب اولهما انه صحيح الاسناد

دونوں موضوع ہیں ؟

ابن جوزی نے ان دونوں حدیثوں کو دو وجہوں سے موضوعات میں شامل کیا ہے، اور ذہبی وغیرہ نے اس پر اس کی موافقت کی ہے،
 ورواہ ابن الجوزی من ہذا بین الوجہین فی
 الموضوعات ووافقه الذہبی وغیرہ علی ذالک .

ابن جوزی کا تعاقب

اور ابن دقیق العید نے اُن کے قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور کہا کہ یہ باطل ہے، اور وہ لوگ جو توقف کرتے ہیں وہ اس طرف نہیں گئے کہ یہ روایت کذب کے حکم میں داخل ہے بلکہ صرح علانی توقف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ محل نظر ہے اور کہتے ہیں کہ اس کے درمیان میں ابی معاویہ راوی کی شہادت ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ اس کے سوا یعنی غلط روایت سے پرہیز کرتا ہے اور کہا کہ ابو معاویہ ثقہ، حافظ حدیث اور ابن عیینہ وغیرہ افراد کے ساتھ لائق حجت ہے۔ پس اس حدیث پر کذب کا حکم لگانا یقیناً غلط ہے۔

اور فرمایا کہ اس میں ہرگز ایسے الفاظ منکرہ نہیں ہیں جن کا عقول انکار کریں بلکہ یہ اس حدیث کی طرح ہے جس میں ہے ”میری امت پر

میری امت کے ساتھ رحم کر “ پس یہ حدیث ہرگز جھوٹی نہیں۔

واشار الی هذه ابن دقيق العيد ، بقوله ! هذا الحديث لم يثبتوه ، وقيل انه باطل وهو مشعر بتوقفه فيما ذهبوا اليه من الحكم بكذبه.

بل صرح العلائی بالتوقف فی الحكم علیه بذالك فقال ! وعندی فیہ نظر ، ثم بین ما يشهد لكون ابی معاوية راوی حدیث ابن عباس حدث به فزال المحذور ممن هو دونه.

قال ! و ابو معاوية ثقة حافظ محتج بافراد كابن عينية وغيره فمن حكم على الحديث مع ذالك بالكذب فقد اخطاء قال ! وليس هو من الفاظ المنكرة التى تأبها القول بل هو كحديث ” ارحم امتى بامتى يعنى الماضى “ وهو صنيع معتمد فليس هذا الحديث بكذب.

﴿ مقاصد الحسنه للعلامة سخاوى مطبوعه مصر ﴾

اور بھی تو ہیں

حدیث پاک ” انا مدینۃ العلم و علی بابہا “ پر محمد شین کرام کی مسطورہ بالا آراء و تعدیل پیش کرنے کے بعد علامہ سخاوی مزید

فرماتے ہیں کہ بطور خاص اس حدیث پر اس لئے بھی کذب کا حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ دیلمی نے اپنی مُسند میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”علیٰ ابن ابی طالبؓ بابِ حطّہ ہے پس جو اس میں داخل ہو وہ مومن ہے اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔“

نیز حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ!

”علی میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے بعد میری اُمت تک وہ چیز پہنچانے والا ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ اس کی محبت ایمان اور اس کے ساتھ بغض مُنافقت ہے اور اس کی طرف نگاہِ رافت سے دیکھو۔“

علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ!

”میں میزانِ علم ہوں اور علی اس کے پلڑے

اور حسن و حسین اس کی ڈوریاں ہیں۔“

خصوصاً وقد اخرج الديلمي في سنده

بسندہ ضعیف جداً عن ابن عمر مرفوعاً علی ابن

ابی طالب باب حطة فمن داخل فيه كان مؤمنا
ومن خرج منه كان كافراً.

ومن حدیث ابی ذر رفعہ علی باب علمی
ومبین لامتی ما ارسلت به من بعدی ، حبه ایمان
وبغض نفاق والنظر الیه رافۃ .

ومن حدیث ابن عباس رفعہ ! انامیزان العلم وعلی
کفتاہ والحسن والحسین خیوطہ . الحدیث

بے سند جھوٹی روایت یہ ہے

بعد ازاں علامہ سخاوی بیان کرتے ہیں کہ صاحب فردوس نے بغیر
کسی سند کے حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کیا اور اُن کے بیٹے نے اس کی
اتباع میں نقل کیا ہے کہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

” میں علم کا شہر ہوں اور ابو بکر اس شہر کی بنیاد

ہے اور عمر اس کی دیواریں ہے اور عثمان اس کی چھت

ہے اور علی اس کا دروازہ ہے “

دوسری جھوٹی روایت یہ ہے

ایسے ہی بغیر کسی سند کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

ہے کہ آپؐ نے فرمایا !

”میں علم کا شہر ہوں، علی اس شہر کا دروازہ ہے

اور معاویہ اس کا چوکھٹہ یا پرنا لہ ہے۔“

ورواه صاحب الفردوس وتبعه ابنه المذکور

بلا اسناد عن ابن مسعود ورفعه ، انا مدینة العلم و

ابوبکر اساسها و عمر حیطانها و عثمان سقفها و

علی بابها .

وعن انس مرفوعاً ، انا مدینة العلم و علی بابها

ومعاویة حلقتهما .

تبصرہ یوں کیا ہے

علامہ سخاوی مؤخر الذکر روایتیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

بالجملہ یہ سب ضعیف ہیں اور ان میں اکثر الفاظ رکیک ہیں۔ اور اچھی حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہے بلکہ یہ حدیث حسن ہے کہ !

”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے

پس علم کا طلبگار دروازہ سے آئے گا۔“

وبا الجملة فكلها ضعيفة و الفاظ اكثر هار كميكة

و احسنها حديث ابن عباس بل وهو حسن .

تبصرے پر حاشیہ

مقاصد الحسنہ کے محشی بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہی نہیں
متعدد وجوہ کی بناء پر صحیح ہے۔ میرے برادر حقیقی نے اس ”فتح الملک
العلی بصرہ باب مدینۃ العلم العلی“ کتاب تالیف کی ہے جس کی
مثل کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی۔

بل صحیح جد العدة وجود بینہا شقیقنا الحافظ

ابو الفیض فی فتح الملک العلی بصرہ حدیث

باب مدینۃ العلم علی لم یؤلف مثله.

﴿مقاصد الحسنہ للعلامہ الامام الحافظ الناقد المورخ شمس الدین ابی الخیر

محمد بن عبد الرحمن السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ ص ۹۷ تا ۹۸ مطبوعہ مصر﴾

محشی کا تعارف

کتاب کے سرورق پر محشی کا تعارف اس طرح ہے کہ عبد اللہ محمد
صدیق علمائے الازہر اور قرویین سے ہیں اور علم حدیث اور اسناد میں مخصوص
و مختص ہیں۔

شدید غلط فہمی اور اُس کا ازالہ

کُتب موضوعات کی حقیقت

ہم ابن تیمیہ اور اُس کے ہم نواؤں کو کیا کہیں جبکہ ہم نے اپنے کانوں سے بعض اہل سنت حضرات کو یہ فرماتے سنا ہے کہ! ”اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَيَّ بَابُهَا“ موضوع روایت ہے۔ کیونکہ ملا علی قاری اس کو اپنی کتاب موضوعات کبیر میں لے آئے ہیں۔

حیرت ہے کہ بعض پڑھے لکھے حضرات بھی اس قسم کے وہم میں مبتلا ہیں کہ موضوعات کی کتاب میں آنے والی ہر روایت موضوع ہوتی ہے حالانکہ حقیقت صرف یہ ہے کہ موضوعات کے موضوع پر مرتب شدہ اکثر کُتب معتبرہ میں محدثین کرام موضوع روایت کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ ان روایات کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں جن کو بعض لوگوں نے کسی غلط

فہمی یا تعصب کی بناء پر موضوع قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ وہ احادیث قطعی طور پر درست ہوتی ہیں۔

جیسا کہ قارئین کرام گزشتہ اوراق میں علامہ سخاویؒ کی موضوعات کے عنوان پر لکھی ہوئی مشہور کتاب ”المقاصد الحسنہ“ میں ”انما مدینۃ العلم و علی بابہا“ کے متعلق مکمل بحث ملاحظہ فرما چکے ہیں ایسے ہی ملا علی قاری حنفیؒ اپنی تالیف ”موضوعات کبیر“ میں موضوع روایتوں کا ابطال کرنے کے ساتھ ساتھ اُن احادیث کا بھی احقاق کرتے ہیں جنہیں محض تعصب کی بناء پر بعض تشددین نے موضوعات میں شمار کر رکھا ہے۔

ان تصریحات کی تصدیق اور وضاحت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے ارشادات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

تحقیق رضویہ

احادیث موضوعہ کے بیان میں جو کتابیں تصنیف ہوئیں دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صنعانی،

ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحتہً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو۔ ایسی ہی

کتابوں کی نسبت یہ خیال بجائے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ رُعم مصنف میں موضوع ہے۔ بہ واقع عدم صحت بھی ثابت نہ ہوگا، چہ جائیکہ ضعف و سقوط اور بطلان، ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار احادیث حسان و صحاح بھی بھردی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع کا لگا دیا ہے جسے آئمہ محققین و نقاد متفحین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا۔ جس کا بیان مقدمہ ابن صلاح، تقریب امام نووی، الفیہ امام عراقی اور فتح المغیث امام سخاوی وغیرہ تصانیف علماء سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفظ سے قدرے مفصلاً اور انہیں کی تعقیبات اور التالی المصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن المعنی اور امام الشان کے القول المسد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے نہایت تفصیل واضح و روشن مطالعہ تدریب سے ظاہر ہے کہ ابن جوزی نے اور تصانیف تو درکنار خود صحاح ستہ و مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے۔

﴿۱﴾ مسند احمد

﴿۲﴾ صحیح بخاری

﴿۳﴾ صحیح مسلم

﴿۴﴾ سنن ابی داؤد

﴿۵﴾ جامع ترمذی

﴿٦﴾ سنن نسائی

﴿٧﴾ سنن ابن ماجہ

دوم

اس فن پر لکھی ہوئی وہ کتابیں ہیں جن کا صرف ایراد موضوعات واقعہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح ہے۔ جیسے الآلی امام سیوطی یا نقد و نظر کے لئے اُن احادیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے اُنہی کا ذیل الآلی المصنوعہ ہے۔ امام ممدوح خطبہ موضوعات گمبائی میں فرماتے ہیں۔

”ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعيف بن الحسن بل والصحيح كمانته على ذالك الائمه الحفاظ وطال ما اختلج في ضميري انتقاده و انتقاده فاورد الحديث ثم اعقب بكلامه ثم ان كان متعقبا نبهت عليه، يعني

ابن جوزی نے کتاب ”موضوعات“ میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں نقل کر دی ہیں کہ آئمہ حفاظ نے اس کے اختلاج ضمیر پر نقد و جرح کی اور ان احادیث کی حقیقت بیان کی۔ جن کو وہ موضوعات میں شمار کرتا ہے، پھر اُس کا پورا پورا تعاقب کیا اور انتباہ کیا۔

اسی قسم دوم میں مقاصد الحسنہ امام سخاوی کی ہے۔ اور یہ کتاب ہرگز

تصانیفِ خاصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُن کا مقصود اُن احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں۔ اگرچہ وہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل، چنانچہ اُس میں بہت سی احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ یہ بخاری میں ہے اور یہ مسلم میں اور یہ صحیحین دونوں کے متفق۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۲۸۷ تا ۲۸۸﴾

ابن تیمیہ کی اختراعات

جیسا کہ ہم بار بار عرض کر چکے ہیں کہ محدثین زہبِ عنوان حدیث کو قطعی درست تسلیم کرتے ہیں مگر بعض سر پھرے لوگ اس تحقیق کے بعد بھی ابن تیمیہ کہ وہی وہی دلائل پیش کئے جا رہے ہیں جو اُس نے حدیث کو وضعی قرار دے کر کئے ہیں، حالانکہ صحیح حدیث پر اپنے تخیلات کو مسلط کرنا کسی بھی صورت میں کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ تاہم ابن تیمیہ کے اعتراض ملاحظہ ہوں ابن تیمیہ نے بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی وحشت انگیز کتاب منہاج السنۃ میں لکھا ہے کہ حدیث ”انما مدینۃ العلم و علی بابہا“ ضعیف ترین اور وہابی ہے۔ اس لئے اُسے موضوعات میں شمار کیا گیا ہے اور ترمذی نے اس کو روایت کیا اور ابن الجوزی نے اس کے تذکرے میں بیان کیا ہے کہ یہ تمام طرق کے اعتبار سے موضوع ہے، اور اس حدیث کے وضعی اور جھوٹی ہونے پر اس کا نفی مضمون ہی شاہد ہے، کیونکہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کا شہر ہوں تو اس حدیث

کے مطابق علم حاصل کرنے کے لئے صرف ایک ہی دروازہ ثابت ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم فردِ واحد کے ذریعہ پہنچنے سے امرِ اسلام مسدود ہو جاتا ہے حالانکہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ علمِ رسول کا کسی فردِ واحد کے ذریعہ پہنچنا جائز نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ مبلغین اس تواتر کے ساتھ ہوں کہ وہ لوگ بھی اُن کے اخبار سے تحصیلِ علم کریں جو حاضر نہیں تھے۔

اور خبرِ واحد بغیر قرآن کے مفید نہیں ہو سکتی جبکہ قرآن یا تو وہی یا اکثر لوگوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں پس وہ قرآن اور سننِ متواتر کا علم حاصل نہیں کر سکیں گے۔

وحدیث انا مدینۃ العلم و علی بابہا، اضعف
واوہی ولہذا نما یعدفی،

عقل نہیں مانتی

اگرچہ قرآن و حدیث کی نصوص قطعہ کو میزانِ عقل پر وزن کرنے والوں کی کمی تو نہیں مگر اہل اسلام کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خدا اور رسول کے فرامین کے تجزیہ کے لئے اپنی عقول کو میزانِ عدل قرار دے لیں،،
جب کسی شخص کی گردن میں اسلام کا قلابہ پڑ جاتا ہے تو اُس کا وجدان اُسے آگاہ کر دیتا ہے کہ !

عقلِ قرباں کن پیشِ مصطفیٰ

مگر ہم انہیں کیا کہیں جو ایک طرف تو اہل اسلام ہی نہیں شیخ الاسلام ہونے کے مدعی ہیں اور دوسری طرف محض تسکینِ انا کے لئے اپنی عقول پر فرامینِ مصطفیٰ کو بھی قربان کر دینے سے گریز نہیں کرتے،

بہر کیف! کتاب ”منہاج السنۃ“ میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ پھر یہ حدیث قرار واقعی حقائق کے بھی خلاف ہے کیونکہ تمام اسلامی شہروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم حضرت علی کے علاوہ دوسرے لوگوں کے ذریعہ پہنچا ہے۔

چنانچہ یہ تو ظاہر ہے کہ اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ کو بغیر حضرت علیؑ کی وساطت کے علم پہنچا جبکہ اہلِ شام اور اہلِ بصرہ کو بھی بغیر حضرت علیؑ کے وسیلہ کے علم پہنچا ہے کیونکہ شام اور بصرہ کے لوگوں نے حضرت علیؑ سے نہایت ہی قلیل تعداد میں اور اُن کے سوا دوسرے لوگوں سے بکثرت روایات بیان کی ہیں۔

ہاں! حضرت علیؑ کا زیادہ علم اہلِ کوفہ کو پہنچا ہے مگر یہ نہیں کہ اہلِ کوفہ کو سب کا سب علم انہیں کے ذریعہ پہنچا ہے بلکہ اہلِ کوفہ خلافتِ علیؑ سے پہلے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہی قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کر چکے تھے جبکہ اہلِ مدینہ میں سے فقہاء حضرات حضرت عمرؓ کے زمانے میں دین کو

حاصل کر چکے تھے اور اہل یمن نے حضرت معاذ بن جبل سے تحصیل علم کی ہے کیونکہ حضرت معاذؓ نے حضرت علیؓ سے زیادہ دیر اُن کے پاس اقامت کی ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل یمن کثرت کے ساتھ حضرت معاذؓ سے ہی روایت بیان کرتے ہیں۔“

علاوہ ازیں ! اکابر تابعین شریح وغیرہ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے ہی فقہیت حاصل کی تھی کیونکہ جب حضرت علیؓ کوفہ میں آئے تو شریح وہاں کے قاضی تھے چنانچہ شریح اور عبیدہ سلمانی نے حضرت علیؓ سے نہیں بلکہ دوسرے لوگوں سے فقہ کا علم حاصل کیا اور اسلام کا علم حضرت علیؓ کے کوفہ پہنچنے سے قبل شہروں میں پھیل چکا تھا،

الموضوعات وان رواه الترمذی وکذا کرہ ابن
الجوزی وبن ان سائر طرقه موضوعه ، والكذب
يعرف من نفس منته فان النبي صلى الله عليه
وسلم اذا كان مدينة العلم ولم يكن له الا الباب
واحد ولم يبلغ عنه العلم الا فرد واحد
فسد امر الاسلام ولهذا اتفق المسلمون على انه لا
يجوز ان يكون المبلغ عنه العلم الا واحد ابل يجب
ان يكون المبلغون اهل التواتر الذين يحصل العلم
بخبرهم للغائب وخبر الواحد لا يضيده العلم الا

بقرائن وتلك قد تكون مستفيه أو خفية عن
اكثر الناس فلا يحصل لهم العلم بالقرآن والسنن
المتواترة.

ثم ان هذا خلاف المعلوم بالتواتر فان جميع
مدائن الاسلام بلغهم العلم عن الرسول من غير
على اما اهل المدينة ومكة فالامر فيها ظاهرو
كذلك الشام والبصرة فان هؤلاء لم يكونوا
يروون عن على الاشياء قليلاً وانما كان غالب
علمه في الكوفة ومع هذا فاهل الكوفة كانوا
تعلموا القرآن والسنة قبل ان يتولى عثمان فضلاً
من على وفقهاء اهل المدينة تعلموا الدين في
خلافة عمرو تعليم معاذ بن جبل لاهل اليمن
ومقامه فيهم اكثر من على ولهذا روى اهل اليمن
عن معاذ بن جبل اكثر مما روى عن على وشريح
وغيره من اكابر التابعين انما تفقهوا على معاذ بن
جبل ولما قدم على الكوفة كان شريح فيها قاضياً
وهو عبدة السلمانى تفقهوا على غيره فانتشر علم
الاسلام في المدائن قبل ان يقدم على الكوفة.

﴿منهاج السنة جلد سوم﴾

یہ منکرین حدیث کا استدلال ہے

ابن تیمیہ کے یہ دہنی افکار جو یقیناً دہنی خلفشار کی پیداوار ہیں ماہرین فن حدیث کے نزدیک کسی بھی صورت لائق اعتناء قرار نہیں پائے،
ہاں! اگر زیب عنوان حدیث ”انا مدینۃ العلم و علی بابھا“
اور جھوٹی ہوتی تو پھر اس کی ہر جہت کو موضوعِ سخن بنا کر مطاعن کی زد
میں لے آنے سے کوئی حرج واقع نہ ہوتا،

لیکن صحیح کے درجہ پر پہنچی ہوئی متواتر حدیث پر اس قسم کی جرح
قدح تو وہ لوگ کر سکتے ہیں جو یا تو سرے ہی سے انکار حدیث کا عقیدہ رکھتے
ہوئے اسلام سے نکل گئے ہوں یا پہلے ہی سے غیر مسلم ہوں، کیونکہ کسی بھی
مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وحی سے مشابہ کلام پر ناقدانہ
کلام کرنے کا حق کبھی نہیں دیا گیا،

قرآن و حدیث کی نصوص کو اگر عقولِ نامتہام کے ترازو پر وزن
کرنے کی اجازت ہوتی تو اب تک دین اسلام کی دھجیاں بکھر گئی ہوتیں مگر
ایسا نہیں ہو سکتا تھا نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہونے دیا جائے گا۔

کیونکہ مسلمان کا اس عقیدہ پر راسخ ہونا از بس ضروری ہے کہ !

عقل قرباں گن پیش مصطفیٰ

بہر کیف ! منہاج السنہ کی ان واہی عبارات کا جواب علمائے

متقدمین نے اپنے اپنے زمانہ میں پوری قوت اور شرح و سطر کے ساتھ دے رکھا ہے۔

بائیں ہمہ ہر دور میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو اس قسم کا واہی استدلال اپنے ذوق کی تسکین کے لئے قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں خواہ اس سے ایمان کا جنازہ ہی کیوں نہ نکل جائے،

اس قسم کی ذہنی اختراعات اور تاریک گتوں سے بھی کمزور دلائل کی تردید کے لئے ہمارے سامنے بے شمار عقلی اور نقلی دلائل کے انبار لگے ہوئے ہیں مگر ہم اُن سب کو قلم انداز کرتے ہوئے صرف ایک کتاب کے چند اقتباسات اور حوالوں سے مزین کر کے پیش کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

سِفَرِ گولڑویہ بر عنقِ ابنِ تیمیہ

قُطْبُ الاقطاب، فُرُوْالاحباب حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیفِ لطیف ”تصیفہ مابین سنی شیعہ“ سے براہِ راست اخذ کیا گیا یہ نفیس اور بلند پایا مضمون قاری کے ذہن کو ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک کر دیتا ہے۔

اس فیصلہ کن عبارت میں سیدنا و مرشدنا پیر مہر علی شاہ صاحب قُدس سرّہ العزیز نے ابنِ تیمیہ کے توہمات کا محدثانہ طرز پر ردِ بلیغ کرنے کے ساتھ ساتھ اس حدیثِ پاک کے مضمرات کو نمایاں کرنے کی بھی حسین کوشش

فرمائی ہے۔

اس مقام پر یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سرکارِ گولڑہ کی پیش کی جانے والی عبارات میں بعض مقامات پر جو مجھے تقرّف کرنا پڑا ہے وہ محض اُن مشکل الفاظ کو آسان لفظوں میں تبدیل کرنے تک محدود ہے جن کی تبدیلی سے نفسِ مضمون کا کوئی گوشہ بھی متاثر نہ ہو۔

علاوہ ازیں بعض روایات پر اصل کتابوں کے حوالے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ وضاحتی نوٹ پر تحریر کر دئے ہیں۔

جواب خلفشار کا

﴿۱﴾ ابنِ تیمیہ کی یہی دلیل معاذ اللہ انکارِ نبوّت پر بھی قائم ہو سکتی ہے۔ مثلاً کہا جاسکتا ہے کہ خداوندِ عالم چونکہ علیم ہے اور اس کے علم کا شرائع و احکام ثابت ہیں۔ مگر اس علم کو ہر زمانہ میں ایک شخص اس طریق پر نہیں پہنچا سکتا کہ لوگوں کو علم یقینی حاصل ہو۔ لہذا ہر زمانہ میں متعدد انبیاء کا آنا ضروری ہے ورنہ چاہیے کہ دینِ الہی مسدود اور بند رہے لہذا معاذ اللہ اکیلے نبی کی نبوّت باطل ہے،

﴿۲﴾ ابنِ تیمیہ کا یہ قول کہ ذریعہ علم کا بعد تو اتر کثیر ہونا اور عدم جواز، تو حد یعنی ذریعہ علم کا ایک ہونا جائز نہیں سراسر باطل ہے تمام اہل سنت و الجماعت باستثناء چند غیر معتبرین کے خبر واحد یعنی ایک شخص کی خبر کو واجب

العمل جانتے ہیں اور علمائے اصول اس دعوے پر آیات و احادیث ذکر کرتے ہیں اور انہی دلائل کے سیاق میں لکھتے ہیں کہ ! ” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطراف اور شہروں میں دین اسلام کی اشاعت کے لئے ایک ایک آدمی بھیجنا کافی سمجھا ہے اور کسی بھی طرف اشخاص کثیرہ جن کی کثرت تو اتر تک پہنچے نہیں بھیجے “

صحابہ کرامؓ ہمیشہ خبر واحد کو قبول فرماتے رہے اور ان سے جس نے بھی کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا سنا وہ تسلیم کرتے تھے۔

چنانچہ علمائے اصول اس مقام پر صحابہؓ کے اس اجماع کو حجت سمجھتے ہیں،

نیز درج ذیل آیات قرآنیہ اور حدیث بھی اسی اصول کے حق میں ہیں۔

پہلی آیت

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ .
ترجمہ !

اور جس وقت لیا اللہ نے عہد اہل کتاب سے

البتہ بیان کرو گے تم اُس کو واسطے لوگوں کے۔

﴿سورة آل عمران آیت ۱۸۷﴾

اگر ہر ایک شخص کی خبر حجت نہ ہوتی تو بیانِ علم کے ساتھ مامور کیوں

ہوتا۔

دوسری آیت

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ

﴿سورة توبہ آیت ۱۲۲﴾

یعنی چاہئے کہ ہر قوم میں سے بعض لوگ پیغمبر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہ کر علمِ دین

سیکھیں اور پچھلوں کو جا کر سکھادیں۔

اس آیت کے متن کے سلسلہ میں سوال کیا جاسکتا ہے کہ طائفہ

چونکہ جماعت کا نام ہے بدلیلِ حقوقِ طاعو پھر یہ آیت خبر واحد یعنی ایک شخص

کی خبر کے واجب العمل ہونے پر کیسے دلیل ہو سکتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ لفظ طائفہ بناءً براح ایک پر بھی بولا

جاتا ہے اور زیادہ پر بھی بدلیلِ قولہ تعالیٰ وَلَيَشْهَدْ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ

الْمُؤْمِنِينَ ﴿سورة النور آیت ۲﴾ مراد طائفہ یہاں سے عام ہے ایک مومن

ہو یا زیادہ کما قال قتادہ اور نیز سبب نزول وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

افْتَلَوْا ﴿سورة الحجرات آیت ۹﴾ میں منقول ہے کہ یہ دو انصاری تھے

جن میں سے ایک ہی نے آپؐ کے پاس مرافعہ کیا تھا۔

تیسری آیت

فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ .

﴿سورة النحل آیت ۴۳﴾

یعنی در صورت بے علمی سوال از اہل علم واجب ہے اور سوال کا وجوب قبول کوئی معنی نہیں رکھتا۔

چوتھی آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ .

﴿سورة النساء آیت ۱۳۵﴾

اس آیت میں بانصاف اور شہادت للہی کا ارشاد ہے پس اخبار عن الرسول جیسا کہ

قال الله صلى الله عليه وسلم يا سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم .

بالقسط اور شہادت للہی ہے جس کا وجوب بجز اس کے کہ قبول اس

کا بھی واجب ہو معنی ندارد ورنہ شہادت کا واجب ہونا اور نہ ہونا برابر ہو جائیں گے جو ظاہر البطلان ہے۔

پانچویں آیت

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ

﴿سورة البقرة آیت ۱۵۹﴾

اس آیت میں کتمانِ ہدٰی پر وعید بیان فرمایا گیا ہے جس سے اظہارِ دین کا وجوب، جیسا کہ اوپر گزرا پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اظہار و تبلیغ بغیر وجوب قبولِ تحقیق نہیں۔

چھٹی آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا

﴿سورة الحجرات آیت ۶﴾

یہاں فاسق کی خبر واحد کو بھی سرے سے مردود و ناقبول نہیں سمجھا گیا بلکہ اس پر تحقیق کا ارشاد فرمایا گیا ہے جس سے ثابت ہو کہ یہ خبر واحد بھی باطل نہیں کیونکہ در صورتِ علّت ہونے وصف کے، وصف عارض کو علّت بنانا قبیح ہوتا ہے اور متکلم کی سفاہت کا کافی ثبوت، مثلاً اگر کوئی کہے کہ مردہ بوجہ قلم دوات نہ ہونے کے نہیں لکھتا تو سامع کو قبیح معلوم ہوگا کیونکہ انعدام کتابت کی علّت اور اصلی و کافی سبب موت ہے تو پھر انعدام دوات قلم کی علّت بنانا ناجائز ہے۔

حضرت سلمان کی خبر

احادیث

بریرہ کی خبر ہدیہ کے بارہ میں حضور علیہ السلام نے قبول فرمائی حالانکہ وہ ایک خادمہ عورت تھی۔

ایسا ہی سلمانؓ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کی خبر قبول فرمائی تھی سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل از حصول شرف اسلام اس قوم سے تھے جو اہل کھوڑوں کی پرستش کرتے تھے پھر اس دین سے ناخوش ہو کر کئی اُدیان کی طرف منتقل ہوتے رہتے تھے کسی صومعہ نشین نے اُن سے کہا شاید تو دینِ حنفی کی تلاش میں ہے اب اُس کا وقت قریب آ گیا ہے تو یثرب ﴿مدینہ﴾ جا، نبی معبود ہدیہ یعنی پیش کش کھالے گا اور اُس کے دو شانوں کے مابین مہرِ نبوت ہوگی، یہ سن کر آپ مدینہ کو چل دیئے۔ راستہ میں انہیں کسی عرب نے گرفتار کر کے مدینہ کے یہودی پر بیچ ڈالا۔ وہاں اپنے آقا کے باغ میں مشقت کیا کرتے تھے۔ تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے۔ حضرت سلمانؓ سنتے ہی ایک طبق خرمالیکر حضور کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپؐ نے فرمایا ! کیا ہے ؟

در جواب عرض کیا ! یہ صدقہ ہے۔

آپؐ نے اصحابؓ کو فرمایا ! تم لوگ کھاؤ اور آپؐ نے تناول نہ

فرمایا۔ سلمانؓ نے دل میں کہا کہ یہ ایک علامت ہے منجملہ علامات نبوت کے، پھر دوسرے دن سلمانؓ اور عمرؓ مالا لئے۔

آپؐ نے فرمایا کیا ہے اے سلمانؓ ؟

جواباً عرض کیا یہ ہدیہ ہے۔ پھر آپؐ نے بھی تناول فرمایا اور اصحابؓ

کو بھی شامل کیا۔ اس پر سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل میں کہا یہ دوسری علامت ہے نبوت کی،

پھر حضرت سلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کی

طرف ہوئے۔ آپؐ نے اُن کا مطلب سمجھ لیا لہذا اپنی چادر اپنے شانہ ہائے

مبارک سے علیحدہ کر دی اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم نبوت کو دیکھ لیا

اور مشرف باسلام ہوئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپؐ نے خیر واحد یعنی سلمانؓ کی خبر دربارہ

صدقہ و ہدیہ اگرچہ وہ عبد (غلام تھا) قبول فرمائی۔

آپؐ نے اُم سلمہؓ کی خبر دربارہ ہدیہ قبول فرمائی تھی۔

بادشاہوں کے تحائف و ہدیہ اُن کے فرستادوں کے ہاتھ آپؐ قبول

فرما لیتے تھے اور ایسا ہی اُن کا قول بھی مقبول ہوتا تھا۔
 غلام کو اس قول میں کہ میں ماڈون ہوں سچا سمجھتے تھے۔

چاند کی شہادت

ایک اعرابی کی شہادت رویت ہلال کے متعلق منظور فرمائی۔ جس نے بیان کیا تھا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے علاوہ ازیں ولید بن عقبہ کی خبر کو آپؐ نے صحیح مانا اور بوجہ یہ خبر دینے کے کہ وہ لوگ مُرتد ہو گئے ہیں اُن پر چڑھائی کی تیاری کی۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی،

قوله تعالى ان جاءكُم فاسق الایہ

اور آپؐ جاؤسوں اور عریضوں کی خبریں جن کو دشمن کے ملک میں بھیجا جاتا تھا قبول فرما لیتے تھے۔

آپؐ نے افراد یعنی اکیلے اکیلے کو تعلیم احکام کے لئے اطراف میں بھیجا، کہیں یہ امر ثابت نہیں کہ اتنے کثیر التعداد لوگ آپؐ ارسال فرماتے تھے جن کا عدد تو اتر تک پہنچے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا بعد ازاں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یمن میں تعلیم احکام کے لئے روانہ فرمایا اور دحیہ کلبیؓ کو خط دے کر قیصر اور ہرقل کی طرف روم میں اور عتاب بن اسید کو مملہ کا امیر بنا کر احکام تعلیم کے لئے اور عبد اللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ خط کسریٰ کی طرف اور عمرو بن امیہ ضمیری حبشہ کو اور عثمان بن ابی العاص کو طائف کی طرف

اور حاطب بن ابی بلتعہ کو مقسوقس صاحب اسکندریہ کے پاس اور شجاع بن وہب اسدی کو حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف دمشق میں اور سلیط بن عمر مری کو ہودہ بن خلیفہ کے پاس یمامہ اور عثمان بن عفان کو اہل مکہ کے پاس حدیبیہ میں اور عمرؓ کو صدقات پر والی بنایا اور ایسا ہی قیس بن عاصم و مالک بن نویرہ اور برقان بن بدر و زید بن حارثہ اور عمرو بن العاص و عمرو بن حزم و اسامہ بن زید و عبد الرحمن بن عوف اور ابو عبیدہ بن الجراح و غیر ہم کو معبوث فرمایا۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اگر یہ لوگ مع کثیر التعداد اور فقاء کے بھیجے جاتے تو دار ہجرت یعنی مدینہ منورہ اصحاب کرام سے خالی ہو جاتا اور باتفاق اہل سیر ثابت ہے کہ معبوث الہیم ان کا قول قبول کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ خیر واحد موجب للعمل ہے مثل متواتر کے۔

ایسا ہی صحابہ کرام نے بھی ﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہم﴾ اخبار احاد کے ساتھ اپنے واقعات میں عمل کیا ہے۔ جس کی وجہ سے قبول خیر واحد کا مسئلہ اجماعی بنا گیا ہے۔

﴿۱﴾ یوم السقیفہ میں حضرت ابو بکرؓ کی روایت ”الائمة من قریش“ بغیر کسی انکار کے مقبول ٹھہری۔

﴿۲﴾ ایسا ہی صدیق اکبرؓ کے قول ذیل کی طرف سب نے رجوع کیا۔

”الانبياء يدفنون حيث تموتون“

﴿۳﴾ ایسا ہی صدیق اکبرؑ کی روایت ”معاشر الانبياء لا نورث وما تركناه صدقه“ مسلم ٹھہری۔

﴿۴﴾ ایسا ہی صدیق اکبرؑ کا رجوع تو ریشہ جدہ کے مسئلہ میں مغیرہ اور محمد بن مسلمہ کے اس حدیث کو روایت کرنے پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا۔ یعنی دادی کو بعض حالات میں چھٹا حصہ پوتے کی وراثت سے ملتا ہے۔

﴿۵﴾ ایسا ہی حضرت صدیقؑ کا حضرت بلالؓ کی خبر ذیل کو سن کر اپنے حکم کا نقص کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کے پر خلاف صدیقی حکم ہوا ہے۔

﴿۶﴾ ایسا ہی حضرت عمرؓ کا رجوع تفصیل اصابع سے ”يقول عمرو بن خرم ان في كل اصبع عشرة“ تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ عمرؓ انگلیوں کی دیت میں یکساں حکم نہیں فرماتے تھے بلکہ بالتفصیل خنصر کے لئے چھ اونٹ اور بنصر کے لئے نو۔ اور وسطی و سبابہ کے لئے دس دس اور ابہام میں پندرہ۔

﴿۷﴾ ایسا ہی عمرؓ پہلے عورت کو اپنے شوہر کی دیت سے محروم الارث (محروم الوراثة) سمجھتے تھے۔

بعد ازاں ضحاک بن مزاحم کی روایت ذیل سے کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضحاک کی جانب حکم نامہ بھیجا کہ اشیم خبابی کی عورت کو اپنے شوہر کی دیت سے وارث کرے۔ آپؐ نے اپنا طریقہ بدل دیا۔

﴿۸﴾ ایسا ہی مجبوس سے جزیہ لینے میں حضرت عمرؓ نے عبدالرحمنؓ

بن عوف کی روایت ذیل پر عمل کیا تھا کہ ”سنو ابہم سنة اهل الكتاب“ یعنی مجبوس سے اہل کتاب کی طرح معاملہ رکھو۔

﴿۹﴾ ایسا ہی حمل بن مالک کی روایت کو حضرت عمرؓ نے قبول کیا جو

اس نے کہا !

كنت بين حاريتين لي يعني ضرتين فضربت

احدهما الا خرى بمسطح فالقت جنينا ميتا فقضى

فيه رسول الله عليه وسلم بغرة .

یعنی میری دو عورتیں تھیں ایک نے دوسری کو لکڑی سے مارا جس کی

وجہ سے اُس کا مرا ہوا بچہ پیدا ہوا۔ آپؐ نے اس میں یہ فیصلہ فرما دیا کہ یہ

غفلت یا بے خبری کی وجہ سے ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ! اگر ہم یہ

روایت نہ سنتے تو اپنی رائے سے حکم کرتے۔

﴿۱۰﴾ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریغہ بنت مالک کی اس

روایت کو قبول کیا جو اُس نے کہا !

جئت الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

استاء ذنه بعد وفاة زوجي في موضع العدة فقال

امكسى حتى ينقضى عدتك ولم ينكر الخروج
للاستفتاء فى ان المتوفى عنها زوجها تعتد فى
منزل الزوج ولا تخرج ليلاً ولا نهاراً اذا وجدت
من يقوم بامرها.

﴿۱۱﴾ علی نے مذی کے بارہ میں مقداد کی روایت پر عمل فرمایا کہ
فقط وضو لازم ہے غسل نہیں۔

﴿۱۲﴾ مسئلہ وجوب الغسل بالتقاء الختان میں جمہور نے حضرت
عائشہ کی خبر کو واجب العمل سمجھا۔

خبر واحد کے مقبول ہونے پر اجماع

باجماع اُمت معاملات میں مثل ”هذه الجارية اهدي
اليك فلان وان فلانا و كلني بيع هذه الجارية او بيع هذا
الشئى“ خبر واحد مقبول ہوتی ہے۔ بعض معاملات میں کبھی حق اللہ بھی
واحد پر مرتب ہو جاتا ہے۔

خبر واحد کے متعلق چار مذاہب

اہل سنت کا اجماع خبر واحد کی قبولیت اور موجب علم ہونے پر ہے۔
جس کو انہوں نے کتاب اللہ و سنت و اجماع و قیاس سے ثابت کیا ہے۔
بلکہ سنت متواترہ اور اجماع کا اتباع ہے۔ جو دلائل قاطعہ ہیں یعنی

سُنّت متواترہ اور اجماع سے ثابت ہو چکا کہ خیر واحد واجب العمل ہے۔
اس تقریر میں خیر واحد کے متعلق مذاہب اربعہ بھی معلوم ہو گئے ہیں۔

ابن تیمیہ مذہب روافض پر

بعض اُن میں سے از روئے عقل افادہ وجوب عملی کا انکار کرتے ہیں مثل جبائی و روافض کے اور بعض بدلیل سمعی یعنی ہر دو آیت مذکورہ کی وجہ سے۔ اُن کے استدلال کا جواب اہل سنت کی جانب سے اُوپر لکھ چکا ہوں۔ شیخ ابن تیمیہ نے معلوم نہیں اس مقام پر اپنا ضلی مذہب چھوڑ کر روافض کا مذہب کون سی مجبوری اور ضرورت کے تحت اختیار کیا ہے اگر کہا جائے کہ منہاج السنّت میں رافضی کو جواب دے رہے ہیں۔ لہذا ممکن ہے کہ یہ الزامی جواب ہو تو گزارش ہے کہ آپ بطریق تحقیق جواب لکھ رہے ہیں نہ بطرز الزام۔ چنانچہ اسی جواب میں واحد کو غیر معصوم ٹھہرایا گیا ہے۔ ورنہ یہ جواب ہی ہباء منشور ہو جاتا ہے پھر تعجب بر تعجب اس سے پیدا ہوتا ہے کہ خیر واحد کے غیر مقبول ہونے کو اجماعی لکھتے ہیں۔ اگر صرف بعض الناس کا مذہب لے کر خیر واحد کو ناقابل قبول کہتے تو بھی ایک بات تھی حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ ایک مردود مذہب کو جو کتاب اللہ و سنت و اجماع و قیاس کے برخلاف ہے اجماعی قرار دیا گیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ قبول خیر واحد ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی اثبات کے لئے اہل سنت نے مستقل رسالے اور تالیفات لکھے

ہیں۔

جواب لا جواب

اب دوسرے جملہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو شیخ ابن تیمیہ نے اسی جواب میں لکھا ہے۔

﴿وخبّر الواحد لا يفيد العلم الا بقرائن و تلک

قد تكون مستفیه او خفیه عن اکثر الناس فلا

يحصل لهم العلم بالقرآن والسنن المتواتره﴾

اگر کہا جائے کہ شیخ ابن تیمیہ کا مطلب عبارت متعلقہ تردید متن حدیث سے یہ نہیں کہ خبر واحد درجہ قبولیت سے ساقط ہے اور وجوب عملی کے لئے مفید نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ علم یقینی خبر متواتر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس عبارت ذیل میں علم سے مراد علم شرعی یعنی یقینی علم ہے نہ تصدیق منطقی، یعنی مطلق اعتقاد و جازم جو شامل ہے، ظن کو بھی، قرآن حکیم کا محاورہ ہے کہ علم بمقابلہ ظن کو بولا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ !

مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ اَنْ يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ .

اتفق المسلمون على انه لا يجوز ان المبلغ عنه

العلم الا واحد ابل يجب ان يكون المبلغون اهل

التواتر الذين يحصل العلم بخبرهم للغائب .

چنانچہ بعد اس کے فلا یحصل لهم العلم بالقرآن

والسنن المتواترہ میں تخصیص قرآن و سنن متواترہ ارادہ مذکورہ پر کافی شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن و سنن متواترہ کا علم خیر واحد سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔

ان کے لئے بکثرت مبلغین چاہئیں۔ لہذا صرف ایک ہی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم رسول کے لئے مبلغ ٹھہرنا ایسا امر ہے جس سے کارخانہ اسلام بالکل فاسد ہو جاتا ہے۔ پس قول ابن تیمیہ ﴿فسد امر الاسلام﴾ صحیح اور بجا ہے تو در جواب اس کے کہا جاتا ہے کہ منہاج السنۃ کی ساری عبارت منقولہ پر جو صدر بحث میں تمام نقل کی گئی ہے۔ اگر غور کو کام میں لایا جائے تو علم سے مراد مسائل شرعیہ یا مطلق اعتقاد ہے جیسے جملہ

فان جميع مذائن الاسلام بلغهما العلم عن الرسول من غير علي فان هنولاء لم يكونوا يروون عن علي الا شيئا وانما كان غالب علمه في الكوفة. وغیر ہا سے ایک ذوق بصیرت سمجھ سکتا ہے۔

دُوسروں کو بھی علم تھا مگر

بہر کیف ! شیخ ابن تیمیہ کہ ہر دو اعتراض کا جواب یہ ہوا کہ حدیث مدینۃ العلم صحیح ہے موضوع نہیں۔

چنانچہ مفصل گزر چکا ہے اور متن حدیث میں علم سے مراد خاص علم ہے یعنی علم اسرار مطلب یہ ہے کہ میں علم اسرار کا شہر ہوں اور علی اُس شہر کا

دروازہ ہیں بغیر از وساطت علی کوئی علم اسرار کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اگر درِ مدینۂ علم سے عام علم لیا جائے ظاہری ہو یا باطنی تو بالخصوص علی کرم اللہ وجہہ الکریم، کا دروازہ ہونا اس لحاظ سے نہیں کہ کسی اور صحابی کو اصلاً علم نہ تھا۔

بلکہ اس کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسا کہ کوئی اُستاد اپنے لائق، ممتاز، اعلیٰ درجہ کے ذہین طالب علم کی نسبت کہے کہ میرا علم کما حقہ اور پورے طور پر اُسی شخص کو پہنچے گا جس نے بوساطت میرے فلاں طالب علم کے حاصل کیا۔ گو اور میرے شاگرد بھی اس شاگرد کی طرح مجھ ہی سے مستفید ہیں مگر فلاں چونکہ فہمِ سخن اور ادا و بیان مسائل میں ممتاز نہ طرز رکھتا ہے۔ اور بوجہ کمالِ اتحاد و فیما بین اُس کو اعلیٰ درجہ کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس کے سبب سے ہر ایک قسم کے مشکل و مفصل مسائل کے پیش آنے پر اُن کی پوری پوری تشریح و حل پر قادر ہوگا۔ لہذا میرے علم کا ذریعہ اور واسطہ ہونا اُسی کا حق ہے۔ دوسرے شاگردوں کو بھی حل مشکلات و معضلات میں اُسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

شیخین کے مددگار

اور ظاہر ہے کہ بعد اُس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مشکل مسئلہ کے پیش آنے پر شیخین وغیرہ ہما بھی آپ سے ہی امداد لیتے تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

جیسا کہ حضرت عمرؓ کے فرمان ”لولا علی لہلک عمر“

اور ”قضیۃ ولا ابا حسن لہا“ مشہورہ تمثیلات سے ہیں۔

آپؐ کی علمیت اور فضیلت علمی پر احادیث صحیحہ جو اہل سنت علماء کرام کی تصنیفات ہیں باسناد مذکور ہیں اسی حدیث مدینۃ العلم کی تائید کرتی ہیں، ﴿اقضاکم علی﴾

”علی باب علمی مبین لامتی ما ارسلت بہ من بعدی۔“ بعد فتح خیبر ”انت باب علمی“ کا ارشاد ہوا ایسا ہی آپ کے حق میں

”عبیۃ علمی وبابی الذی اوتی منی“

”میرے علم کا برتن اور دروازہ ہے“ اور نیز

”هذا اول من آمن بی و اول من یصافحنی یوم

القیامۃ“

”وہ پہلا مومن شخص ہے جو بہشت میں مجھ سے مصافحہ کرے گا۔“

ایسا ہی

”علی باب حطۃ من دخل فیہ کان مؤمنا ومن

خرج منه کان کافرا“

”علیؑ وہ بابِ حطہ ہیں جو اس میں داخل ہوا

مومن ہوا اور جو خارج ہوا کافر“ ایسا ہی

”یا علی انت حجة الله و انت باب الله“

”اے علی! تُو خدا کی حُجّت ہے“ اور

”علی و انا منه و لا یودی عسی الا انا و علی“

بحث سے پہلے

اس سے قبل کے سرکارِ گولڑوی علیہ الرحمۃ کے استدلالات کا باقی ماندہ حصہ ہدیہ ناظرین کیا جائے مناسب معلوم ہوتا کہ مولائے کائنات سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمِ عظیم کے بارے میں اسامدینۃ العلم و علی بابہا کے علاوہ اُن کی بیان کردہ اور اس ضمن میں آنے والی دیگر متعدد احادیث مع حوالہ ہدیہ ناظرین کر دی جائیں اور اور چند ایک ایسے واقعات و مسائل کا تذکرہ بھی کر دیا جائے جن کے حل کے لئے سیدنا عمر فاروقؓ نے آپ سے مدد بھی حاصل کی اور اظہارِ تشکر و امتنان کے طور پر اُن کے لائحہ علمِ مبارک کو خراجِ عقیدت بھی پیش کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے زیبِ عنوان حدیث کے علاوہ اس ضمن میں آنے والی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

علوم مرتضوی کا اعلان

﴿۱﴾ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی

صاحبزادی سیدۃ النساء العالمین کی تزویج مبارک کے موقع پر فرمایا !
 ”مالک تبکین یا فاطمہ فواللہ لقد انکحتک
 اکثرهم وافضلهم واولهم سلماً۔“

”اے فاطمہ! تو کیوں روتی ہے میں نے تیرا
 اُس سے نکاح کیا ہے جو ان میں سب سے کثیر علم والا
 سب سے زیادہ حلم والا اور سب سے پہلے اسلام لانے
 والا ہے۔“

﴿مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۱﴾ ﴿کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۲، ص ۱۵۳﴾

﴿اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۰﴾ ﴿مرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۱۱ ص ۳۳۵﴾

﴿۲﴾ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

”انا دار الحکمة وعلی بابها“

”میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔“

﴿ترمذی ج ۲ ص ۲۹۹﴾ ﴿مشکوٰۃ ج ۲﴾ ﴿مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۳۵﴾

﴿اشعة اللمعات ج ۳ ص ۶۷۰﴾ ﴿حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳﴾

﴿کنز الاعمال ج ۶ ص ۱۵۳ جلد ۶ ص ۳۰۱﴾ ﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۰﴾

﴿۳﴾ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی

کو فرمایا !

”انت مبین لامتی ماختلفوا من بعدی“

”جب میری اُمت کے لوگ میرے بعد

اختلاف کریں گے تو تو انہیں پہنچانے والا ہے۔“

﴿کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۶﴾ ﴿حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳﴾

﴿کنز الحقائق مع جامع الصغیر ص ۱۸۸﴾

﴿۴﴾ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

”علی باب علمی ومبین لامتی ما ارسلت به من

بعدی“

”علی میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے بعد

لوگوں کو وہ چیز پہنچانے والا ہے جس کے ساتھ میں

بھیجا گیا ہوں۔“

﴿۵﴾ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

”انا دار العلم وعلی بابها“

”میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں“

﴿ ذخائر العقبیٰ محب طبری ص ۷۷﴾

﴿مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۱ ص ۳۲۵﴾

﴿۶﴾ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو

فرمایا !

”فہو باب مدینۃ علمی“

”یہ میرے شہر علم کا دروازہ ہے۔“

﴿ینابيع المودة ص ۱﴾

﴿۷﴾ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

”انا میزان العلم وعلى كفتاه“

”میں میزانِ علم ہوں اور علی اُس کا پلڑا ہے۔“

﴿کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۶﴾

﴿۸﴾ حضورِ معلّم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

”علی باب علمى وعیبة علمى“

”علی میرے علم کا دروازہ اور میرے علم کا برتن ہے۔“

﴿فیض القدير شرح جامع صغير للمناوى ج ۳ ص ۳۵۶﴾

﴿۹﴾ حضورِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

”انا مدينة الفقه وعلى بابها“

”میں فقہ کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ“

﴿تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۲۹﴾

﴿۱۰﴾ ”عن انس قال ! قيل يا رسول الله عمن

نكتب العلم ؟ قال عن علي وسلمان .“

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ! علم کس سے لکھا جائے ؟

آپؐ نے فرمایا ! علی اور سلمان سے۔“

﴿تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۵۸﴾

یادر ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ بھی حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم کے تلمیذ ارشد اور تربیت یافتہ ہیں۔

یہ ہیں دروازے

باب مدینۃ العلم تا جدارِ اہل اتے، مشکل کشا، شیر خدا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایک قول کی شرح کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا !

”قال علی علیہ السلام علمنی رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم الف باب من العلم واستنبطت من

کل باب الف باب قال فاذا کان حال المولیٰ

ہکذا فکیف حال النبی صلی اللہ علیہ وسلم“

” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے علم کے

ہزار دروازوں سے تعلیم دی اور میں نے ہر دروازے

سے ہزار دروازے نکال لئے “

﴿تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۱۱﴾

بعد ازاں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ جب مولیٰ کے علم کا یہ حال ہو تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مبارک کا کیا حال ہوگا۔

منقولہ بالا روایت تغیر لفظی سے علامہ علی متقی ہندی کنز العمال میں
اس طرح بیان کرتے ہیں کہ!

”عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الف باب کل باب یفتح الف
باب“

حضرت علیؑ نے فرمایا!

”مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ہزار دروازوں سے علم سکھایا اور میں نے ہر دروازے
سے ہزار دروازے کھول لئے۔“

﴿کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۲﴾

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل علم کے سمندر سے چند
دُرّ آبدار پیش کرنے کے بعد اب ہم اُن چند اُمور کا ذکر کریں گے جن میں
حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خزانہ علم و حکمت سے استفادہ
کرتے ہوئے اُنکی علمی وجاہت کا اعتراف کیا۔

فاروقِ اعظم کا اعتراف

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسی عورت کو
رجم کرنے کا حکم فرمایا جس نے نکاح سے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دیا تھا، جب
اس واقعہ کی اطلاع بابِ مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پہنچی تو

آپ نے فرمایا! اُس عورت پر رجم نہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ ارشاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا تو انہوں نے آپ کی خدمت میں دریافت حال کے لئے کسی کو بھیجا، مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے!

”وَلَوْ اِلْدَاثُ يُرَضَعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ .“

”اور لڑکے والیاں اپنے لڑکے کو دو سال دودھ پلائیں“

﴿سورة البقرة آیت ۱۲۳﴾

پھر فرمایا حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ ہے چھ ماہ اُس کے حمل کے اور دو سال دودھ پلانے کے تو یہ تیس مہینے بنتے ہیں چنانچہ اُس عورت کی خلاصی ہو گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ کی تصدیق فرماتے ہوئے کہا!

”اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا!

”الہی! مجھے اُس وقت زندہ نہ رکھنا جب

مُشکل کو حل کرنے کے لئے ابن ابی طالب نہ ہوں۔“

مستن ملاحظہ ہو!

ان عمر بن الخطاب رفعت اليه امرأة ولدت

لستہ فہم برجمہا فبلغ ذالک علیاً فقال !
 علیہما رجم، فبلغ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فارسل الیہ فسالہ ؟ فقال ! قال اللہ تعالیٰ
 ”وَلَوْلِذَا تُرِضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلِينَ كَامِلَيْنِ .“
 وقال ! وحملہ وفصالہ ثلاثون شهرا فستة اشهر
 وحملہ وحولین فذالک ثلاثون شهرا ففتحلی
 عنہا،

﴿تفسیر دُرّ منثور ج ۱ ص ۲۸۸﴾ ﴿تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۸۳﴾
 ﴿سنن کبریٰ بھقی ج ۷ ص ۳۲۲﴾ ﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۹۳﴾
 ﴿کنز العمال ج ۳ ص ۹۶، ۲۸۸﴾ ﴿مناقب خوارزمی ص ۵۷﴾
 ﴿اربعین رازی ص ۳۲۶﴾ ﴿ذخائر العقبیٰ محب طبری ص ۸۲﴾

باب مدینۃ العلم ہی حل کر سکتا ہے

ایک مرتبہ ایک شخص کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ
 میں پیش کیا گیا لوگوں نے اُس سے پوچھا تھا کہ تُو نے کیسے صبح کی ؟
 اُس نے کہا تھا کہ میں نے فتنے کی محبت، حق کی ناپسندیدگی، یہود و
 نصاریٰ کی تصدیق غیر مرئی کو ماننے اور جسے پیدا نہیں کیا گیا اُس کے اقرار
 سے صبح کی ہے،

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ
 وجہہ الکریم کو بلا کر یہ سارا ماجرا آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے

فرمایا!

یہ سچ کہتا ہے، یہ فتنے سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں فتنہ ہیں،
اور یہ حق یعنی موت کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سُکراتِ
موت کا آنا حق ہے

یہ یہود و نصاریٰ اہل کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے! یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے پاس کچھ نہیں اور نصرانی کہتے
ہیں یہودیوں کے پاس کچھ نہیں اور مومن اللہ کو بن دیکھے ایمان لاتا ہے اور
ابھی پیدا نہ گئی یعنی قیامت اور آخرت کا اقرار کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو کہا! میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ
پناہ مانگتا ہوں اُس مشکل کے لئے جسے حل کرنے کے لئے علی نہ ہوں،
سعید بن مسیب کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا تھا الہی
مجھے اُس مشکل کے لئے باقی نہ رکھنا جس کو حل کرنے کے لئے اباحسن یعنی
حضرت علی نہ ہوں۔

قال اصحبت احب الفتنة واكره الحق واصدق
اليهود والنصارى واومن بما لم اراه قه اقر بما لم
يخلق .

قال علي ! قال الله تعالى ” اِنَّمَا اَمْرُ الْكُفْرِ

وَأُولَٰئِكَ فِتْنَةٌ ﴿التغابن آیت ۱۵﴾ وقال الله تعالى ۱ ” وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ” ﴿سورة ق آیت ۱۹﴾ وقال الله تعالى ” وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ ” ﴿البقرہ آیت ۱۱۳﴾

فقال عمر اعوذ بالله معضلة لا على وقال سعيد بن المسيب قال عمر اللهم لا تبغني لمعضلة ليس لها ابو الحسن ،،

﴿شمامة العنبرية نواب صديق حسن بھویالی ۱۰۹﴾

اس مقام پر ان لوگوں کو بھی غور کرنا چاہئے جن کے خیال میں یہ سما یا ہوا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دوسرے سے عناد اور دشمنی تھی ، بہر حال تصفیہ کی باقی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

مکہ معظمہ میں علم علی علیہ السلام

شیخ ابن تیمیہ کا یہ قول کے ” فلان جميع مدائن الاسلام بلغهم العلم من الرسول من غير علي “ بالکل غلط اور خلاف واقع ہے کیونکہ اسلام کے شہروں سے مدینہ طیبہ و مکہ معظمہ کا حال تو ظاہر ہے کہ

آپ نے مدینہ طیبہ میں اپنی عمر کا زیادہ حصہ بسر کیا ہے اور اعظم اصحاب مثل شیخین وغیرہ ماضی اللہ عنہم ہر مشکل اور معضل امر میں آپ سے مستفید ہوا کرتے تھے چنانچہ علامہ نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں !

” وسوال كبار الصحابة له ورجوعهم الى فتاواه
واقواله في المواطن الكثيرة والمسائل
المضلات مشهور “

یعنی اکابر اصحاب کا استفادہ اور مشکلات میں حل طلبی مشہور امر ہے،
ایسا ہی ابن روز بہان سے منقول ہے۔

” رجوع الصحابة اليه في الفتوى غير بعيد لانه
كان من مفتي الصحابة والرجوع الى المفتي من
شان المستفتين وان رجوع عمر اليه كرجوع
الائمة وولاة العدل الى علماء الائمة . “
علامہ عجلی ” ذخیرۃ المال “ میں لکھتے ہیں۔

” ولم يكن يسأل منهم واحد وكلهم بساله
مسترشدا وما ذالك الا لخمود نار السؤال تحت
نور الاطلاع . “

یعنی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کسی سے کسی مسئلہ کی دریافت نہیں
فرماتے تھے اور سب صحابہ کرام آپ سے مستفید ہوتے تھے۔ جس کی وجہ سوا

اسکے اور کچھ نہ تھی کے روشنی اطلاع کے نیچے سوال اور دریافت کرنے کی آگ مدھم ہو گئی تھی۔ مکہ معظمہ میں آپ ابتداءً عمر سے ہجرت تک تشریف فرما تھے۔

تلمیذ تھے علی علیہ السلام کے

اور ہجرت کے بعد بھی کئی مرتبہ آپ مکہ معظمہ تشریف فرما ہوئے ہیں پھر کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اہل مکہ کو آپ کا علم نہیں پہنچا اور نیز عبد اللہ بن عباسؓ جن کو شرف تلمذ و شاگردی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حاصل ہوا ہے عرصہ دراز تک مکہ میں مقیم ہو کر اشاعت علم فرماتے رہے چنانچہ علامہ ذہبیؒ ”تذکرۃ الحفاظ“ میں بترجمہ ابن عباس لکھتے ہیں۔

”الاعمش عن ابی وائل قال استعمل علی ابن

عباس علی الحج فخطب یومئذ خطبة لو سمعها

الترک والروم لاسلموا ثم قرا علیہم سورة النور

فجعل یفسرها“

یعنی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے خاص شاگرد عبد اللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما کو ایام حج میں عامل بنا کر بھیجا۔

ابن عباسؓ نے وہاں پر ایسا پُر تاثیر و پُر بلاغت خطبہ پڑھا کہ کفار

ترک اور روم بھی اُسی کو سنتے تو ضرور اسلام قبول کر لیتے۔ پھر سورہ نور کی تفسیر

بیان فرماتے رہے ”طبقات“ میں محمد سعد بن منیع البصری کہتے ہیں،

”اخبِرنا محمد بن عمر حدَّثني و اقد بن ابي
ياسر عن طلحة بن عبد الله بن عبد الرحمن بن
ابي بكر عن ابيه عن عائشه انها نظرت الى ابن
عباس ومعه الخلق ليالي الحج وهو يُسئل عن
المناسك فقالت هو اعلم من بالمناسك“

یعنی اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبد اللہ بن عباسؓ کے
بارہ میں فرمایا اس حالت میں کہ ایام حج میں لوگ عبد اللہ بن عباسؓ سے
مناسک حج دریافت کر رہے تھے کہ باقی ماندہ اصحاب میں سے وہ مناسک کا
علم زیادہ رکھتا ہے۔

ایسا ہی ابو محمد یوسف بن عبد اللہ نمری قرطبی ”استیعاب“ میں
لکھتے ہیں۔

”روينا ان عبد الله بن صفوان مريوماً بدار عبد
الله بن عباسؓ بمكة فراى فيها جماعة من طالبى
الفقه و مربذاز عبيد الله بن عباس فراى فيها جمعاً
يتناولونا الطعام فد خل على ابن زبير فقال له
اصبحت والله كما قال الشاعر“

فان تصحبك من الايام قارعة
لم يبك منك على دنيا ولا دين

قال وما ذاك يا اعرج فقال هذا ان ابا عباس

احدهما يفقه الناس والاخر يطعم الناس فما ابقيا

لك مكرمة الى آخر القصة “

یعنی عبد اللہ بن صفوان ایک روز مکہ میں عبد اللہ بن عباسؓ کے مکانوں کے پاس سے گزرا کیا دیکھتا ہے کہ عبد اللہ بن عباسؓ طلباء کو علم دین پڑھا رہا ہے اور دوسرا بھائی عبید اللہ ابن عباسؓ لوگوں کو کھانا کھلا رہا ہے اس کے بعد وہ عبد اللہ بن زبیرؓ وانی مکہ کے پاس جا کر کہنے لگا کہ قسم خدا تمہارا حال تو ایسا ہی ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

اگر زمانہ سے تجھے کوئی حادثہ پہنچے تو تو اس قابل نہیں

کہ تجھ پر دنیا کے لحاظ سے رویا جائے یا دین کی وجہ سے

اس پر عبد اللہ بن زبیرؓ نے کہا ! اے لنگڑے کیا بات ہے ؟

عبد اللہ بن صفوان نے کہا ! عباس کا ایک بیٹا علم دین پڑھانے کی وجہ سے فیاض ہو رہا ہے، اور دوسرا لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، پھر تمہارے لئے انہوں

نے خصائل حمیدہ و کمالات سے کیا چھوڑا اور تو کس کام کا ہوا،

والی مکہ نے عبد اللہ بن مطح سے کہا کہ عباس کے دونوں بیٹوں سے

جا کر کہہ دو کہ امیر المومنین ﴿عبد اللہ بن زبیرؓ﴾ کہتے ہیں کہ تم دونوں مع

اپنے طلباء و متعلقین اہل عراق کے مکہ سے نکل جاؤ واہ فعلت و فعلت

ورنہ میں ایسا کروں گا اور ایسا عبد اللہ بن عباسؓ نے جواباً لکھ کر بھیجا کہ

ہمارے پاس یا علم کا طالب آتا ہے یا فضل یعنی جو دکا خواہاں، بغیر اُن کے اور کوئی نہیں آتا تو ان میں سے کس کو روکے گا۔

دروغ گورا حافظ نہ باشد

مختصر مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ و حضرت عبید اللہ فرزند ان عباسؓ دینی اور دنیاوی قوائد کے لحاظ سے مرجع خلافت ہیں اور یہی شان خاندانِ نبوتؐ کی ہے جس کی مثال دوسروں میں مشکل ملتی ہے عبداللہ ابن عباسؓ کی مکہ معظمہ میں فیاضی اور تعلیم دینی پر تاریخ شہادت دیتی ہے۔
تجربہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ خود اہل مکہ کو بوجہ شرف تلمذ ابن عباسؓ تفسیر دانی میں سب سے بڑھ کر عالم مانتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ ”اتقان“ میں کہتے ہیں،

قال ابن تیمیہ اعلم الناس بالتفسیر اہل مکة
لانہم اصحاب ابن عباسؓ المجاہد و عطا ابن ابی
رباح و عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ و سعید بن جبیر و
طاؤس و غیرہم ،

شام میں علم علی علیہ السلام

اب شام کا حال سنئے۔ شام کے عالم، بروایت اکابر علماء اہل سنت ابو الدرداءؓ تھے، جو عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ہیں اور وہ تلمیذ و فیض یافتہ

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں، چنانچہ علامہ ذہبی ”تذکرۃ الحفاظ“ میں
 ترجمہ ابودرداء لکھتے ہیں،

”وكان عالم اهل الشام ومقرى اهل دمشق و
 فقيهم وقاضيه“

اور اخطب خوارزمی ”کتاب المناقب“ میں کہتے ہیں۔
 عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ العلماء ثلثة رجل
 بالشام یعنی نفسہ ورجل بالکوفۃ یعنی عبد اللہ بن
 مسعود ورجل بالمدينة یعنی علیاً فالذی بالشام
 یسأل الذی بالکوفۃ والذی بالکوفۃ یسأل الذی
 بالمدينة والذی بالمدينة لا یسأل احدا .

ابودرداء فرماتے ہیں کہ عالم تین ہیں ایک تو شام میں یعنی خود ابو
 درداء اور دوسرے کوفہ میں یعنی عبد اللہ بن مسعود اور تیسرا مدینہ میں یعنی علی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم ﴿شامی عند الحاجۃ کوفی سے پوچھتا ہے اور کوفی مدنی
 سے اور مدنی﴾ یعنی سیدنا علیؑ ﴿کسی سے نہیں پوچھتے، اور محبت طبری ریاض
 النضرہ میں لکھتا ہے۔

عن ابی زاعراء عن عبد اللہ قال علماء الارض
 ثلثة عالم بالشام وعالم بالحجاز وعالم بالعراق
 فاما عالم اهل الشام فهو ابو درداء واما عالم

الحجاز فعلى بن ابى طالب واما عالم اهل العراق
فاخ لكم اهل الشام و عالم اهل العراق يحتاجان
الى عالم اهل الحجاز و الحجاز يحتاج اليهما
اخرجه الحضرمي ،

بصرہ میں علم علی علیہ السلام

اور بصرہ کے متعلق تاریخ دان پر مخفی نہیں کے سیدنا علیؑ بہ نفس نفیس خود
بصرہ میں تشریف فرما ہوئے اور اپنے بے نظیر مواعظ و خطب سے لوگوں کو
بہرہ یاب و مستفید فرمایا۔ جیسا کہ تاریخ طبری وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور یہ بھی
ثابت ہے کہ آپ نے اپنے عہد خلافت میں بصرہ کی حکومت اپنے خاص
شاگرد یعنی عبداللہ بن عباسؓ کو عطا فرمائی تھی اور اہل بصرہ وقتاً فوقتاً فیضیاب
ہوتے رہے پھر کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا علیؑ کا علم بصرہ میں نہیں پہنچا
تھا ”اسد الغابہ“ میں بترجمہ ابن عباسؓ مذکور ہے،

واستعمله علی بن ابی طالب علی البصرة فبقی
علیہا امیراً ثم فارقہا قبل ان یقتل علی ابن ابی
طالب وعاد الی الحجاز وشہد مع علی صفین
وکان احد الامراء ،

یعنی آپ نے ابن عباسؓ کو بصرہ کا امیر بنایا تھا پھر وہ قبل از شہادت
علیؑ ابن ابی طالب حجاز کو لوٹ آئے ، وہ جنگ صفین میں سیدنا علیؑ کرم اللہ

وجہہ الکریم کے ساتھ منصبِ امارت پر تھے۔

ابن حجر ”اصابہ“ میں لکھتے ہیں،

وذكر خليفة ان علياً ولاء البصرة وكان علي
الميسرة يوم صفين واستخلف ابا الاسود علي
الصلوة زياداً اعلى الخراج وكان استكبة، فلم
يزل ابن عباس علي البصرة حتى قتل علي
فاستخلف علي البصرة عبداً لله بن الحارث
ومضى الى الحجاز،

علامہ ذہبی ”تذکرۃ الحفاظ“ میں ترجمہ ابن عباس لکھتے ہیں۔

المدائنی عن نعيم بن حفص قال ابو بكره قدم ابن
عباس علينا البصرة وما في العرب مثله جسماً
وعلماه وبياناً وجمالاً وكمالاً .

”طبقات“ میں ہے۔

اخبرنا عبد الله بن جعفر الرقي نامقعمو بن
سليمان عن ابيه عن الحسن قال اول من حرف
بالبصرة عبد الله بن عباس قال وكان ، متبحراً
اكثر العلم قال فقراء سوارء سورة البقرة ففسرها
آية،

یعنی حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے پہلے ابن عباسؓ نے لوگوں کو دین کا شناسا کیا ہے اور ابن عباس علم کے بکثرت پہچاننے والے تھے۔

ابن حجر نے ”اصابہ“ میں کہا ہے۔

واخرج الزبير بسند له ان ابن عباس كان يعشى
الناس في رمضان و هو امير البصرة فما ينقضى
الشهر حتى يفقههم .

سب علیؓ کے محتاج تھے

ان روایات منقولہ بالا سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ شیخ ابن تیمیہ کا یہ قول کہ مکہ اور مدینہ اور بصرہ و شام میں علم غیر علیؓ سے پہنچا تھا اور علیؓ کا علم گونہ تک محدود تھا وہ بھی قلیل۔ “ کس قدر خلاف واقع اور مخالف اپنے تصریحات کے ہے۔ سب اہل سنت مثل ابن حجر وغیرہ اس پر متفق ہیں کہ علم مرقضوی کے بیان سے عبارات قاصر ہیں۔ کیوں نہ ہوں، وہ علیؓ ہی تھے جو گونہ کے منبر پر ”سلونی قبل ان تفقدونی الخ“ فرماتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔

”اے لوگو! میرے انتقال سے پہلے جس امر کی دریافت کرنی چاہو کرلو“

میرے اندر بہت علم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ علم عطا کیا ہے، میری طرف وحی نہیں آئی،

قسم بخدا اگر مجھے ایک مسند پر بٹھا کر دریافت کیا جائے تو اہل تورات کو تورات اور اہل انجیل کو انجیل کے مطابق فتویٰ دوں۔ اگر اللہ تعالیٰ تورات اور انجیل کو گویا کرے تو وہ کہیں کہ علیؑ نے سچ کہا ہے اور تم کو مطابق اُس کے دیا ہے کہ جو کچھ ہم میں اتارا گیا ہے،

وَأَنْتُمْ تَقْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پس کیوں نہیں جانتے۔

﴿سورة البقرة آیت ۴۴﴾

وہ علیؑ ہی ہیں جنہوں نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ اس جگہ ﴿سینہ﴾ میں بہت علوم ہیں۔ کاش کہ میں ان کے لینے والا کوئی پاتا۔

اور اگر میں چاہوں تو سورۃ فاتحہ کی تفسیر اتنی بڑی لکھوں جس کو ستر ﴿۷۰﴾ اُونٹ اٹھائیں اس میں کوئی شک نہیں اگر ساری دُنیا آپ کے علم کو سیکھتی تو بھی ختم نہ ہونے میں آتا۔

آپ کے علم کی بکثرت اشاعت مدینہ منورہ میں ہوئی ہے کیونکہ خلفاء ثلاثہ اور باقی اصحاب کا ہر مشکل میں آپ کی طرف رجوع ہوتا تھا اور

اپنے اعلیٰ درجے کے شاگردوں کی تعلیم مثل حضرت سلمانؓ والیوزر و مقدادؓ و عمارؓ وغیرہم اور اپنے قریبی رشتہ داروں مثل عبداللہؓ بن عباس اور قرۃ العینین رسول الثقلین و جگر پارہ بتول زہرا سیدۃ النساء و سرورِ جان مہرِ ترضوی سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ کو افاضہ و علومِ اسرار کی تعلیم بوجہ فراغت مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔

خلیفہ ثانی تلمیذِ علیؓ کے مُلتجی

کوفہ میں علمِ علیؓ علیہ السلام

کوفہ میں تو آپؐ ناکثین و قاسطین و مارقین کے قتال میں بکثرت مصروف رہے۔ پھر نامعلوم ابنِ تیمیہ نے ”وانما کان غالب علمہ فی الکوفۃ“ کس بناء پر لکھ دیا اور اس پر بھی اکتفا نہیں کی۔

بلکہ یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اہل کوفہ نے بھی علمِ قرآن و سنت، خلافتِ مہرِ ترضویؓ بلکہ عثمانیؓ سے پہلے حاصل کیا ہوا تھا تاریخِ شاہد ہے کہ کوفہ میں مسلمانوں کا قیام ۱۷ھ میں ہوا ہے، اور خلیفہ ثانیؓ کا انتقال ۲۳ھ میں تو کیا اس چھ سال کے قلیل عرصہ میں کتاب و سنت کا علم اس قدر حاصل ہو گیا تھا کہ سیدنا علیؓ جیسے بحرِ بے کنار سے بھی مستغنی ہو گئے، جیسا کہ ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں،

ومع هذا فاهل الكوفة كانوا تعلموا القرآن والسنة

من قبل ان بتولى عثمانٌ فضلاً عن عليّؓ

بلکہ بروایات ثقات اہل سنت ثابت ہے کہ عہد فاروقی میں کوئیوں کی تعلیم کے لئے خلیفہ ثانی نے عمار بن یاسرؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ کو بھیجا تھا۔ جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگرد تھے، چنانچہ اس پر روایات ذیل شاہد ہیں۔

طبقات میں ہے،

اخبرنا عفان بن مسلم وموسى بن اسمعيل قال

ناوھیب عن داؤد عن عامر ان مهاجر عن عبد اللہ

بن مسعود كان بحمص فخلاه عمر الى الكوفة

وكتب اليهم اني والله الذي لا اله الا هو اثر تكلم به

على نفسي فخذوا منه .

ایسا ہی طبقات میں ترجمہ عمارؓ اور استعیاب میں ترجمہ ابن مسعودؓ

اور اسد الغابہ میں ترجمہ ابن مسعودؓ و عمارؓ اور تذکرۃ الحفاظ میں ترجمہ ابن

مسعودؓ اور اصابہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ و عمارؓ مذکور ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو فیوں کو لکھتے ہیں،

کہ قسم بخدا جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں نے لوگوں کو اپنی جان

پر پسند کر لیا ہے، اگرچہ مجھ کو بھی عبد اللہ بن مسعودؓ کی دار الخلافہ کے واقعات

میں حاجت و ضرورت تھی مگر میں نے اُس کو تمہاری طرف بھیج دیا ہے پس تم اُس سے علم سیکھو، سُبْحَانَ اللہ کیا شانِ مرتضویٰ ہے کہ خلیفہ ثانی جیسے عظیم الشان صحابی بھی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگرد کی طرف اپنے فیصلہ جات میں ملتی ہیں۔

آل محمد کو اُمت پر قیاس نہ کرو

شیخ ابن تیمیہ کا یہ قول کہ اہل یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیم و اقامت بہ نسبتِ مرتضویٰ تعلیم و اقامت کے زیادہ رہی۔

کَمَا قَالَ وَتَعْلِيمَ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ لَاهِلِ الْيَمَنِ وَمَقَامَهُ

فِيهِمْ أَكْثَرُ مِنْ عَلِيٍّ وَلِهَذَا رَوَى أَهْلُ يَمَنِ عَنْ مَعَاذِ

بْنِ جَبَلٍ أَكْثَرَ مِمَّا رَوَاهُ عَنْ عَلِيٍّ .

اگر سب پہلو سے مان بھی لیا جائے تو بھی اُن کے لئے مفید مطلب نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن میں پہلے جناب خالد بن ولید کو بغرضِ دعوتِ اسلام بھیجا تھا جس پر عرصہ چھ ماہ تک کوئی شخص مشرف باسلام نہ ہوا۔

بعد ازاں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھیجے گئے اور ایسا مفید ثابت ہوا کہ بغیر جدال و قتال قبیلہ ہمدان کے سارے لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے۔

اس خبر کے سننے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ شکر بجا لائے اور پاک زبان حق ترجمان سے دودفعہ ارشاد ہو کہ السلام علی ہمدان۔ اس سے موازنہ کیا جاسکتا ہے کہ مرقضوی تعلیم بہ نسبت دیگر تعلیمات کے کیا اثر و اضافہ رکھتی ہے۔

قاعدہ ہے کہ فیما بین تعلیم ایک اعلیٰ درجہ کے محقق فصیح بلغ کے اور ایک معمولی عالم کے بڑا فرق ہوتا ہے تھوڑے ہی عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کرام کو اتنے احکام و شرائع کی تعلیم فرمائی جس کا عشر عشر بھی نوح علیہ السلام اپنے اس قدر دراز عرصہ میں اپنی امت کو نہ پہنچا سکے۔

اپنے خطبات میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے صاف فرمادیا ہے،

لا یقاس بآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هذه
الامة احدا الخ ،

یعنی آل پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی کو مساوات نہیں۔

شریح شاگردوں کے شاگرد ہیں

پھر شیخ ابن تیمیہ کا قول،

وشریح وغیرہ من اکابر تابعین انما تفقہو علی

معاذ بن جبل ،

یعنی اکابر تابعین میں سے شرح وغیرہ نے علم دین کی تعلیم معاویہ بن جبل سے پائی تھی کس قدر بے بنیاد ہے۔

اکابر تابعین کو چھوڑیے۔ پہلے قاضی شریح کا حال سنئے علامہ نووی ”تہذیب الاسماء“ میں لکھتے ہیں۔

ادرك النبي صلى الله عليه وآله وسلم ولم يلقه
وقيل لقيه المشهور الاقل قال يحيى بن معين كان
في زمن النبي صلى الله عليه وآله وسلم ولم
يسمع منه روى عن عمر بن الخطاب وعلى وابن
مسعود وزيد بن حارثه وعبد الرحمن بن ابي بكر
وعروة البارقي رضى الله تعالى عنهم .

ابن حجر عسقلانی ”تہذیب التہذیب“ میں بترجمہ تشریح اور ایسا ہی
صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی ”خلاصہ تہذیب“ میں ایسا ہی ابن حبان
کتاب الثقات میں یہ سب ثقات اسی طرح لکھتے ہیں۔

یعنی شریح حارث کا بیٹا قالف شاعر قاضی تھا۔ خلیفہ ثانی سے روایت
کرتا ہے۔ ۸۷ھ یا ۸۸ھ میں اُس کی وفات ہے ایک سو دس یا ایک سو
بیس سال اُس کی عمر تھی ۵۱ یا ۵۲ سال عہدہ قضا پر رہا جن سے ابن زبیر کے فتنہ
والے تین سال مستعین کرتے ہیں۔

علاوہ روایت از خلیفہ ثانی علی وابن مسعود زید بن ثابت وعبد الرحمن

بن ابی بکر وعروہ باریقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے بھی روایت رکھتا ہے معاذ سے شریح کی روایت کا کوئی ذکر نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ شریح سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بلا واسطہ اور بالواسطہ بھی شاگرد ہیں۔

﴿ماخوذ تصنیفہ مابین سنی و شیعہ صفحہ ۷۳ تا ۸۶﴾

بہر کیف! حدیث ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ چونکہ رسول خدا التحیۃ والثناء کا فرمانِ عالیشان ہے اس لئے اس پر کسی بھی شخص کی ذہنی اختراع اثر پذیر نہیں ہو سکتی۔

تعصب کی بناء پر پیدا کئے گئے اعتراضات ہر زمانے میں ٹھکرائے جاتے رہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ العزیز ایسا ہی ہوگا۔

بہر کیف! کسی مسلمان کو زیب نہیں دینا کہ وہ صادق و مصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُصدّقہ فرامین کو جانچنے کے لئے اپنی عقل کو معیار بنائے۔

اور اگر بالفرض محال حدیث کو جانچنے کے لئے عقل ہی کو معیار بنانا ہے تو پھر اُن اعتراضات پسندوں پر گرفت کے کیا معنی ہیں جن کو اُن کی عقل نے جبریہ و قدریہ فرقے جیسے فرقے جنم دینے پر مجبور کر دیا فلسفہ ہی معیارِ حق و باطل ہے تو زمخشری اور یوعلی سینا کے فلسفے سے کیوں اختلاف ہے ؟

اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو عقل محور اسلام سے ہٹ

جائے اُسے اسلام کے مسائل میں کیسے رہبر بنایا جاسکتا ہے اور پھر وہ شخص جو محض ضد اور عناد کی وجہ سے اپنی بات منوانا چاہتا ہو وہ تو ویسے ہی عقل سلیم سے تہی ہوتا ہے، یہی حال ابن تیمیہ کا ہے۔

اگر آپ سنی ہیں

منقولہ بالا پر شکوہ مضمون سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی کتاب لا جواب ”تصیفہ مابین سنی شیعہ“ سے ماخوذ ہے اگرچہ ابن تیمیہ وغیرہ کی اختراعات اور فرارِ حق کے جواب میں ہمارے پاس دیگر بھی سینکڑوں شواہد موجود ہیں مگر ہم انہیں اس بحث کا حصہ بنانے کی بجائے براہِ راست مولائے کائنات باب مدینہ علم سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب میں بیان کریں گے۔

ان سطور میں صرف اُن ذی الاحشام علمائے کرام کو منقولہ بالا تصریحات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو بحمد اللہ تعالیٰ صحیح العقیدہ سنی ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلہ ہائے طریقت میں بھی کسی نہ کسی کے ساتھ وابستہ ہیں اور کُنُؤَامَعِ الصَّادِقِیْن کی تفسیر کا بھی علم رکھتے ہیں۔

اُن کے حضور میں ہماری التجاء ہے کہ روافض کی خرافات کا جواب دینے کے لئے اُسی شعار کو اپنائیں جو اہلسنت و جماعت کا طرہ امتیاز ہے اور وہ طریقہ اختیار نہ کریں جو خوارج نے اپنا رکھا ہے آپ ہر دو گمراہ فرقوں کے

درمیان میزان اعتدال ہیں لہذا آپ کو چاہئے کہ خارجیت کے سیلاب میں آئے بغیر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کریں۔

یاد رکھیں کہ اگر آپ مقاماتِ ولایت پر یقین رکھتے ہیں تو شہنشاہِ ولایت و امامت کی شانِ اقدس کو اُسی طرح سمجھنا اور بیان کرنا پڑے گا جس طرح اولیاءِ کاملین نے سمجھا اور بیان کیا ہے اور اس بات کو بھی ذہن نشین رکھئے گا کہ جن علماء نے ایک دوسرے کی تفصیل کا مسئلہ وضع کیا ہے انہوں نے کسی ایک کے اُن فضائل کا انکار نہیں کیا جو خدا اور رسول کی طرف سے انہیں تفویض ہو چکے ہیں اور نہ ہی انہوں نے ایک کے فضائل دوسرے کی جھولی میں ڈال دینے کا قبیح کام کیا ہے بلکہ انہوں نے اپنی عقل اور تحقیق کے مطابق سب کے جمیع فضائل کو سامنے رکھتے ہوئے ترحیبِ تفصیل دی ہے۔

اُن کے اس اجتہاد کو قبول کرنے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ آپ کسی کی اُن خصوصیات میں ڈنڈی مارنا شروع کر دیں جن میں بحکمِ خدا اور رسول کوئی بھی اُن کا شریک و سہم نہیں،،

ہم ایک مرتبہ پھر التماس کریں گے کہ ردِ روافض کا وہی طریقہ اپنائیں جو ہمارے اکابرینِ اہلسنت و جماعتِ اولیاءِ کرام اور علمائے اعلام کا ہے اور اس سلسلہ میں خارجیوں کا وہی استدلال اپنانے کی بجائے پوری قوت سے مسترد کر دیں اسی میں اہلسنت کی بقا کا راز مضمر ہے اور اسی میں آپ کی اولیاءِ کاملین سے وابستگی باقی رہ سکتی ہے۔

اور یہی وہ شاہراہ مستقیم ہے جس پر چل کر آپ دُنوی اور اُخروی
سعادتوں سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا ہے کہ وہ
علمائے اہلسنت کو راہِ حق پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگرچہ زیب عنوان حدیث کے تحت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
کے لاتناہی علوم کے متعدد گوشے قارئین کے سامنے آچکے ہیں تاہم آخر پر
مزید چند پہلو ملاحظہ فرمائیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

مکتوبات مجدد الف ثانی

درج ذیل مضمون تاجدارِ سرہند حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے چند مکتوبات عالیہ سے بھی ترتیب دیا گیا ہے، جس میں آپ نے حدیث پاک ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ کی توثیق و تائید بھی فرمائی ہے اور دیگر متعدد اسرار و رموز اور مقامات روحانیہ کی نشاندہی بھی کی ہے۔

مکان میں سوراخ

جذبہ کی نوعِ اوّل جو حضرت ابو بکر صدیق کی طرف منسوب ہے اس کے حصول کے لئے ایک علیحدہ طریقہ مقرر ہے اور وہ وقوفِ عددی کا راستہ ہے۔

اور وہ سلوک جو اس جذبہ کے حصول کے لئے ہوتا ہے وہ بھی دو قسم کا ہے بلکہ کئی قسم کا ہے۔ ایک قسم تو وہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طریقہ سے مقصود تک پہنچے اور حضرت رسالت خاتمیت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و اتحیہ بھی جذبہ کے اس خانہ سے اسی طریقہ سے پہنچے ہیں۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال اخلاص کی جہت سے جو

آپ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رکھتے تھے اور آپ میں فانی تھے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ و تقدس علیہم اجمعین کے درمیان اس راستے کی خصوصیت سے مخصوص ہوئے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سلوک سیر آفاقی سے طے ہوتا ہے اور حضرت ابوبکر کا سلوک سیر آفاقی سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا، یوں دکھائی دیتا ہے کہ حضرت صدیق نے جذبہ کے مکان میں سُورخ کیا اور مطلوب تک پہنچے۔

حضرت علی علیہ السلام کے سلوک میں معارف حاصل ہوتے ہیں اور حضرت ابوبکر کے سلوک میں محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی بناء پر لازماً حضرت علی علم کے شہر کے دروازے قرار پائے اور حضرت ابوبکر صدیق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دوستی اور خلت کی قابلیت پیدا کی۔

﴿مکتوبات ۲۹۰، ۸۲۶/۲﴾

چھ نکات

- مندرجہ بالا عبارت سے جن اُمور کی نشاندہی ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔
- ﴿۱﴾ جذبہ کی پہلی قسم جو حضرت صدیق اکبر سے منسوب ہے اُس کے حصول کا طریقہ سب سے الگ ہے۔
- ﴿۲﴾ جس طریقہ سے حضرت صدیق اکبر مقصود تک پہنچے ہیں اُسی طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہ سلوک طے کی۔

﴿۳﴾ چونکہ صدیق اکبر فانی الرسول تھے اس لئے یہ راستہ اُن کے لئے مخصوص کیا گیا۔

﴿۴﴾ حضرت علی علیہ السلام کا راستہ آفاقی ہے جبکہ اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق جذبہ کے مکان میں سُورِاِخ کر کے مطلوب تک پہنچے۔

﴿۵﴾ حضرت علی علیہ السلام کے سلوک میں معرفت اور حضرت ابوبکر صدیق کے طریقہ میں محبت حاصل ہوتی ہے۔

﴿۶﴾ اسی بناء پر لازماً حضرت علی علیہ السلام علم کے شہر کا دروازہ قرار پائے اور حضرت صدیق میں دوستی اور غلت کی قابلیت پیدا ہوئی۔

اگر بالعکس ہوتا

جناب مجددِ پاکؑ کے ارشاد فرمودہ اس چھ نکاتی ارشادِ عالیہ کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلوک کی جن راہوں پر چل کر اپنا مقصود حاصل کیا ہے اُسی طریقہ معظّمہ کو اپنا کر حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جذبہ کے اُس خانہ میں پہنچے ہیں۔

حالانکہ اگر اس تحریر کو بالعکس کر لیا جاتا تو یہ نکتہ انتہائی لطیف ہونے کے ساتھ ساتھ عام آدمی کی سمجھ میں بھی آسانی سے آسکتا تھا یعنی یوں فرما دیا جاتا کہ جس طریقہ پر عمل پیرا ہو کر حضور سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے مقصود تک پہنچے اُسی طریقہ اور سنتِ مصطفیٰ پر عمل پیرا ہو کر اور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال اتباع کرتے ہوئے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی منزل سے ہمکنار ہوئے۔

چونکہ یہ بات ہم نے اپنی عقل ناقص کے مطابق کی ہے اس لئے اسے حتمی قرار نہیں دیا جاسکتا ہو سکتا ہے کہ بغیر کسی تاویل کے بھی آپ کا ارشاد بالا درست معنی دیتا ہو کیونکہ آپ کا درج ذیل ارشاد بھی اس کی تائید و تقویت کا باعث ہو سکتا ہے جس میں آپ یہ وضاحت فرماتے ہیں کہ مقام صدیقیّت مقام نبوت سے بلند تر اور مقام نبوت مقام صدیقیّت سے بہت نیچے ہے۔ آپ مکتوب نمبر اٹھارہ میں فرماتے ہیں۔

صدیقیّت کا مقام مقامات بقا میں ہے جس کا رُخ عالم کی طرف ہے اس سے بھی بہت نیچے مقام نبوت ہے جو فی الحقیقت بہت بلند ہے اور کمال صحو و بقا کا مقام ہے قرب کا مقام، مقام صدیقیّت اور مقام نبوت کے درمیان برزخیّت اور واسطہ کی لیاقت نہیں رکھتا کیونکہ اس کا رُخ صرف تنزیہ کی طرف ہے اور تمام عُروج سے اس کا تعلق ہے اور دونوں میں بہت فرق ہے،

در پس آئینہ طوطی صفتم داشته اند
ہرچہ استادِ ازل گفت بگو ! میگوئم
یعنی مجھے طوطی کی طرح آئینہ کے پیچھے بٹھا دیا گیا ہے
جو کچھ استادِ ازل کہتا ہے کہو! میں وہی کہتا ہوں،

اس شعر کے بعد آپ فرماتے ہیں

”علوم شرعیہ نظریہ استدلالیہ کو فقیر کے لئے ضروریہ کشفیہ کر دیا گیا۔

علمائے شریعت کے اصولوں سے بال برابر بھی مخالفت نہیں ہے۔“

﴿مکتوبات شریف جلد ۱ صفحہ ۸۰﴾

اگرچہ مندرجہ بالا ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے اپنی گفتگو مبارکہ کو

وما ينطق عن الهوى کی تفسیر اور ان احوال کشفیہ سے عبارت قرار دیا ہے

جن میں علمائے شریعت کے اصولوں کے مطابق بال برابر کا بھی تحائف

موجود نہیں تاہم قرآن مجید میں النبیین کے بعد والصدیقین کی ترتیب ہی مل

سکتی ہے۔

دوراستے

تاجدار سرہند شیخ المشائخ، خواجہ خواجگان، تاجدار مملکت نقشبندیت

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز حصول فیضان اور واصل

باللہ ہونے کے لئے بلا واسطہ اور بالواسطہ جن دور استوں کے متعلق وضاحت

فرماتے ہیں وہ بلا تبصرہ پیش خدمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے دوراہ ہیں ایک وہ راہ ہے جو

قرب نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور اصل الاصل تک پہنچانے والی ہے۔

اس راہ سے واصل ہونے والے اصل میں تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ

والسلام ہیں اور ان کے صحابہ اور باقی اُمتوں میں سے جس کو بھی اس دولت

سے نوازیں گے۔

اگرچہ وہ تھوڑے ہوتے ہیں بلکہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ اس راہ میں تو وسط و حیلوت نہیں۔ جو بھی ان واصلین میں سے فیض حاصل کرتا ہے بغیر کسی وسیلے کے اصل سے حاصل کرتا ہے۔ اور کوئی بھی دوسرے کے راہ میں حائل نہیں ہوتا۔

قرب ولایت کی راہ

اور ایک وہ راہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے اقطاب اوتاد اور بدلا و نجباء اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہیں راہ سلوک اسی راہ سے عبارت ہے،

بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے اور اس راہ میں تو وسط اور حیلوت ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا اور ان کے سردار اور ان کے بزرگواروں کے منبع فیض حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں۔

اور یہ عظیم الشان منصب ان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی علیہ السلام کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمہ الزہرا اور حسنین علیہما السلام اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

سب کے ملجا و ماویٰ

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر علیہ السلام ﴿کرم اللہ وجہہ الکریم﴾ اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کا ملجا و ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں۔

اور جس کسی کو بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی انہی کے ذریعہ سے پہنچی کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے۔

اور جب حضرت امیر علیہ السلام کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار جناب حسنین علیہما السلام کے سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب آئمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک ترتیب وار اور تفصیل سے مقرر ہوا اور ان بزرگواروں کے زمانہ میں اور اس طرح ان کے انتقال کے بعد جس کو بھی فیض و ہدایت پہنچتا ہے ان بزرگواروں کے ذریعہ و حیل و لہ سے پہنچا اگرچہ قطاب و نجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں۔

کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنے سے چارہ نہیں۔
متن ملاحظہ فرمائیں۔

پیشوائے واصلان ایں راہ و سرگروہ ایں ہا و منج
فیض ایں بزرگواران حضرت علی المرتضیٰ ست کرم اللہ

تعالیٰ وجہ الکریم و ایں منصب عظیم الشان بایشان تعلق
دریں مقام گویا ہر دو قدم مبارک آں سرور علیہ و علی آلہ
الصلوة والسلام برفرق مبارک اوست کرم اللہ تعالیٰ
وجہ، حضرت فاطمہؑ و حضرات حسنین علیہما السلام در ایں
مقام بایشان شریک اند۔

انگارم کہ حضرت امیر قبل از نشاء غرضی
نیز ملاذ و لطا ایں مقام بودہ اند، چنانچہ بعد از نشاء
غرضی و ہر کرا فیض و ہدایت ازیں را میراست بتوسط
بایشان تعلق دارد و چوں دورہ حضرت امیر تمام شد ایں
منصب عظیم القدر و حضرات حسنین ترتیباً مفوض و مسلم
گشت و بعد از ایشان ہماں منصب بہر یک از آئمہ اثناء
عشر و التفصیل قرار گرفت و در اعصار ایں بزرگواران و
ہمچنین بعد از ارتحال ایشان ہر کرا فیض و ہدایت میرسد
بتوسط ایں بزرگاں بود۔

﴿مکتوبات شریف جلد سوم ص ۱۲۲ مکتوب نمبر ۱۲۳﴾

یہ راستے

تاجدار سرہند حضرت مجدد پاکؑ نے حصول منزل کے لئے جن دو
راستوں کی نشاندہی فرمائی ہے اُن میں سے ایک راستہ تو وہ ہے جو انبیائے

کرام علیہم السلام اور اُن کے صحابہ کے لئے مختص ہے علاوہ ازیں معدودے چند امتیوں کو بھی اس راستہ پر گامزن ہونے کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔

اس طریقہ علیہ میں آپ نے خاص طور پر جس کرامت و شرف کا تذکرہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اس راستہ سے حصول منزل یعنی وصال و اتصال کی دولت سے ہمکنار ہونے والوں میں سے کوئی ایک شخص بھی کسی دوسرے شخص کے وسیلہ کا محتاج نہیں، خواہ وہ دوسرا شخص کتنا ہی عظیم اور والا قدر کیوں نہ ہو، بلکہ ہر مالک خود بخود بغیر کسی وساطت اور ذریعہ کے واصل بالذات ہو کر اپنی منزل سے ہمکنار ہو جاتا ہے چنانچہ اس طریقہ عظیمیہ میں کسی نبی، ولی، شہید، صدیق، غوث، قطب، اوتاد، ابدال، نجیب، نقیب، وغیرہم کے وسیلہ کی ہرگز ہرگز ضرورت نہیں۔

اس طریقہ مقدسہ کے بالعکس جناب مجددیت مآب قدس سرہ العزیز نے جس طریقہ کی وضاحت فرمائی ہے، اُس طریقہ کے پیشوا حضور سیدنا حیدر کرار علیہ السلام ہیں۔

جمع اولیاء کبار خواہ وہ اُمم سابقہ میں ہوں یا اس اُمت مرحومہ میں سب کے سب سیدنا حیدر کرار علیہ السلام سے ہی مستفید اور مستفیض ہو کر اپنی اپنی منزلوں سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

پہلے طریقہ سے انبیاء کرام اور اُن کے صحابہ کرام کے علاوہ محض چند دوسرے لوگوں کا ہی منزل پر پہنچ سکتا قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے، جب کہ

اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سمیت پہلی تمام اُمتوں کے کروڑوں اولیاء کرام، امیر المؤمنین، تاجدارِ مملکتِ ولایت، سیدنا و مرشدنا غالب علیٰ کلِّ غالب جناب علی ابن ابی طالبؑ کے واسطہ اور وسیلہ سے ہی مقامِ ولایت پر متمکن ہو سکے ہیں اور آئندہ بھی تا قیامِ قیامت اسی بابِ مدینۃ العلم سے ہی علم و عرفان کی روشنی مل سکتی ہے۔

قارئین کرام کو دعوتِ غور و فکر دیتے ہوئے انہی سطور کے ساتھ اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے کیونکہ اگر کوئی مخصوص اور عالی قدر ہستی دروازہ کی طرف جانے کی بجائے سوراخ کر کے مقصد حاصل کرتی ہے تو یہ کمال صرف ان کی اپنی ذات کے لئے مخصوص ہے،

دوسرا کوئی بھی اس عظیم مرتبہ میں اُن کا شریک و سہیم نہیں ہو سکتا اور ہر ولی خواہ وہ کسی بھی سلسلہ عالیہ میں سے ہو مقامِ ولایت اور قُربِ الہی کے لئے حضرت علیؑ کے وسیلے کا محتاج ہے۔

نہایت ضروری وضاحت

تاجدارِ انبیاء و مرسلین عالمِ ماکان و مایکون اصل و جوہرِ کائنات حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام تر علوم پورے کے پورے کسی دوسرے کی طرف منتقل ہونے کے متعلق نہ تو کوئی روایت ہی ثقاہت کے درجہ کو پہنچتی ہے اور نہ ہی یہ امر ممکن ہو سکتا ہے،

کیونکہ تمام تر علومِ مصطفیٰ کو خود ہی سمیٹنے کے لئے کسی ایک نبی کا سینہ بھی متحمل نہیں ہو سکتا،

چہ جائیکہ کوئی ایک غیر نبی اس بحرِ بیکراں کو خود میں سمو لینے کی طاقت رکھتا ہو۔

ہاں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ازل سے ابد تک ہمہ اقسام کے علوم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کہ فیضانِ وکرم کے صدقہ سے تمام انبیاء و اولیاء کو ملے اور ملتے رہیں گے۔

اور اس کے باوجود بھی آپ کے کنزِ علوم کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ بقدرِ ظرف ہر ایک کو اس کا حصہ ملا، ملتا ہے اور ملتا رہے گا۔

بائیں ہمہ اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جنابِ حیدرِ کرارِ سیدنا علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سب سے قریب بلکہ اقرب ہیں جس پر متعدد نصوص مثل ”علی منی وَاَنَا مِنْهُ“ اور ”اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیُّ بَابُهَا“ شاہدِ عدل ہیں۔

یہ درست ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام علومِ شرعیہ سے صحابہ کرام کی کثیر جماعت معہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مستفیض ہوئی باوجود اس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ علم بھی اُن تمام لوگوں سے اس قدر زیادہ تھا کہ دوسروں کے پاس اس کا عشرِ عشر بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

سب سے وسیع تر علم علیؑ کا ہے

اس مقام پر سرتاج الحدیث، راس المحققین، امام الاولیاء سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں جس میں آپؑ نے مکمل طور پر وضاحت فرما رکھی ہے کہ ”حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم تمام تر صحابہ کرام سے وسیع تر اور عظیم تر ہے۔“

چنانچہ آپؑ حدیث پاک ”انا دار الحکمت و علی بابھا“ کے تحت حدیث مدینۃ العلم کا تذکرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! ”میں دار الحکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں“ یعنی میں حکمت کی سرائے ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں اور مشہور الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں“ اور کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم دیگر صحابہ کی طرف بھی آیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے مخصوص نہیں بلکہ یہ تخصیص اس خاص وجہ سے ہے کہ جناب علی المرتضیٰ کا علم سب سے وسیع تر، مفتوح تر اور عظیم تر ہے۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

”قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انا دار الحكمة وعلی بابها من سرائے حکمت وعلی درآنت و مشهور بلفظ ”انا مدینة العلم وعلی بابها“ وگفت کہ شک نیست کہ علم آل حضرت از جانب صحابہ دیگر نیز آمدہ و مخصوص بمرتضیٰ نیست بلکہ بوجہ خاص خواہد بود کہ وسیع تر است و مفتوح تر، عظیم تر خواہد بود مثلاً چنانکہ آمدہ است اقضاکم علی“

﴿اشعة اللمعات جلد چهارم صفحہ ۲۶۲﴾

جیسا کہ حدیث پاک میں صحابہ کرام کو ارشاد ہوتا ہے کہ تم میں عہدہ قضا کے لائق صرف علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔
اس ضمن میں حضرت شیخؒ کی متعدد عبارات ہم آئندہ بھی کسی دوسرے عنوان کے تحت پیش کریں گے۔

یہاں ہم ابن جوزی اور ابن تیمیہ کی تقلید میں حدیث ”انا مدینة العلم وعلی بابها“ کو موضوع قرار دینے والوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ موضوع روایت کی تشریح میں مذکورہ بالا استدلال پیش کر رہے ہیں؟

بہر کیف! حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں آنے والی آیات و احادیث کو ان کے لئے مخصوص بھی رہنے دیا جائے تو اصحاب ثلاثہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اُس عظمت و شان میں ذرہ برابر کی واقع نہیں ہوتی جو انہیں خُدا اور رسول کی طرف سے عطا کی جا چکی ہے۔

اگر آپ وہابی ہیں

گذشتہ اوراق میں ہم نے غیر مقلدین حضرات کے دو بزرگوں کی چند ایسی تحریریں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی تھی جن میں شانِ اہل بیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ سعیِ سعید بھی کی گئی ہے کہ غیر مقلدین تنقیصِ اہل بیت سے باز آجائیں۔

اُسی ذیل میں ہم وہابیہ کے ایک اور بڑے پیشوا کی چند ایسی تحریریں اُن کے سامنے لاتے ہیں جس میں شانِ اہل بیت بیان کرنے کے علاوہ سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابِ مدینۃ العلم اور اعلم الناس ہونے کا اقرار کیا گیا ہے، اور یہ وہی شخص ہے جس نے اپنی زندگی کی اضطراب اور اضطرابی دور میں یہ قبیح و شنیع جملے لکھے ہیں کہ معاذ اللہ حضورِ مکرّمی میں مل گئے ہیں، آپ کی تعظیم بڑے بھائی جیسی بلکہ اُس سے بھی کم کرنا چاہئے، اللہ چاہے تو کروڑوں محمدؐ کے برابر پیدا کر سکتا ہے اور جس کا نام محمدؐ یا علیؑ ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں وغیرہ وغیرہ،

بہر کیف ایہ بھی دیکھیں اس لئے کہ

مدعیِ لاکھ پہ بھاری ہے گواہی اس کی

علیٰ خدا کے پسندیدہ ہیں

بعض اُن اکابر اولیاء کرام کے بیان ہیں جو مذکورہ کمالات میں انبیاء کرام علیہم السلام سے مشابہت رکھتے ہیں اور یہ دو تنبیہوں پر مشتمل ہے۔

تنبیہ اول

ان بعض مقبولانِ بارگاہِ بندگانِ خدا کے متعلق ہے، جو اگرچہ منصبِ نبوت پر فائز نہیں مگر کمالاتِ مذکورہ اُن کو حاصل ہیں، بلکہ وہ اپنی ذات میں یہ استعداد اور قوت بھی رکھتے ہیں کہ ان کمالاتِ مذکورہ کو دوسرے بندگانِ مقبولین کو بھی پہنچا سکیں۔

ان مقبولینِ بارگاہ کے مذکورہ کمالات سے مُتَّصِف ہونے پر جس قدر آیات و احادیث دلالت کرتی ہیں اگر ان سب کو بلا استغیاب ذکر کیا جائے اور ہر بیان و کمال کے اظہار کے لئے آیات و احادیث سے الگ الگ شواہد پیش کئے جائیں تو کلام نہایت طوالت اختیار کر جائے گا۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ اس مقام پر چند ایسے کمالاتِ مذکورہ کو جو ان میں نہایت عمدہ ہیں نقل کرنے پر اکتفاء کیا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ انبیاء کرام کے علاوہ پسندیدہ اور چُختے ہوئے لوگوں پر یہ آیاتِ کریمہ مستفاد ہوتی ہیں۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ

وَطَهَّرَكَ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ

ترجمہ !

اور جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بے شک اللہ نے تجھے چُن لیا اور خوب پاکیزہ فرمایا اور آج تمام جہان کی عورتوں سے تجھے پسند فرمایا۔

﴿سورة آل عمران آیت ۴۱﴾

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا.

پس اِن ”مریم علیہ السلام“ کو اُن کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمایا ہے اور اُن کی عمدہ طور پر نشوونما فرمائی۔

﴿سورة آل عمران آیت ۳۶﴾

اس دوسری آیت کریمہ میں جناب مریم علیہ السلام کے سن طفولیت میں ہی اللہ تعالیٰ کی توجہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح حدیث پاک میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو فرمایا !

”اے میری پیاری بیٹی اللہ تبارک و تعالیٰ نے

مجھے خبر دی ہے کہ میں نے فاطمہ کو فاطمہ کے باپ

﴿محمد﴾ کو اور اُس کے شوہر علی کو چن لیا ہے۔“

شعب الایمان بیہوشی میں اس واقعہ کا ذکر تفصیل سے مذکور ہے۔

علی خدا کے محبوب ہیں

پس خدا تعالیٰ سے نسبتِ محبوبیت کا ذکر ان آیات و احادیث سے ظاہر ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک پرندے کا پکا ہوا گوشت آیا تو آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا یا الہی! اس وقت ایسے شخص کو بھیج دے جو تجھے تمام خلقت سے محبوب ہوتا کہ وہ میرے ساتھ اس کھانے میں شرکت کرے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حاضر خدمت ہو کر آپ کے ساتھ مل کر پرندے کا گوشت تناول فرمایا۔

ایک حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ چار اشخاص سے محبت فرماتا ہے اور مجھے بھی حکم فرمایا کہ میں ان سے محبت کروں اور پھر صحابہ کے استفسار پر فرمایا کہ ان میں ایک تو علی ہیں اور باقی تین ابوذر، مقداد اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

در بیان آنکہ بعضی اکابر اولیاء در کمالات مذکورہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ

والسلام مشابہت می دارند و آن مشتعل بر دو تنبیه است۔

تنبيه اول : در بيان آنکه بعضی از بندگان مقبولين هر چند منصب نبوت نمی دارند اما از کمالات مذکوره نصيبه فراخور استعداد خود می دارد که نصيبه ازين کمالات مذکوره بديگر بندگان مقبول هم می رسد ، هر چند آیات واحاديث که دلالت بر اتصاف مقبولين باين کمالات مذکوره می دارد اگر همه را بالا استيعاب ذکر کرده شود هر بيان و هر کمال عليه حده عليه حده خواهد از آیات واحاديث گذارينده شود نهايت تطويل کلام درين مقام لازم آيد بناء عليه بذکر چندی کمالات مذکوره اجمالاً که عمده ترين آن ها است درين مقام اکتفا کرده شد پس می گوئيم اما ثبوت و جاهت اجتنائی مرغير انبياء را پس مستفاد از اين آيت می شود . اِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ . وقال الله تعالى ! فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَبْتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا . و درين کريمه ثانيه ذکر توجه و عنايت حضرت حق بسوئی حضرت مريم

درسِ طفولیت وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ، لفاطمۃ ان اللہ اطلع علی اهل الارض
فاختار اباک وبعثک و ذکر شعب آن تفصیلاً
پس ذکر محبوبیت بہ نسبت رب العالمین دریں
آیات و احادیث واقع شدہ الخ .

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہم اتینی
باحب خلقک الیک یا کل معی هذا الطیر فجاءہ
علی فاکل معہ ، وقال النبی صلی اللہ علیہ ان اللہ
تبارک وتعالیٰ یحب اربعۃ و اخبرنی انہ یحبہم
قیل یا رسول اللہ منہم لنا ، قال علی منہم یقول
ذالک ثلاثہ وابوذر ومقداد وسلمان امرنی
یحبہم و اخبرنی از یحبہم .

﴿منصب امامت صفحہ ۳۸﴾

علی وسیلہ ہیں ان کی اتباع کرو

ولیکن سیادت یعنی وسیلہ وساطت رب العالمین اور بندگانِ مقبولین
کے مابین فیضانِ غیبی کے حصول اور انحصارِ مقبولیت انہی لوگوں کی محبت اور
اتباع میں ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے،

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ ،
اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ،
الَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ
ذُرِّيَّتَهُمْ ،

منافق نہ بنو

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
الکریم کے حق میں فرمایا کہ ان سے محبت وہی کرے گا جو مومن ہو اور بعض
وہی رکھے گا جو منافق ہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے حق میں یہ دعا
مانگی کہ الہی جو علیؑ کا دوست ہے تو اُسے دوست رکھ اور جو علیؑ کا دشمن ہے اُس کو
تُو بھی دشمن رکھ۔

ہلاک ہو جاؤ گے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میری اہل
بیت کی مثال سفینۂ نوح کی طرح ہے جو اس سے وابستہ ہو وہ نجات پا گیا اور
جس نے اس کی مخالفت کی وہ ہلاک ہو گیا۔

اور صحابہ کرام کو فرمایا! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں

اگر تم ان دونوں سے تمسک کرتے رہے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں ایک تو قرآن ہے اور دوسری میری عبرت و اہلیت ہے۔

واما سیادت یعنی وساطت در میان رب العالمین و عباد مقبولین در وصول فیض غیبی و انحصار مقبولیت در محبت و اتباع ایشان ، قال اللہ تبارک و تعالیٰ ”وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ“ وقال اللہ تعالیٰ ”الَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ“

وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حقہ علی لا یحبہ الا مومن ولا یرغض الا منافق قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہم من والاہ وعاذ من عاداہ وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من ركبھا ومن تخلف عنھا ہلک ، وقال انی تارک فیکم الثقلین مان تمسکتھم بہا لن تضلوا بعدی کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی .

﴿منصب امامت صفحہ ۳۹ ، ۴۰﴾

علی عالم کتاب اور علم لدنی ہیں

اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم نے اُس کو علم اللہ فی عطا فرمایا،

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا الَّتِي هِيَ رَحْمَةٌ مِّنْ عِنْدِنَا
وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا .

اس مقام پر عبد سے مراد خضر علیہ السلام ہیں اور اصح قول یہ ہے کہ وہ جملہ انبیاء میں سے نہیں اور کمالات مذکورہ تفہیم غیبی ہے اور معنی اس کے فکر و نظر میں القائے برکت ہے جو قوتِ نظریہ کو کشاں کشاں راہِ راست پر لے آتی ہے۔ اور تجویز شدہ کو حق تک پہنچاتی ہے۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے حق میں فرمایا!
ہم نے اُسے علم و حکمت عطا فرمائے اور ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک اُس وقت سات سال تھی اور آپ نبوت کے
منصب پر فائز نہیں تھے۔

اور حضرت علیؑ علیہ السلام نے فرمایا! مجھے اُس ذات کی قسم جس نے
جنت کو پیدا فرمایا اور دانے کو پھاڑا میرے پاس قرآن ہے اور وہ فہم ہے جو
اللہ تعالیٰ کتاب مقدس کے متعلق فرماتا ہے۔

اور حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہے کہ جب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے منصبِ قضاء کے سلسلہ میں اپنی نا تجربہ کاری کا اظہار کیا جس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے دُعا فرمائی چنانچہ اس کے بعد مجھے کبھی اپنے کسی فیصلہ میں شک پیدا نہیں ہوا۔

مستن ملاحظہ فرمائیں !

وقال الله تعالى "فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّنْ لَّدُنَّا عِلْمًا" و مراد از عید دریں مقام خضر اندو ایشاں بر اصح اقوال از جملہ انبیاء نیستند و از کمالاتِ مذکورہ تفہیم غیبی است و معنی آن القائے برکت است در فکر و نظر کہ قوت نظریہ را کشاں کشاں بر راہ راست آر دو بحق مشخص رساند، قال اللہ تعالیٰ "فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ كَلَّا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا" ظاہر است کہ حضرت سلیمان دریں زمان کہ ہفت سالہ بود بہ منصب نبوت فائز شدہ بودند

وقال علی ﴿علیہ السلام﴾

والذی خلق الجنة والبراء والنسمته ما عندنا الا هذا القرآن الا فہما یعطى رجل فی کتابہ وعن

علی قال بعثنی رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 الی الیمن قاضیاً فقلت یا رسول اللہ
 ترسلنی والاحدیث السن ولا علم لی بالقضاء
 فقال ان اللہ سیهدی قلبک ویثبت لسانک قال
 علی فما شککت فی قضاء.

﴿منصب امامت صفحہ ۴۲﴾

علی دار حکمت کا دروازہ ہیں

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہم نے اُسے حکمت عطا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں دار حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہم کے لئے دعا فرمائی کہ الہی اے حکمت کا علم عطا فرما۔

قال اللہ تبارک ولقد اتینا لقمان
 الحکمة ان اشکر للہ “ وقال رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم انا دار الحکمة وعلی بابها
 ودعا صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس اللہم علمہ
 الحکمة.

﴿منصب امامت صفحہ ۴۲﴾

ان تصریحات کا پس منظر اور پیش منظر

مندرجہ بالا تصریحات کسی رافضی کی پیش کردہ نہیں بلکہ وہابیہ کے شہید اور امام کی بیان کردہ ہیں لہذا ملت وہابیہ کو اس پر بھی غور کرنا چاہئے تقویۃ الایمان کو حرز جان بنارکھے والوں کو منصب امامت پر بھی غور کرنا چاہئے اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ منصب امامت مُصنّف کو اپنی امامت کے لئے راہیں ہموار کرنے کے لئے اور صراطِ مُستقیم اپنے مرشد کی ولایت ظاہر کرنے کے لکھنا پڑی تھی تاہم وہابیہ کو تو اسے مشعلِ راہ سمجھنا چاہئے۔

ہمارے خیال میں اس امر پر غور کر لینے سے کچھ حرج نہیں کہ اگرچہ مصنف نے خود کو کمالاتِ انبیاء کرام کا مظہر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر اُس کا استدلال تو خود ساختہ نہیں بلکہ اُس نے جو کچھ بھی بیان کیا قرآن و حدیث ہی کی روشنی میں ہی کیا ہے، لہذا اگر آپ بھی خواہ مخواہ کی ضد چھوڑ کر قرآن مجید کی متعین کردہ شاہراہِ مُستقیم پر آجائیں تو کیا حرج واقع ہوگا جبکہ اس کے برخلاف سراسر نقصان اور تباہی ہے۔

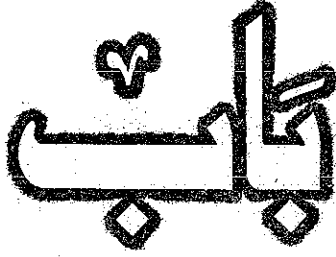
آپ اپنے لئے نہ سہی مُلک و ملت ہی کے لئے تھوڑا سا ایثار کر لیں ہو سکتا ہے کہ اگر آپ چند نہایت ہی بد دیانت اور بد طیت قلم کاروں کی پذیرائی اور ہمنوائی چھوڑ دیں تو لالہ زارِ وطن کسی بھی وقت بھڑک اٹھنے والی اُس آگ کے شعلوں سے بچ جائے جسے ہم پہلے خاکستر اور اب چنگاریوں

کی صورت میں دیکھ رہے ہیں،

شانِ حیدر سے ضد ہے تو نشانِ حیدر کی عزت کے لئے ہی حالات کا تجزیہ کر لیں، آپ دراصل ٹھیک طور پر سوچتے نہیں ہیں اور ہنگامی طور پر آپ نتائج اخذ کرنے کے عادی ہیں ورنہ اگر آپ کبھی سلیقے سے غور فرمائیں تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی کہ یہ وطن یا علی کے نعرے لگانے والے شہیدوں کے خون کی بنیادوں پر استوار ہوا ہے لہذا دشمنانِ علی بن کر اس کی باگ ڈور کبھی ہاتھ نہیں آ سکتی،

ان الفاظ کے ساتھ ہی زیب عنوانِ حدیث پاک کے ضمن میں آنے والی مختلف مباحث کا اتمام کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اسی سلسلہ کی ایک کڑی آیت کریمہ عنہ علم الکتاب کے لطیف و دلنواز مفاہیم و مطالب بیان کرنے سے تیسرے باب کا آغاز کیا جاتا ہے۔

منقولہ بالا آیت کریمہ کے ضمن میں آنے والی روایات اس امر پر شاہدِ عدل ہیں کہ بابِ مدینۃ العلم حضرت علیؑ ہی وہ بحر العلوم ہیں جنہیں مدینۃ العلم کا دروازہ ہونے کا شرف حاصل ہو سکتا تھا۔



قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا مِّمَّنْ رَزَقَكُمْ
وَمِنْ عِلْمِهِ عَالَمُ الْكِتَابِ

﴿سورة الرعد ٢٢﴾

تفسیر سے پہلے

اس سے پہلے کے آپؐ عنده علم الكتاب کی تفسیر کی لطافتوں سے بہرہ اندوز ہوں چند ایسی روایات ملاحظہ فرمائیں جن کی روشنی میں واضح ہو جائے گا کہ مولائے کائنات شیرِ خدا بابِ مدینۃ العلم حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم ہی سب سے زیادہ اس آیت کے مصداق قرار پاتے ہیں،

اس مقام پر اس امر کی وضاحت ہو جانا ضروری ہے کہ منقولہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں اختلاف پایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے اس امر کا فیصلہ تو آئندہ اوراق کی تحریریں ہی کر سکیں گی تاہم یہاں پر صرف اسی قدر بتانے پر اکتفاء کیا جاتا ہے کہ اگر اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے تو یہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے حق میں کسی بھی صورت میں نہیں ہو سکتی اور اگر اس سے مراد تورات ہے تو تورات کا علم رکھنے والے تمام صحابہ میں حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم ہی سب سے بڑے عالم ہیں۔

بہر کیف! حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم کے قرآن مجید کے علاوہ دوسری آسمانی کتابوں کے سلسلہ میں بھی علم الناس کے متعلق چند روایات

ملاحظہ فرمائیں،

چونکہ جناب حیدر کرارؒ کا یہ فرمان آپؐ مشکل کشا جلد اول میں بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں اور آئندہ اوراق میں شرح وسط کیساتھ بیان ہوگا کہ آپؐ نے منبر پر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا !

مجھ سے پہلی کتابوں تو ریت و زبور اور انجیل سے سوال کرو میں تمہیں انہی کتابوں سے جواب دوں گا چنانچہ یہاں قرآن مجید کے علوم کے بارے میں آپ کے فرائین ملاحظہ فرمائیں۔

علوم قرآن اور مولا علی

علوم قرآن کے بارے میں مولائے کائنات مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں،

﴿۱﴾ خدا کی قسم کوئی آیت نازل نہیں ہوئی جس کے بارے میں میں نہیں جانتا، کہ اُس میں کیا ہے اور وہ کہاں نازل ہوئی اور کس کے لئے نازل ہوئی ہے بے شک میرے پروردگار نے مجھے قلب سلیم، عقل و حکمت، اور زبان ناطق عطا فرمائی ہے۔

﴿۲﴾ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ مجھ سے اللہ کی کتاب کے بارے میں سوال کرو میں ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ رات کو ۱۰۰؎ ہوئی یا دن میدان میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر۔

متن ملاحظہ فرمائیں

﴿۱﴾ عن علی بن ابی طالب علیہ السلام قال!
واللہ ما نزلت آیت الا وقد علمت فیہم نزلت واین
نزلت ان ربی وھب لی قلباً عقولاً ولساناً ناطقاً.

- ﴿طبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۱، ۱۳۳۸﴾
- ﴿صواعق محرقة صفحہ ۱۲۷﴾ ﴿ابن عساکر حدیث ۱۰۳۸﴾
- ﴿تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۲﴾ ﴿حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۱۶۷﴾
- ﴿نسب الاشراف بلاذری جلد ۲ صفحہ ۹۸﴾
- ﴿کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶﴾

﴿۲﴾ قال علی سلونی عن کتاب اللہ فانہ لیس
من آیۃ الا وقد عرفت بلیل نزلت ام بنھار ام فی
سھل ام جبل .

- ﴿أسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۹﴾ ﴿الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۰﴾
- ﴿حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۶۷﴾ ﴿طبقات الکبریٰ ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۳۳۸﴾
- ﴿الصواعق المحرقة صفحہ ۱۲۸﴾ ﴿تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۲﴾
- ﴿تہذیب التہذیب لابن حجر جلد ۷ صفحہ ۳۳۷﴾
- ﴿الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۶۳﴾

ظاہر اور باطن کا علم

﴿۱﴾ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ
قرآن مجید سات قرأت میں نازل ہوا ہے اور ان میں سے ایک قرأت بھی

ایسی نہیں جس کے لئے ظاہر اور باطن کے معنی نہ ہوں اور حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے پاس ظاہر اور باطن دونوں کا علم ہے۔

﴿حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۶۵﴾

﴿۲﴾ ابی صہبا بکری سے روایت ہے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی مجھ سے کتاب اللہ کی کسی بھی آیت کے متعلق سوال کرے میں اُس کو اُس کے بارے میں بتا دوں گا، پس ابن الکوانے اُٹھ کر پوچھا ذاریات ذرواً کیا ہے آپ نے فرمایا ہوائیں،

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علوم قرآن کے سلسلہ میں بے شمار روایات آئندہ اوراق میں پیش ہوں گی یہاں پر مزید ایک ایسی روایت پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اُن اسرار و رموز پر مطلع ہونا ثابت ہے جنہیں نہ جبرائیل جانتے ہیں نہ میکائیل، ملاحظہ ہو۔

علی کا علم جبریلؑ بھی نہیں جانتے

حضرت علامہ امام عبدالباقی زرقلانی اپنی مشہور زمانہ تالیف ”زرقلانی علی المواہب“ میں شب معراج کے واقعات نقل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور تاجدارِ کائناتِ حیدر کرار علی المرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے پہلے کہ

میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں مجھ سے ایسے علم کے متعلق پوچھ لو جس کو نہ تو جبریل علیہ السلام جانتے ہیں اور نہ ہی حضرت میکائیل علیہ السلام جانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اُس علم کی تعلیم دے رکھی ہے جو آپ نے شبِ معراج میں سیکھی تھی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے رب نے شبِ اسریٰ میں بے شمار علوم مجھے سکھائے، یہ انہیں علوم میں سے ہیں جو آپ نے مجھے سکھا دیئے ہیں۔
متن ملاحظہ کریں،

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، قال قال
علی ﴿علیہ السلام﴾ علمنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مما علمہ لیلۃ الاسری ، قال علمنی
ربی علو ما شتی فاعلمنی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم۔

﴿زرقانی علی المواہب الدنیہ مطبوعہ بیروت جلد ششم صفحہ ۱۱۲﴾
﴿للعلماء عبدالباقی الزرقانی﴾

نبی کے علم کا وارث علیؑ ہے

قارئینِ کرام! جلد اول میں امیر المومنین، سید المسلمین، امام المتقین
غالب علیٰ کل غالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے قرآنِ ناطق

میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں مجھ سے ایسے علم کے متعلق پوچھ لو جس کو نہ تو جبریل علیہ السلام جانتے ہیں اور نہ ہی حضرت میکائیل علیہ السلام جانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اُس علم کی تعلیم دے رکھی ہے جو آپ نے شبِ معراج میں سیکھی تھی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے رب نے شبِ اسریٰ میں بے شمار علوم مجھے سکھائے، یہ انہیں علوم میں سے ہیں جو آپ نے مجھے سکھا دیئے ہیں۔
متن ملاحظہ کریں،

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، قال قال
علی ﴿علیہ السلام﴾ علمنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مما علمہ لیلۃ الاسری ، قال علمنی
ربی علو ما شتی فاعلمنی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم۔

﴿زرقانی علی المواہب الدنیہ مطبوعہ بیروت جلد ششم صفحہ ۱۱۲﴾
﴿للعامة عبد الباقي الزرقانی﴾

نبی کے علم کا وارث علیؑ ہے

قارئین کرام! جلد اول میں امیر المومنین، سید المسلمین، امام المتقین
غالب علیٰ کل غالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے قرآنِ مطلق

میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں مجھ سے ایسے علم کے متعلق پوچھ لو جس کو نہ تو جبریل علیہ السلام جانتے ہیں اور نہ ہی حضرت میکائیل علیہ السلام جانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اُس علم کی تعلیم دے رکھی ہے جو آپ نے شبِ معراج میں سیکھی تھی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے رب نے شبِ اسریٰ میں بے شمار علوم مجھے سکھائے، یہ انہیں علوم میں سے ہیں جو آپ نے مجھے سکھائے ہیں۔
متن ملاحظہ کریں،

عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ، قال قال
علي ﴿عليه السلام﴾ علمني رسول الله صلى الله
عليه وسلم مما علمه ليلة الاسرى ، قال علمني
ربي علوم ماشتي فاعلمني صلى الله عليه وآله
وسلم .

﴿زرقانی علی المواہب الدنیہ مطبوعہ بیروت جلد ششم صفحہ ۱۱۲﴾
﴿للعامة عبد الباقي الزرقاني﴾

نبی کے علم کا وارث علیؑ ہے

قارئین کرام! جلد اول میں امیر المومنین، سید المسلمین، امام المتّقین
غالب علیٰ کلّ غالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے قرآنِ ناطق

ہونے پر مختصر سا مضمون ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ سرور کائنات، فخر موجودات امام المرسلین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کے متعلق واضح طور پر ارشاد فرما رکھا ہے کہ،

”علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور یہ کبھی الگ الگ نہیں ہونگے حتیٰ کے دونوں حوض کوثر پر ہم سے ملاقات کریں گے“

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت ”مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا“ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے روایت نقل کرتے ہیں کہ نزولِ آیت کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صحابہ کرام میں بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنا بھائی بناتے وقت ارشاد فرمایا،

مجھے اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ معبود فرمایا ہے۔
 ”یا علی! میں نے تجھے اپنی ذات کے لئے پسند کیا ہے، پس میرے نزدیک تو ایسے ہی ہے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون اور تو میرا وارث ہے“

ارشادِ مصطفیٰ سنا تو حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی وراثت کیا ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ہماری وراثت وہی ہے جو پہلے انبیاء کرام کی ہے،

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کی وراثت کیا ہے؟

تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!
اللہ کی کتاب اور انبیاء کی سنت اور اے علیؑ تو جنت میں میری بیٹی فاطمہؑ کے ہمراہ میرے ساتھ میرے ہی محل میں رہے گا اور تو میرا بھائی ہے اور میرا ساتھی ہے۔

مندرجہ بالا روایت مع دیگر بے شمار حوالہ جات کے ساتھ انشاء اللہ العزیز حدیث اخوت کے تحت بیان ہوگی۔

یہاں ہم قارئین کو اس عبارت کے صرف اُس ٹکڑے کی اہمیت سے روشناس کرائیں گے،

”قال ما ورثت الانبياء؟ قال كتاب الله وسنتهم؟“

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا وارث بنا کر وراثت میں عطا ہونے والی جس چیز کی طرف اشارہ فرمایا، وہ اللہ کی کتاب، قرآن مجید، اور آپ کی اپنی سنت مبارکہ ہے۔

علی بالا صالت وارث علم رسول ہیں

اس حدیث پاک کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ علمائے کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی کے

دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ اگر تمام علمائے دین ہی انبیاء کے وارث ہیں تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کیا تخصیص ہے؟

مگر اس سوال کا جواب مسطورہ بالا حدیث میں بالصراحت موجود ہے۔ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخوت صحابہ کرام کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ بھائی اور وارث ہونے کا اعزاز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرماتا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مقدس کا بالا صالت اگر کوئی وارث ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف تاجدار ہل اتے شیر خدا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہی کی ذات مقدس ہے۔

اور دیگر تمام علمائے امت میں سے خواہ وہ کوئی بھی ہو علوم رسالت کا بالنبیائت ہی وارث قرار پا سکتا ہے۔ اس وضاحت کے بعد جس امر کا اظہار مقصود ہے وہ یہ ہے کہ زیب عنوان روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو خاص طور پر جو وراثت میں عطا فرمایا وہ علم کتاب اور اتباع سنت ہے۔

یہی وجہ ہے

یہی وجہ ہے کہ قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہے، اور علی ہی سب سے زیادہ حضور کی سنت کو جاننے والے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہوتا

ہے کہ قرآن مجید کے وہ تمام تر اسرار و رموز اور مفاہیم و مطالب امام انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ودیعت فرمادیئے تھے، جن کے بغیر اعزاز وراثت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

اندریں حالات یہ گمان کرنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دامن کو جھٹک کر کسی دوسرے ذریعہ سے قرآنی علوم پر دسترس حاصل کی جاسکتی ہے تو یہ محض دیوانگی اور حقائق سے اعراض ہے۔

قرآن میں کیا ہے ؟

ہم جلد اول میں شرح و بسط کے ساتھ بتا چکے ہیں کہ کتاب مقدس قرآن مجید تمام تر علوم پر محیط ہے حتیٰ کہ لوح محفوظ جس پر ہر ربط دیا بس مرقوم ہے وہ بھی قرآن مجید ہی میں موجود ہے۔ مگر ان علوم و اسرار پر کامل دسترس ہر کسی کو حاصل نہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ ہر شخص ان تمام تر علوم و اسرار کو اپنے سینے میں سمو سکے جو صاحب قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عطا فرمائے اور پھر وہ علوم حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس امانت کی صورت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف منتقل ہو گئے۔

بلا شک و ریب قرآن مجید فرقانِ حمید میں تمام تر علوم اجمالی طور پر موجود ہیں لیکن ان علوم کی تفصیل پر کما حقہ، وہی شخص مطلع ہو سکتا ہے جس کو

مہبطِ وحی الہیہ خود اس پر مطلع کریں کیونکہ اس اجمال کی تفصیل کو صرف حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاننے والے ہیں اور آپ ہی نے خصوصیت کے ساتھ اس تفصیل سے جناب علی علیہ السلام کو آگاہ فرمایا، نیز یہ کہ قرآن مجید کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کا واضح ارشاد قرآن مجید میں ہی اس طرح موجود ہے،

اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری جو تمام چیزوں کو بیان کرنے والی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

﴿سورۃ النحل آیت نمبر ۸۹ پارہ ۱۴﴾

قرآن کی روشنی میں قرآن پڑھو

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ رحمۃ لکھتے ہیں کہ روایت نقل کی سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابن ضریس نے فضائل قرآن میں اور محمد بن نصر نے کتاب اللہ میں اور طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ قرآن کی روشنی میں کرے کیونکہ قرآن میں اولین و آخرین کا علم ہے۔

متن یہ ہے۔

واخرج سعيد بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد اللہ
بن احمد فی ”زوائد الزهد“ وابن الضریس فی
فضائل القرآن و محمد بن نصر فی کتاب اللہ
والطبرانی والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن
مسعود وقال من اراد العلم فليتود القرآن فان فيه
علم الاولین ولاحرین۔

﴿ تفسیر دُرّ منثور جلد چہارم صفحہ ۱۲۸ ﴾

مندرجہ بالا روایت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں
اولین و آخرین کے تمام علوم موجود ہیں۔ اور اس امر کا اظہار کرنے والا بھی
وہ شخص ہے جو صاحب علم الکتاب حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کا تلمیذ ارشداور
شاگرد خاص ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے جو یا تو ان علوم
سے خود بہرہ مند ہو یا ان کے متعلق اس نے کسی جاننے والے سے سنا ہو۔
بہر حال بتانا یہ بھی تھا کہ قرآن مجید میں علم الاولین بھی ہے اور علم
الآخرین بھی اور اگر کوئی شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو بقول ابن مسعود
قرآن مجید سے کرے۔

نکتہ دلنواز

قارئین! اس لطیف ترین نکتہ سے یقیناً لطف اندوز ہوں گے کہ ایک طرف تو جناب مولانا رضی شیر خدا حضرت علی حیدر کرار علیہ السلام کے استاد گرامی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ اگر تم علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو بابِ مدینۃ العلم یعنی علی کی وساطت سے حاصل کرو قرآن آپ کے لئے جیسا اپنے سینے میں چھپے ہوئے علم و عرفان کے خزانے ظاہر کرے گا جب آپ قرآن ناطق جناب علی علیہ السلام کے دامن سے کامل طور پر وابستہ ہو گئے۔

بصورتِ دیگر قرآن مجید تمام تر علوم و اسرار پر محیط ہونے کے باوجود آپ کے لئے حجاب ہی بناء رہے گا۔ خواہ آپ اپنے طور پر ظاہری علوم کی کتنی ہی ڈگریاں حاصل کر لیں۔ اور تفسیر کی کتنی ہی کتابیں ہضم کر جائیں۔

افسانہ نہیں حقیقت

قرآن اور علی میں مندرجہ بالا مناسبت محض افسانوی تخیل یا فلسفیانہ نکتہ آفرینی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کے متعدد شواہد کا جوہر ہے اور جناب شیر خدا علی علیہ السلام کا اپنا فرمان اس پر شاہد و عادل ہے کہ قرآن مجید خاموش قرآن ہے اور میں بولنے والا قرآن ہوں چنانچہ آپ کے اس ارشادِ عالیہ کو دیگر محدثین کے علاوہ خارجی عباسی کے معتمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

بھی ”ازالۃ الخفاء“ میں نقل کرتے ہیں اور یہ وہ کتاب ہے جس کی اکثر عبارتوں کو قطع برید کر کے عباسی نے اپنی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ کی بنیادوں میں استعمال کیا۔

بہر حال شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نقل کرتے ہیں!
 ”حضرت مرتضیٰ ﴿علیہ السلام﴾ فرمود کہ ایں قرآنِ
 صامت است و من قرآن ناطق“

﴿ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۱۵۳﴾

قرآن حلق سے نہیں اترتا

علاوہ ازیں ہمارے مندرجہ بالا موقف کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔

یہ حدیث پاک دیگر سینکڑوں کتابوں کے علاوہ بخاری، مسلم میں بھی موجود ہے جسے پوری شرح و بسط کے ساتھ جنگِ صفین کے موقعہ پر نقل کیا جائے گا۔

یہاں صرف یہی بتانے پر اکتفاء کیا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان محض اور محض دشمنانِ حیدر کرار علیہ السلام یعنی خوارج وغیرہ کے لئے ہے اور یہ بات ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہے۔

اس حدیث کی موجودگی میں آسانی کے ساتھ یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن صرف انہی لوگوں کے حلق سے اتر سکے گا جن کے قلوب محبتِ علی سے سرشار ہوں گے۔

بصورتِ دیگر قرآن کے اسرار و رموز اور مفہیم و مطالب سے آشنائی تو ایک طرف قرآن کے ظواہر بھی حلق سے نیچے نہیں جائیں گے خواہ الفاظِ قرآنیہ کو کتنی ہی خوش الحانی سے تلاوت کیا جائے۔

ناطقِ قرآن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگردِ رشید عبد اللہ بن مسعودؓ کا یہ قول ہے کہ علم کی روشنی کے حصول کا ارادہ ہو تو قرآن سے رجوع کرو کیونکہ اس میں علم الاولین والآخرین ہے ان دونوں روایات کا تجزیہ کریں تو صاف صاف وضاحت ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کے حصول کے لئے صرف دو ہی ذریعے ہیں، اور وہ علی اور قرآن ہیں،

البتہ ان دونوں ذریعوں میں ایک انتہائی لطیف فرق ضرور موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید فُرْقَانِ حمید چونکہ کتابِ صامت اور جنابِ علی کتابِ ناطق ہیں۔

قرآن کو سمجھ کر قرآن پڑھو

قطب الاقطاب، فرد الاحباب، سرتاج الواصلین، امام المحدثین

سیدی و مرشدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بخاری میں آنے والی یہ حدیث مبارکہ اُن لوگوں کے حق میں ہے جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا تو جاننا چاہیے کہ جو شخص مقام تلاوت قرآن میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث نہیں یعنی جس کو علوم و اسرار قرآن بطور وراثتِ مُصطفیٰ نہیں پہنچے وہ شخص حروفِ قرآنیہ کو محض اپنے تصوّرات و تخیلات کی صورت میں ادا کرتا ہے مگر قرآن کے مطالب و معانی کی تلاوت نہیں کرتا اور محض صرف پڑھتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف و الفاظ ادا کر لینے کے باوجود اس کے دل میں کوئی چیز نہیں اُترتی مندرجہ بالا روایت کی روشنی میں صاف طور پر وضاحت ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کے محض الفاظ و حروف کو پڑھ لینے سے ان رموز و اسرار سے واقفیت حاصل نہیں ہوتی جن کو ”تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ“ سے موصوم کیا گیا ہے۔

فی حدیث البخاری فی الذین یقرون القرآن لا
 یجاوز حناجرہم اعلّم ان من لم یکن وارثا
 لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی مقام
 تلاوته للقرآن انما یتلوا حروفاً ممثلتہ فی خیالہ لا
 نہ ما تلا المعانی و انما تلا حروفاً فلا یصل الی
 قلبہ شیء.

(الکبریٰ الا حمزہ مطبوعہ مصر ص ۲۰۱ مؤلفہ شعرانی)

بہر حال ہمارے سامنے سینکڑوں ایسے شواہد مزید موجود ہیں جن کی روشنی میں وارث علومِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قرآن مجید کے ظاہری باطنی علوم کا تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہونا قطعی طور پر ثابت ہے منجملہ ایک یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا ! ”اے محبوب فرما دیجئے اللہ کافی گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے“

قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ

﴿سورة الرعد آیت ۴۳﴾

یہ آیت کس کے حق میں ہے

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے مختلف روایات بیان کی ہیں ایک روایت میں ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم کہا گیا ہے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اپنی ہی ذات کریم ہے لیکن یہ روایت باطل بھی ہے اور ناقابلِ فہم بھی ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر تو آیت کی ابتداء ہی میں موجود ہے یعنی قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا لہذا یہاں صاحب علم الکتاب سے کوئی دوسرا مراد ہے۔

یہ حضور کے حق میں نہیں

اور اگر کوئی کہے کہ یہاں سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسہ مراد ہیں تو آپ کا ذکر بھی پہلے آچکا ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُمتِ مُصطفیٰ کے بعد ”من عندہ علم الکتاب“ کا تذکرہ آیا ہے اور درمیان میں واو عاطفہ بھی موجود ہے جو پہلے دونوں سے تیسرے کو الگ کرتی ہے حالانکہ یہ حقیقت بھی بدستور اپنے مقام پر موجود ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے براہِ راست علم الکتاب کو حاصل کرنے والے خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں اور دوسرا شخص جو بھی ہے وہ حصولِ علم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی محتاج ہے۔

یہ جبریل کے حق میں نہیں

مفسرین ایک قول یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ ”من عندہ علم الکتاب“ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں لیکن وہ خود ہی اس روایت کو قبول نہیں کرتے ویسے بھی یہ امر قرین قیاس نہیں کیونکہ جب جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حروفِ مقطعات کی تلاوت کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے ہم جانتے ہیں اور جبریل علیہ السلام عرض کرتے محبوب آپ کیسے جانتے ہیں جب کہ ان کی ماہیت مجھے بھی معلوم نہیں بہر کیف یہ روایت جلد اول میں گزر چکی ہے۔

راجح قول یہ ہے

یہ آیت کریمہ بعض روایات کے مطابق علمائے یہود جو ایمان لائے تھے مثل سلمان فارسیؓ اور عبد اللہ بن سلامؓ وغیرہم کے حق میں بتائی جاتی ہے لیکن اکثر طور پر جس روایت کو راجح قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ صرف حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مگر آیت مکی ہے

مندرجہ بالا یہ راجح قول اپنے مفہوم کے اعتبار سے تو قابل قبول ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ تورات کا علم رکھتے تھے لیکن واقعی طور پر یہ درست ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت مکی ہے جبکہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں اسلام قبول فرمایا

تفسیر ابن کثیر میں ہے ”اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے بَصِيغَةً قِيلَ کہا کہ عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس روایت کے متعلق مجاہد نے کہا کہ یہ غریب قول ہے کیونکہ بے شک یہ آیت مکی ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلامؓ اُس اول وقت میں اسلام لائے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے۔

وقوله ومن عنده علم الكتاب قيل نزلت في
عبد الله بن سلام قاله مجاهد هذا قول غريب لان
هذا آلائه مكيه و عبد الله بن سلام انما اسلم في
اول مقدم النبي صلى الله عليه وآله وسلم
المدينه.

﴿تفسير ابن کثیر مطبوعه مصر جلد سوم صفحہ ۲۷۳﴾

خاتم حفاظ مصر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر در منشور
میں اس حقیقت کا اظہار یوں فرماتے ہیں کہ،

روایت نقل کی سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم
نے اپنی کتابوں میں اور نحاس نے اپنی کتاب ناسخ میں حضرت سعید بن جبیرؓ
سے کہ جب اُن سے پوچھا گیا کہ،

”من عنده علم الكتاب“ حضرت عبد اللہ ابن سلام کے حق میں ہے؟
تو انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اور یہ سورت تو مکئی ہے۔

واخرج سعید بن منصور و ابن جریر و ابن المنذر
وابن ابی حاتم والنحاس فی ناسمنه عن جبیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه سئل عن قوله ”ومن عنده
علم الكتاب“ اهو عبد الله بن سلام قال وكيف و

هذه السورة المكية.

﴿در منشور جلد چہارم صفحہ ۶۹ مطبوعہ تہران﴾

عبد اللہ بن سلام کے حق میں کوئی آیت نہیں

اس ضمن میں امام جلال الدین سیوطیؒ مزید ایک یہ روایت بھی نقل فرماتے ہیں کہ ابن منذر نے شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قرآن میں کوئی بھی چیز نازل نہیں ہوئی۔

واخرج ابن المنذر عن شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
، قال ما نزل فی عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ
عنه شی من القرآن ،

﴿در منشور جلد ۴ صفحہ ۶۹﴾

پیشوائے وہابیہ نواب صدیق حسن بھوپالی بھی زیر آیت ان دونوں روایات کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔

اور شعبی سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن سلام کے حق میں قرآن مجید کی کوئی ایک آیت بھی نہیں۔ اور جب سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ یہ آیت عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ سورت ﴿الرعد﴾ تو مکئی ہے اور عبد اللہ بن سلام نے تو

مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا۔

وعن شعبي ما نزل في ابن سلام شي من القرآن
وعن سعيد بن جبیر انه سئل ألا نأهو ابن سلام
فقال كيف وهذا السورة المكية وعبد الله سلام
اسلم بالمدینه

﴿تفسیر فتح البیان جلد سوم ص ۱۳۰ مطبوعہ مصر﴾

مفسرین کی اس تصریح سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ عبد اللہ بن سلام کے علاوہ یہ آیت حضرت سلمان فارسیؓ اور دیگر احبار و علمائے یہود جو مسلمان ہو گئے تھے کے حق میں ثابت نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ لوگ بھی مدینہ منورہ میں ہی دولت اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔

اب کدھر جائیں

اس آیت کریمہ کے متعلق جس قدر بھی اقوال آئمہ تفسیر نے نقل کئے ہیں وہ ہدیہ قارئین کر دیئے گئے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر یہ آیت کسی ایک پر بھی کامل طور پر چسپاں نہیں ہوتی تو پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کیوں فرمایا کہ ”وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ“

جب کہ پہلا جملہ اللہ تعالیٰ کا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی ساری اُمت پر گواہ ہونا بہر صورت کافی ہے۔

یعنی ”قُلْ كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ“

لہذا اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے اُس مقدس ہستی کو تلاش کیا جائے جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت کے درمیان خُداوند قدوس کی شہادت میں بھی شامل ہے، اور اُس کے پاس تمام کتاب کا بھی علم ہے۔ تو اُس کے لئے خالق کائنات کا قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ،

فاسئلوا اہل الذکر،

یعنی جب تمہیں کسی مشکل کا سامنا ہو تو اس کا حل اہل ذکر سے دریافت کرو۔

اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ اہل ذکر تو کروڑوں کی تعداد میں ہونگے ان حالات میں کسی ایک کی تخصیص کیسے کی جائے؟

تو اس کے لئے کتب و تفاسیر و احادیث میں بالوضاحت بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور بالاصالت اہل ذکر بھی یہی خانوادہ نور ہے۔ اگرچہ بالنیابت دوسرے بھی کروڑوں خوش نصیب ہوں۔

علاوہ ازیں اس امر کی تصدیق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے

ہوئے اپنی اُمت کے لئے جاری فرمایا کہ ”میں تم میں قرآن اور اہلیت دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان دونوں سے وابستہ رہے اور ان کا دامن مضبوطی سے تھام رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے“

ثُرَّانِ وَالْوَلوں سے پوچھ لیں؟

خُذ اور رسول کی طرف سے اس واضح ترین رہنمائی کے بعد ہمیں ادھر ادھر بھٹکنے کی بجائے دامنِ اہلیت میں ہی پناہ حاصل کرنی چاہئے کیونکہ جب ہم ان مقدس نفوس سے اپنی مشکل کا حل طلب کریں گے تو ہمیں مایوسی کا منہ نہیں دیکھنا پڑیگا، چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے شہنشاہ مملکت تقدس و طہارت بحر العلوم، امام الآئمہ سیدنا و مرشدنا حضرت امام باقر ابن سید الساجدین امام زین العابدین علیہما و علی آباء الکرام الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔

یہ آیت حضرت علی کے حق میں ہے

مشہور مفسر قرآن علامہ ثعلبانی اور معروف محدث اور سیرت نگار علامہ ابن مغازی اپنی اپنی اسناد کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عطا فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے وہاں حضرت عبد اللہ بن سلام کے بیٹے کو دیکھا تو کہا کہ یہ اس شخص کا بیٹا ہے جس

کے حق میں یہ آیت آئی ہے کہ اُسے کتاب کا علم ہے، امام عالی مقام حضرت محمد باقر علیہ السلام نے سن کر فرمایا کہ یہ آیت کریمہ علی ابن ابی طالب کے حق میں آئی ہے۔
متن ملاحظہ ہو۔

قُلْ كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ
الْكِتَابِ الثَّعْلَبِيُّ وَابْنُ الْمَغَازِلِيِّ بِسَنَدَيْهِمَا عَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَا قَالَ كُنْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ الْبَاقِرِ ﴿عَلَيْهِ
السَّلَامُ﴾ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ ابْنَ الذِّی ، عِنْدَهُ
عِلْمُ الْكِتَابِ قَالَ اِنَّمَا ذَٰلِكَ عَلٰی ابْنِ اَبِي طَالِبٍ .

﴿ینابیع المودة جلد ۱ صفحہ ۱۱۳﴾

علامہ ثعلبی اور علامہ ابن مغازلی کے علاوہ اس روایت کو حافظ الحدیث اور ثقہ محدث حافظ ابو نعیم صاحب حلیۃ الاولیاء واولالقبوۃ نے بھی نقل فرمایا ہے، چنانچہ لکھا ہے کہ ثعلبی اور ابو نعیم نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن حنیفہ کی روایت زاذان نے بیان کی کہ محمد بن حنیفہ نے فرمایا ”کہ قرآن مجید کی آیت،

من عنده علم الكتاب ، جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حق میں ہے۔

فضیل بن یسار کی روایت ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے

فرمایا کہ آیت کریمہ ”

ومن عنده علم الكتاب“، یعنی وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے اس سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔
متن ملاحظہ فرمائیں!

الثعلبی وابو نعیم بسندیہما عن زاذان عن محمد
بن الحنفیة قال ”من عنده علم الكتاب“ علی
ابن ابی طالب .

عن الفضیل بن یسار عن الباقر علیہ السلام قال
هذا الآتہ نزلت فی علی علیہ السلام،

﴿ینایع المودة جلد ۱ صفحہ ۱۰۳﴾

ارشادِ صادق علیہ السلام

امامِ ائمہ، سرتاجِ ولایت مرشدنا و ہادینا امام جعفر الصادق علیہ
علی آباء الصلوٰۃ متذکرہ روایت کے متعلق مزید وضاحت فرماتے ہیں۔
آپ کا ارشاد گرامی ہے!

”خُدا کی قسم! ہمارے پاس تمام کتاب کا علم موجود ہے جبکہ سلیمان
بن داؤد علیہما السلام کے وزیر کو اسمِ اعظم کا محض ایک حرف اور کتاب میں
سے کچھ علم حاصل ہوا تھا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے اُس کے پاس
کتاب میں سے علم تھا یعنی کتاب کا بعض علم تھا اُس نے کہا کہ میں آنکھ جھپکنے

سے پہلے بلقیس کا تخت لا دیتا ہوں،

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا کہ ہم نے اُس کے لئے تختیوں پر ہر نصیحت تحریر فرمادی،

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا کہ انہوں نے کہا اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم پر وہ بعض باتیں واضح کر دوں جن پر تم جھگڑتے ہو یعنی بعض کلمات اور حضرت علی علیہ السلام کو فرمایا اُس کے پاس تمام کتاب کا علم ہے اور فرمایا کہ کوئی خشک و تر ایسا نہیں جو قرآن مجید میں موجود نہ ہو اور یہ کتاب حضرت علی علیہ السلام کے پاس ہے۔“

متن ملاحظہ فرمائیں !

وقال الصادق علم الكتاب كله والله عندنا واما

اعطى وزير سليمان بن داود عليهما السلام انما

عنده حرف واحد من الا اسم العظم وبعض

الكتاب كان عنده قال الله تعالى ” قال الذى

عنده علم من الكتاب “ اى بعض الكتاب ، قال

الذى ” انا اتيك به قبل ان يرتد اليك طرفك“

﴿ النمل ﴾ قال الله تعالى موسى عليه السلام ”

وكتبنا له فى الألواح من كل شئ موعظة“

﴿ انعام ١٢٥ ﴾ وقال فى عيسى عليه السلام ”

لَا يَبِينُ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ“ ﴿ زخرف
 ۶۳﴾ اِیْ بِكَلِمَةٍ بَعْضُ وَقَالَ فِي عَلٰی عَلَيْهِ السَّلَام
 ، وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ وَقَالَ لَا رَطْبَ وَلَا يَابِسَ
 اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ، هَذَا الْكِتَابُ عِنْدَهُ .

﴿ ینابیع المودة جلد اول صفحہ ۱۰۳ ﴾

قول صادقؑ کی دلیل

سید السادات ، امیر کائنات سیدنا و مرشدنا امام ہمام امام عالی مقام
 امام جعفر الصادق علیہ السلام علی آباءہ الکرام و اولادہ العظام الصلوٰۃ والسلام
 کی اس تفسیر مبارکہ کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ
 مقدس سے بھی ہوتی ہے۔ جناب عطیہ بن عوفی سے روایت ہے کہ حضرت
 ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم سے آیت کریمہ ”

وَالَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ ، کے متعلق پوچھا یعنی وہ
 شخص جس کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا، تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص
 سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا وزیر تھا۔ پھر میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس
 ارشاد کے متعلق سوال کیا ”وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ“ یعنی وہ شخص کون
 ہے جسے تمام کتاب کا علم ہے تو آپ نے فرمایا !

”یہ شخص میرا بھائی علی ابن ابی طالب ہے۔“

متن ملاحظہ فرمائیں !

عن عطية العوفي عن ابو سعيد الخدري رضى الله
عنه قال مسئلت رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم عن هذا الآية ” الذى عنده علم من الكتاب
“ قال ذاك وزير سليمان بن داود عليهم السلام
مسئله عن قول الله عز وجل ” ومن عنده علم
الكتاب “ ؟ قال ذاك اخي على ابن ابى طالب .

﴿ ينابيع المودة جلد ۱ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ تہران ﴾

﴿ المساقب ابن شهر آشوب جلد ۲ صفحہ ۲۹ ﴾

علم کتاب کیا ہے؟

اس سے پہلے کہ ہم سیدنا حیدر کراڑ کے صاحب علم کتاب ہونے پر
دیگر دلائل پیش کریں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کا علم معمولی چیز نہیں
قرآن مجید اس خداوند قدوس کا کلام ہے جس نے تمام کائنات ارضی و سماوی
اور اس کے علاوہ تمام تر موجودات و مخلوقات کو ایک لفظ گن سے پیدا فرمادیا،
قرآن مجید ان تمام تر علوم و اسرار کا جامع ہے جو پہلے انبیاء کرام کو
عطا فرمائے گئے،

قرآن مجید کلام خداوندی کے ان معجزات کا مخزن و معدن ہے جو
ہر قاری پر نئے سے نئے انداز میں رونما ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ تا ابد الآباد

جاری و ساری رہے گا،

حضور سرور کائنات، فخر موجودات، امام الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء و مرسلین کے سردار اور تمام مخلوقات سے اعلیٰ و افضل ہیں، لہذا آپ پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتاب بھی ایسی ہی اتاری جو تمام کتب و صحائف سابقہ سے افضل و اعلیٰ ہے، بلاشبہ انبیاء سابقین پر خُدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں بھی رموز و اسرار الہیہ کا خزانہ تھیں مگر اُن پر اُسی قدر اسرار و دقائقِ مشکشف کرنا ضروری تھا جن کی ضرورت تھی،

حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کو قیامت تک باقی رہنا تھا اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب پر ایسی کتاب اتاری جو قیامت تک کے لئے ہر طبقہ کے لئے راہنمائی کرے۔

قرآن مجید کے ظواہر کو ہی لے لیجئے اور پھر غور کیجئے کہ دُنیا کا ایسا کونسا علم ہے جس کی نشاندہی آیاتِ قرآنیہ میں موجود نہیں، سیاست ہو یا سائنس ریاضی ہو یا عمرانیات دُنیا بھر کا کوئی بھی مسئلہ تو ایسا نہیں جس کا حل قرآن مجید میں موجود نہ ہو،

ایسے ہی قرآن مجید کے باطنی رموز و اسرار پر آگاہی حاصل کرنے والے صاحبانِ علم طریقت و معرفت سے جس قدر بھی خوارق و کرامات کا ظہور ہوا ہے وہ قرآن مجید ہی کے باطنی اثرات کا معجزہ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر جناب آصف بن برخیا کے

پاس کتاب ہی کے علم کا کچھ حصہ تھا جس کے اثرات کا ظہور اس طرح ہوا کہ ملکہ بلقیس کا طویل و عریض تخت پلک جھپکنے سے پہلے سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے آ گیا۔

قرآن بلا وجہ بیان نہیں کرتا

قرآن مجید نے اس واقعہ کا خود اظہار فرمایا اور قرآن مجید بلا وجہ کوئی واقعہ بیان نہیں کرتا، اس قصے کے بیان سے منشاء ایزدی یہ تھا کہ لوگ کتابِ مبین و محکم قرآن مجید پر غور و تدبر کریں، یہاں یہ امر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو پڑھ لینے سے یا قرآن مجید کو حفظ کر لینے سے یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن کا علم سیکھ لیا گیا ہے، جیسا کہ بعض جہلاء یہ گمان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کے ظواہرات کا علم ہو جانا ہی کافی ہے اور محض ظاہری معنوں سے ہی سے تعلیم قرآن کا مقصد پورا ہو جاتا ہے حالانکہ ایسا گمان کرنا قرآن مجید کی واضح ترین توہین کرنا ہے، اس لئے کہ زبور شریف جو قرآن مجید کے سرچشمہء علوم کا ایک حصہ ہے اُس میں سے کسی ایک حصے یا جملے کے باطنی عالم کا یہ حال تھا کہ اُس نے جنوں کے سردار کی قوت کو چیلنج کرتے ہوئے آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے تختِ بلقیس کو منگوایا، اب یا تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ زبور کا وہ علم قرآن میں نہیں ہے جس کہ بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آصف بن برخیا کے لئے ارشاد فرمایا کہ ”عندہ علم من

الکتاب “ بصورت دیگر یہ تسلیم کرنا از بس ضروری ہے کہ قرآن مجید میں وہ تمام علوم و اسرار موجود ہیں جنہیں جان لینے والا تمام کائنات ارضی و سماوی پر مُتَصَرِّف ہو جاتا ہے، اور وہ اس علم کی برکت سے تمام انبیاء کے مُعْجزات کے مظاہر کرامات کی صورت میں ظاہر کر سکتا ہے،

بلکہ حق بات یہ ہے کہ اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جس قدر بھی کرامات کا ظہور ہوا یا ہوتا ہے وہ قرآن مجید ہی کے لفظوں کے اسرار کا ظہور ہے۔

غوثِ اعظم کے فرامین

غوثِ الثقلین، شیخ الغل، امام الاولیاء و اصفیاء سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرامین و کرامات قرآن مجید ہی کا تو مُعْجزہ ہیں آپ کا وہ راز قرآن مجید کا ہی علم تو ہے جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنا یہ راز سمندر پر ظاہر کر دوں تو وہ خشک ہو جائے۔

اور اگر میں اپنا راز پہاڑ پر ڈال دوں تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے،
اور اگر میں اپنا راز بھڑکتی ہوئی آگ پر ڈال دوں تو وہ سرد ہو جائے،
اور اگر میں اپنا راز مُردے پر ڈال دوں تو وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو جائے،

اور ان تمام امور کی وجہ آپ نے اس سے پہلے بیان کی ہے کہ مجھ کو

راز قدیم پر اطلاع کی دی گئی ہے جبکہ یہ راز قدیم قرآن عظیم ہی کے اسرار میں سے ہے۔

قرآن خود شاہد ہے

کاشف الغمہ امام الائمہ سید الاصفیاء فخر سادات سلطان الاولیاء والقیاء حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن مجید کا وہ علم ہے کہ اگر ہم اس کا ایک شمشہ پہاڑوں پر ڈال دیں تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں،

امام صادق و مصدوق امام برحق سیدنا امام جعفر صادق علی آباء و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمانِ عالیشان یونہی نہیں کر دیا اور نہ ہی آپ کا یہ دعویٰ بے دلیل ہے بلکہ فی الحقیقت آپ کے پاس قرآن مجید کا ایسا ہی علم تھا جیسا کہ زیب عنوان آیت مقدسہ عنده علم الكتاب کی تفاسیر سے ظاہر ہے۔

بلکہ قرآن مجید کے بارے میں قرآن مجید میں ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد بالصراحت موجود ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑوں پر نازل کرتے تو پہاڑ پھٹ جاتے اور ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

اسرار قرآنی اور ظہور کرامت

بتانا یہ تھا کہ قرآن مجید کے اسرار باطنیہ کو جان لینے سے ہی اولیاء

اللہ سے ظہورِ خوارق اور ضد و کرامت ہوتا ہے اور قرآن مجید کے کسی لفظ کے اسرارِ باطنیہ کے حصول سے ہی تقربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے جو ولایت کا مقصدِ اولین اور اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔

جیسا کہ سابقہ اوراق میں بتایا گیا ہے کہ سیدنا حیدر کرار شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم منجّ ولایت ہیں اس لئے ضروری تھا کہ اُن کے پاس کتاب کا وہ علم ہوتا جو اہم سابقہ کے اولیاء کرام پر حجت بھی ہوتا اور قیامت تک آنے والے اولیاء اللہ کی رہنمائی بھی کرتا،

زیب عنوان آیت کریمہ **عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ** حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علمِ مبارک پر خداوندِ قدّوس کی سب سے بڑی گواہی ہے اور اس کی شہادت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کے حضرت علیؑ کے پاس کتاب کا علم ہے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ علیؑ شہرِ علم و حکمت کا دروازہ ہیں ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ پورے طور پر منسلک ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علمِ الناس ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

قارئین کے لئے اس مقام پر جان لینا بھی از بس ضروری ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علمِ الناس ہونا کسی بھی شخص کے علم کی نفی نہیں کرتا بلکہ اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دُوروں سے زیادہ جانتے

ہیں جیسا کہ ادراق سابقہ میں متعدد روایات گزر چکی ہیں۔

بہر کیف! باب مدینۃ العلم سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام تر علوم کے جامع ہیں قرآن مجید کے الفاظ کے ظاہری معنی ہوں یا باطنی اسرار و رموز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر کامل طور پر منکشف تھے یہی وجہ ہے کہ آپ منبر پر بیٹھ کر کہا کرتے تھے کہ قرآن مجید کے بارے میں جو بھی پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو،

علاوہ ازیں قرآن مجید کے اسرار و رموز کو جان لینے ہی کے یہ اثرات ہیں کہ آپ آسمانی امور میں بھی تصرف فرما لیتے تھے جبکہ جناب آصف بن برخیا علم زبور کی برکت سے تخت بلقیس کو لانے کے لئے صرف زمین پر ہی متصرف ہوئے تھے۔

مناسب یہ ہے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر چند ایک ایسی روایات پیش کر دی جائیں جن سے مولائے کائنات کا متصرف کائنات ارضی و سماوی ہونا واضح طور پر ثابت ہو جائے۔ اس سلسلے میں ہمارے سامنے بیشمار کتابیں اور حوالے پڑے ہوئے ہیں مگر ان سب کو یہاں لانا نہایت مشکل امر ہے اس لئے تاجدارِ عرب و عجم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوا لیے عشاق کی کُتب سے استفادہ کیا جا رہا ہے جن کا عاشق رسول ہونا مسلم ہے

جن کی وجاہت علمی مُصدقہ اور جن کی ولایت اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے،

ان میں سے ایک بزرگ قطب الواصلین امام زمانہ عاشق رسول حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی ہیں اور دوسرے بزرگ شیخ المشائخ، وحید العصر قطب ربانی حضرت علامہ محمد اسماعیل بن یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، درج ذیل اقتباس بالترتیب ہر دو حضرات کی کتب شواہد النبوت اور جامع کرامات اولیاء سے پیش کئے جا رہے ہیں ملاحظہ کریں اور غور فرمائیں، کہ!

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب دانائے کل غیوب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے دامن کو علوم و اسرار قرآنیہ کی دولت سے کس قدر معنور فرما رکھا ہے،

آپ کو ان کرامات میں مولانا علی شیر خدا کے لامتناہی اور لا حصر علم مبارک کی جھلکیاں بھی نظر آئیں گی،

آپ کے تصرف فی الارض والسماء کے مناظر بھی سامنے آئیں گے آپ کے امور غیبیہ پر مطلع ہونے کے آثار بھی نمایاں ہونگے اور یہ بھی واضح ہوگا کہ آپ رسول اللہ کے علوم کے وہ وارثِ کامل و اکمل ہیں جنہیں آپ نے اپنا وصی بھی فرمایا اور ان کا تذکرہ کتب سابقہ میں بھی مذکور ہے۔

علیؑ کے لئے سورج کی دوبارہ واپسی فرمانِ مصطفیٰ سے

خُدا تعالیٰ نے آپؐ کے لئے دو دفعہ سورج کو مغرب سے لوٹایا پہلی دفعہ عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور دوسری دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد۔

حضرت اُم سلمہ، حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن آپ کے ہاں مقیم تھے اور آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھے تھے اچانک حضرت جبریل علیہ السلام وحی لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نے گرائی وحی کے باعث اپنا سر انور حضرت علیؑ کی زان سے نہ اٹھایا۔ جناب امیر المومنین علیؑ نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز ادا کر لی۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی سے ثقل و گرائی وحی ختم ہوئی تو پوچھا،

اے علیؑ! تمہاری عصر کی نماز فوت ہو گئی ہے۔

انہوں نے عرض کی، حضور! میں نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز

ادا کر لی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! دُعا کروں کہ رب
الْعِزَّت سورج کو لوٹا دے تاکہ تم نمازِ عصرِ بَر وقت ادا کر لو۔

حضور علیہ السلام نے دُعا فرمائی تو آفتاب پلٹ آیا اور ایسا معلوم
ہوا جیسے نمازِ عصر کا وقت تھا۔ اس طرح حضرت علیؓ نے نمازِ بَر وقت ادا کی۔

حضرت اسماء بنتِ عمیس فرماتی ہیں جب سورج غروب ہوا تو آرا
چلنے کی سُنائی دیتی تھی۔ یہ قصہ چونکہ پہلے گُور چکا ہے اور چونکہ روایتوں میں
تفاوت تھا اس لئے دوبارہ مذکور و مرقوم ہوا۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے
بعد جو واقعہ پیش آیا وہیوں ہے:

دُعائے مُرتضیٰ سے

آپؐ بابل کی طرف جا رہے تھے تو فرات سے گُور کر نمازِ عصر اپنے
ساتھیوں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ ہوا۔ آپؐ کے ساتھیوں نے دریائے
فُرات سے اپنی سواریاں گزاری شروع کر دیں یہاں تک کہ آفتاب غروب
ہو گیا اور ان کی نمازِ قضاء ہو گئی۔ وہ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے
سُنا تو اللہ تعالیٰ سے سورج کو لوٹانے کی التجاء کی تاکہ ان کے ساتھی نماز گزار
لیں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپؐ کی دُعا قبول فرمائی، آفتاب نکل آیا اور
عصر کا وقت ہو گیا۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو سورج غروب ہو گیا اور اس

میں سے ہولناک آواز آنے لگی، لوگوں پر خوف و ہراس چھا گیا اور وہ
 سُبْحَانَ اللَّهِ . لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، اور اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ پڑھنے میں مشغول
 ہو گئے۔

چشمہ کھان سے نکالا

جس وقت آپ جنگِ صفین میں مشغول تھے آپ کے ساتھیوں کو
 پانی کی سخت ضرورت پڑی۔ لوگ دائیں بائیں دوڑے لیکن پانی دستیاب نہ
 ہوا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنی توجہ ایک کنویں سے بھائی تولق و دق صحرا
 میں ایک کلیسا نظر آیا۔ آپؑ نے اس کلیسا میں رہنے والے سے پانی کے
 متعلق پوچھا !

اُس نے کہا ! یہاں دو فرسنگ کے فاصلے پر پانی موجود ہے۔
 آپ کے ساتھیوں نے کہا اے امیر المومنینؑ ! ہمیں اجازت
 دیجئے شاید ہم اپنی قوت ختم ہونے سے پہلے پانی تک رسائی حاصل کر لیں،
 حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا ! اس کی کیا حاجت ہے ؟ پھر
 آپ نے اپنے خچر کو مغرب کی طرف ایڑ لگائی اور ایک طرف اشارہ کر کے
 فرمایا ! یہاں سے زمیں کھودو، ابھی تھوڑی ہی زمیں کھودی گئی تو نیچے سے
 ایک بڑا پتھر نکلا جسے بٹانے کے لئے کوئی ہتھیار بھی کاری گرنہ ہو سکا۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا ! یہ پتھر پانی پر واقع ہے اسے اکھاڑ

پھینکو۔ آپ کے ساتھیوں نے ہر چند کوشش کی لیکن اُسے اپنی جگہ سے ہلانہ سکے۔ اس پر جناب امیر اپنے خچر سے نیچے تشریف لائے اور اپنی آستین چڑھا کر اپنی انگلیاں اُس پتھر کے نیچے رکھ کر زور لگایا۔ اُس پتھر کو پانی سے ہٹایا تو نیچے سے نہایت ٹھنڈا میٹھا اور صاف پانی نکل آیا۔ ایسا صاف کہ تمام سفر میں انہوں نے ایسا پانی نہ پیا تھا۔

سب نے پانی پیا اور جتنا چاہا بھر لیا۔ پھر حضرت امیرؑ نے اس پتھر کو اٹھا کر چشمہ میں رکھ دیا اور فرمایا! اس پر خاک ڈال دو،

جب راہب دیر نے ان احوال کا مشاہدہ کیا تو کلیسا سے نیچے اتر کر حضرت امیر المومنینؑ کے حضور میں آیا اور سامنے کھڑا ہو کر پوچھا! کیا آپ پیغمبر و مرسل ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا! نہیں

اُس نے پوچھا! کیا آپ کوئی ملک مقرب ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا! نہیں

اُس نے پوچھا! پھر آپ کون ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا! میں وصی پیغمبر مرسل جناب محمد خاتم

النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔

راہب کہنے لگا! ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام

قبول کروں۔

حضرت امیرؓ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو راہب نے کہا!
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَأَشْهَدُ
 أَنَّكَ عَلَى وَصِي رَسُولِ اللَّهِ .

بعد ازاں حضرت امیرؓ نے اس سے پوچھا! اس کی کیا وجہ ہے کہ تم
 مَدَّت سے پہلے اپنے دین پر کاربند تھے اور اب تم ایمان لے آئے ہو ؟
 اُس نے کہا! اے امیر المومنینؓ! اس کلیسا کی بنیاد اس پتھر بٹانے
 والے کے لئے تھی مجھ سے پہلے کئی راہب یہاں رہتے تھے کیونکہ ہم نے اپنی
 کتابوں میں پڑھا ہے اور اپنے علماء سے سنا ہے کہ اس جگہ پر چشمہ ہے اور
 اس پر ایک نادیدہ پتھر ہے جسے پیغمبر یا وصی پیغمبر کے سوا کوئی نہ اُکھاڑ سکے گا۔
 جب میں نے دیکھا کہ آپؓ نے اُس پتھر کو اُکھاڑ پھینکا ہے تو میری مراد
 پوری ہو گئی اور مجھے جس چیز کا انتظار تھا وہ مجھے مل گئی۔

جب امیر المومنینؓ نے یہ بات سنی تو اتنے روئے کہ آپؓ کی داڑھی
 کے بال تر ہو گئے۔ پھر فرمایا ! سب تعریف اللہ رب العزت کے لئے ہے
 کہ میں اُس کے ہاں بھولا بسر انہیں ہوں بلکہ اُس کی کتابوں میں میرا ذکر
 ہے۔

اس کے بعد جب وہ راہب حضرت امیرؓ کا ملازم بن گیا اور آپؓ
 کے ساتھ اہل شام سے مقاتلہ کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ حضرت امیرؓ
 نے اُس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اُسے دفن کیا اُس کے لئے دُعاء مغفرت

کی، جس وقت بھی اُس کا ذکر ہوتا آپ اُسے اپنا غلام کہہ کر پکارتے۔

کتاب عیسیٰ میں ذکر علیؑ

جیہ عرفی جو حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متوسلین میں تھے کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ سے جنگ کے دوران میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دریا کہ کنارے پر پڑاؤ ڈالا، اچانک وہاں ایک آدمی آیا اور کہا !

السلام علیک یا امیر المومنین!

حضرت علیؑ نے کہا: وعلیک السلام!

اُس نے بتایا ! میں سمعوم بن یوحنا ہوں اور اس کلیسا میں رہتا ہوں۔ اُس نے کلیسا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا، پھر کہا ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میراث در میراث چلی آرہی ہے اگر آپ چاہیں تو پڑھ کر سناؤں اگر آپ چاہیں تو حاضر خدمت کروں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ! پڑھو

اُس نے پڑھنا شروع کی۔ اس کتاب میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت تھی اور آپ کے اوصاف حمیدہ تھے۔

آخری مضمون یہ تھا: ایک دن اس دریا کہ کنارے وہ شخص اترے گا جو اس زمانہ میں دین اور قرابت داری کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے قریب ترین ہوگا۔ وہ اہل مشرق کے ساتھ اہل مغرب سے
مقاتلہ کرے گا اُس کے سامنے دُنیا کی قدر و قیمت ریت سے بھی کمتر ہوگی۔
وہ شدت جنگ میں اُطوفانوں سے بھی زوردار ہوگا اور اُس کی نگاہوں میں
موت اتنی عزیز ہوگی جتنا شربت ہوتا ہے اللہ کی مدد اُس کے شامل حال ہوگی
اور اُس کے ساتھ قتل ہونا شہادت ہوگا۔

پھر اُس نے کہا ! جب وہ نبی معبوث ہوئے تو میں اُن پر ایمان
لے آیا اور جبکہ آپ نے یہاں پڑاؤ ڈالا ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر
ہو گیا ہوں تاکہ زندہ و مُردہ آپ ہی کے پاس رہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رو دیئے اور آپ کے ساتھ
حاضرین بھی رونے لگے پھر فرمایا ! سب تعریفیں اُس ذاتِ اقدس کے لئے
ہیں جس نے میرا تذکرہ نیک لوگوں کے صحیفہ میں کیا۔

پھر حیرہ عرفی سے کہا: اے حیرہ ! اس کی صبح و شام نگہداشت کرتے
رہو۔ اس کے بعد آپ جب بھی کھانا کھاتے اُسے طلب فرماتے۔ وہ راہب
اس وقت لیلۃ الہریرہ میں شہید ہوا، جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم امیر
معاویہ سے شدید جنگ کر رہے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُس
کی نماز جنازہ ادا کی اور اُس قبر میں اتر کر فرمایا ! یہ شخص اہل بیت میں سے
ہے۔“

جَنّاتِ پَرِ تَصَوّفِ مُرْتَضٰی

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے جب سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے دن مکہ معظمہ کو مراجعت فرمائی تو مسلمان سخت پیاسے تھے کسی جگہ پانی دستیاب نہ تھا۔ حضور علیہ السلام نے بمقام جحفہ قیام کیا اور فرمایا ! تم میں سے کون ہے جو فلاں کنویں پر جا کر مشکیں بھر کر پانی لے آئے تاکہ خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے جنت کی ضمانت دیدے، ایک شخص اٹھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جاتا ہوں۔

حضور علیہ السلام نے اُسے سقوں کی ایک جمعیت کے ساتھ بھیجا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں اُن کے ساتھ تھا جب ہم اُس کنویں کے نزدیک پہنچے تو وہاں بہت سے درخت دیکھے جن سے طرح طرح کی آوازیں آرہی تھیں اور وہ درخت عجیب طرح سے حرکت کر رہے تھے۔ ہم نے اُن سے آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے بھی دیکھے جن سے ہم سخت خائف ہوئے۔ اس ڈر کے باعث ہم اُن درختوں سے گزر نہ سکے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں واپس چلے آئے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ! وہ جنوں کا ایک گروہ تھا جو تمہیں ڈراتا تھا۔ اگر تم میرے کہنے کے مطابق چلتے رہتے تو تمہیں کوئی گزند نہ پہنچتی۔

یہ سن کے ایک اور صحابی اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جاتا ہوں وہ بھی سقوں کی اسی جماعت کے ہمراہ روانہ ہوا لیکن انہیں بھی اسی حالت میں واپس آنا پڑا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ! اگر تم میرے ارشاد پر عمل پیرا ہوتے تو کوئی مکروہ چیز تمہیں آڑے نہ آتی اسی حیس و بیس میں شام ہو گئی اور صحابہؓ پر پیاس کا غلبہ ہونے لگا۔

حضور علیہ السلام نے حضرت سیدنا علیؓ کو بلایا اور فرمایا ! فلاں کنویں سے پانی بھراؤ۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں ہم اپنے کندھوں پر مشکیں اور ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے باہر آ گئے۔ حضرت علیؓ ہمارے آگے آ گئے چلتے گئے اور مندرجہ ذیل رجز پڑھتے گئے،

اعوذ بالرحمن ان ابیلا

عن غر فجن اظہرت نبویلا

وواقلة نیرانہا تعویلا

وفرعہ مع غر فہا الطویلا

جب ہم اُس جگہ پہنچے تو وہی آؤزیں آنے لگیں اور درختوں نے ہلنا شروع کر دیا، ہم پر خوف و ہراس چھانے لگا۔ میں نے دل میں کہا کہ علیؓ بھی پہلے دو آدمیوں کی طرح واپس لوٹیں گے، اس پر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم نے میری طرف دیکھا اور کہا میرے قدم بہ قدم چلتے آئیے جو تمہیں

نظر آ رہا ہے اس سے مت ڈرو کیونکہ اب تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ جو نہی ہم درختوں کے جھنڈ میں آئے تو اُن میں آگ کے بھیانک شعلے نکلنے شروع ہو گئے، اُن شعلوں میں سے کٹے ہوئے سرخا ہر ہونے لگے جن میں سے سخت ہولناک آوازیں آتی تھیں، ان آوازوں سے ہمارے اُوسان خطا ہو گئے۔ لیکن امیر المومنین علیہ السلام ان سروں سے گزرتے ہوئے کہتے جاتے تھے۔ میرے قدم بہ قدم چلتے آؤ اور دائیں بائیں مت دیکھو۔ اب کوئی خوف نہیں رہا۔ ہم آپؐ کے پیچھے چلتے گئے یہاں تک کہ اس کنویں تک جا پہنچے، ہم نے ایک ڈول کنویں میں ڈالا براء بن مالک نے ایک بار وہ ڈول سے ہی پانی نکالا تھا کہ رسی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں گر گیا۔ کنویں سے قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا! کوئی ہے جو لشکرِ اسلام میں جا کر ایک اور ڈول لے آئے،

ساتھیوں نے کہا! یہ ہمارے بس سے باہر ہے کہ ہم ان درختوں کے درمیان سے گزریں۔

حضرت علی علیہ السلام کمر سے پنکا باندھ کر کنویں میں اتر گئے کنویں سے قہقہوں کی آوازیں اور زیادہ زوردار لہجے سے آنے لگیں۔

جب حضرت علی علیہ السلام کنویں کے درمیان میں پہنچے تو آپؐ کا پاؤں پھسل گیا اور آپؐ نیچے گر گئے، کنویں سے عجیب و غریب غلغلہ اُٹھا اور

اس طرح آواز آنے لگی جیسے کسی کا گلا گھونٹا جا رہا ہو۔ اچانک حضرت علی علیہ السلام نے اللہ اکبر انا عبد اللہ وَاخُو رَسُولِ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پکارا اور کہا مشکیں نیچے پھینکو۔ آپ نے تمام مشکیں پانی سے بھر لیں۔ اُن کے منہ باندھے اور ایک ایک کر کے باہر نکالیں۔

بعد ازاں آپ نے دو مشکیں اٹھائیں، اور ہم نے صرف ایک ایک، جب ان درختوں کے پاس پہنچے تو جو کچھ بھی ہم نے پہلے دیکھا اور سنا وقوع میں نہ آیا، ہم درختوں سے گزرنے لگے تو ہمیں سہمگیں آواز سنائی دی۔ ہاتف نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت اور حضرت علی علیہ السلام کی منقبت پڑھنا شروع کی۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے تمام قصہ حضور علیہ السلام کو آسنایا۔ جناب ختمی مرتبت صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا ! وہ ہاتف عبد اللہ جن تھا جس نے بتوں کے شیطان کے مسعر کو کوہِ صفا میں قتل کیا تھا۔

مقام کربلا کی نشاندہی

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے براء بن عاذبؓ سے قبل از واقعہ کرب و بلا کہہ دیا تھا کہ میرے لختِ جگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیری آنکھوں کے سامنے شہید کریں گے لیکن تو ان کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ جب حضرت امیر المومنین حسینؓ شہید کئے گئے تو براء بن عاذبؓ کہنے لگے۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا حسینؑ شہید کئے گئے اور مجھ سے اُن کی کوئی مدد نہ ہو سکی وہ یہ کہتے ہوئے اظہارِ ندامت کیا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت سیدنا علی علیہ السلام سرزمینِ کربلا سے گُذرے تو گریہ و زاری کرتے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اور کہا ! بخدا ان کی شہادت اور ان کے اونٹوں کے مرجانے کے یہی موضعِ محل ہیں۔

آپ کے ساتھیوں نے پوچھا ! یہ کونسا مقام ہے ؟
 آپؑ نے فرمایا ! یہ کربلا ہے یہاں ایک ایسی جماعت کو شہید کیا جائے گا جو بغیر حساب و کتاب جتّ الفردوس میں داخل ہوگی یہ کہہ کر وہاں سے چلے آئے اور کسی کو ان باتوں کی تاویل سمجھ میں نہ آئی یہاں تک کہ حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ سامنے آیا۔
 جس روز آپؑ نے کوفہ سے لشکر طلب کیا تو اہل کوفہ نے بصدِ قال و قیل لشکر بھیجا اس سے پیشتر کہ لشکر آپؑ کے پاس آتا۔

آپؑ نے فرمایا ! کہ کوفہ سے بارہ ہزار ایک آدمی آرہے ہیں۔
 آپ کے ایک ساتھی نے جب آپؑ کی یہ بات سنی تو لشکر کی گزرگاہ پر بیٹھ گیا، اُس نے ایک ایک آدمی گنا اور اتنے ہی آدمی نکلے جتنے آپؑ نے بتائے تھے ان میں ایک کم تھا نہ ایک زیادہ۔

قرآن کیسے پڑھتے تھے؟

روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب آپؐ سواری کرتے وقت گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوت قرآن شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو ختم کلام مجید کر لیتے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ گھوڑے پر پوری طرح بیٹھنے سے پہلے قرآن کریم ختم کر لیتے۔

ابو تراب سے زمین باتیں کرتی تھی

اسماء بنت عمیسؓ نے حضرت سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا سے روایت کی کہ جس رات حضرت سیدنا علی علیہ السلام نے میرے ساتھ شب زفاف گزاری مجھے آپ سے بہت خوف لاحق ہوا کیونکہ میں نے زمین کو آپ سے ہمکلام ہوتے ہوئے سنا۔ صبح ہوئی تو میں نے یہ سارا واقعہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طویل سجدہ کیا اور سر اٹھا کر فرمایا: اے فاطمہ! تجھے پاکیزہ اولاد کی خوشخبری ہو جن کو خدا نے تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اور زمین کو حکم دیا کہ وہ آپ کو ایسے تمام واقعات بتلائے جو مشرق و مغرب تک اس پر واقعہ ہونے والے ہیں۔

دَریا وَّنِیْ بِرِ تَصْرَفِ مُرْتَضٰی

اہل کوفہ نے عرض کی! یا امیر المومنین! اسال فرات میں طغیان

کے باعث ہماری کھیتیاں ضائع ہو گئی ہیں کیا ہی اچھا ہوا اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگیں کہ دریا کا پانی کم ہو جائے۔

آپ اٹھ کر گھر تشریف لائے۔ لوگ گھر کے دروازہ پر آپ کا انتظار کرنے لگے، اچانک آپ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ پہنے، عمامہ سر پر باندھے اور عصائے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ایک گھوڑا منگا کر اُس پر سوار ہوئے۔ اپنے اور بیگانے سب لوگ آپ کے پیچھے پیچھے پایادہ چل دیئے۔ جب فرات کے کنارے پر پہنچے تو آپ گھوڑے سے اتر آئے اور جلدی سے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اٹھ کر عصائے مبارک ہاتھ میں لے لیا اور فرات کے پُل پر آ گئے اُس وقت حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ساتھ تھے۔ آپ نے عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک فٹ کم ہو گئی۔

آپ نے فرمایا ! کیا اتنا کافی ہے ؟

لوگوں نے کہا ! نہیں اے امیر المومنین !

آپ نے پھر عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا۔ پانی ایک فٹ پھر کم ہو گیا، جب تین فٹ سطح آب گر گئی تو لوگوں نے کہا ! یا امیر المومنین ! بس اتنا کافی ہے۔

بارگاہِ علیؑ میں جھوٹے کی سزا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص پر الزام لگایا کہ وہ اُن کی خبریں حضرت معاویہ کو پہنچاتا ہے اُس نے صحتِ اتہام سے انکار کر دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا ! قسم کھاتے ہو!

اُس نے قسم کھائی !

حضرت علیؑ نے فرمایا ! اگر تم قسم کھانے میں جھوٹے ثابت ہوئے تو خدا تعالیٰ تمہیں اندھا کر دے گا،

ابھی ہفتہ ہی گزرا تھا کہ وہ عصا پکڑے ہوئے گھر سے باہر نکلا، اُسے نظر نہیں آتا تھا۔

اسی طرح امام مستغفرؑ نے دلائلِ النبوةؑ میں بیان کیا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے رجب میں ایک شخص سے کسی بات کے متعلق پوچھا اس نے سچ نہ بتایا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا ! تم جھوٹ بولتے ہو،

کہنے لگا ! نہیں جناب۔

آپؑ نے فرمایا ! میں تمہارے حق میں دُعا کرتا ہوں اگر تم نے جھوٹ بولا ہوگا تو خداوند کریم تمہیں اندھا کر دے گا۔

کہنے لگا ہاں ! آپ دُعا کریں،

ابھی وہ شخص رجب کی حدود میں ہی تھا کہ اندھا ہو گیا۔

علیؑ سے جھوٹ بولنے والا مبروص ہو گیا

ایک دن آپؐ نے حاضرینِ مجلس کو قسم دی کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مَن كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَى مَوْلَاهُ سُنَا ہو وہ گواہی دے۔

اُس وقت انصار سے بارہ آدمی موجود تھے جنہوں نے گواہی دی۔ لیکن ایک شخص جس نے حضور علیہ السلام سے یہ حدیث سنی تھی نے گواہی نہ دی، حضرت امیرِ کرم اللہ وجہہ الکریمؑ نے فرمایا ! تُم گواہی کیوں نہیں دیتے؟ تُم نے بھی تو حضور علیہ السلام سے یہ سُن رکھا ہے۔

وہ بولا ! میں نے سُنا ہے لیکن بھول گیا ہوں۔

حضرت علیؑ نے دُعا کی ! اے پروردگار! اگر یہ شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس کے چہرہ پر برص کے نشان ظاہر کر دے جسے عمامہ بھی نہ ڈھانپ سکے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے بخدا وہ شخص دیکھا ہے، اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان برص کے نشان تھے۔

علیؑ کا گواہ نہ بننے والا نابینا ہو گیا

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں ! میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا میں نے بھی یہ حدیث سُن رکھی تھی لیکن اِس کی گواہی نہ دی اور بات چھپائے رکھی۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے بصارت سے محروم کر دیا کہتے ہیں وہ ہمیشہ گواہی

نہ دینے پر اظہارِ شرمندگی کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت طلب کیا کرتے تھے۔

علیؑ کو جھٹلانے والا پاگل ہو گیا

ایک دن برسرِ منبر فرمایا !

انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نیز فرمایا !

نہی رحمت کا وارث میں ہوں،

سیدۃ النساء العالمین کا خاوند میں ہوں،

وصیوں کا سردار میں ہوں،

اوصیاء کو ختم کرنے والا میں ہوں، میرے علاوہ جو اس بات کا دعویٰ

کرے خدا تعالیٰ اُسے بدی میں مبتلا کر دے،

ایک شخص کہنے لگا ! اس نے خوش کون ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو

انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ کہتا ہے، وہ شخص ابھی اپنی جگہ سے اٹھا

بھی نہ تھا کہ اس کے دماغ میں جنون و دیوانگی واقع ہو گئی۔ چنانچہ لوگ اُسے

پکڑ کر مسجد سے باہر لے گئے، بعد ازاں جب اس کے رشتہ داروں سے پوچھا

گیا کہ اُسے اس سے پہلے کبھی ایسا عارضہ لاحق ہوا یا نہیں تو انہوں نے کہا!

نہیں، ہرگز نہیں۔

علیؑ غیب کی خبریں دیتے ہیں

یہ تیرا شوہر نہیں بیٹا ہے

امیر المومنین حضرت علیؑ علیہ السلام کوفہ میں آئے تو آپ کے پاس لوگ جمع ہو گئے۔ ایک روز حضرت امیر علیہ السلام نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں قصبہ میں جاؤ وہاں ایک مسجد ہے جس کے پہلو میں ایک مکان واقع ہے اس میں ایک عورت اور مرد باہم لڑ رہے ہیں انہیں میرے پاس لے آؤ۔

وہ شخص وہاں گیا اور اُن دونوں کو ساتھ لے آیا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ! آج تمہارا جھگڑا طول پکڑ گیا تھا۔

نوجوان نے جواب دیا ! اے امیر المومنین علیہ السلام میں نے اس عورت سے نکاح کیا لیکن جب میں اس کے پاس آیا تو مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی، اگر یارا ہوتا تو میں اسے اسی لمحہ اپنے پاس سے دُور کر دیتا۔ اس نے میرے ساتھ جھگڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ کا فرمان پہنچ گیا۔

حضرت امیر علیہ السلام نے اہل مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص بہت سی باتیں کہنا چاہتا ہے لیکن یہ نہیں چاہتا کہ کوئی اور اس کی باتیں سُن لے یہ سُننا تو تمام حاضرین مجلس وہاں سے چلے گئے اور صرف

وہ دونوں باقی رہ گئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس عورت کی طرف منہ

کر کے پوچھا ! اس نوجوان کو پہچانتی ہو؟

اُس نے جواب دیا ! نہیں جناب۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ! میں تمہیں بتاؤں تاکہ تُو اسے

پہچان لے لیکن شرط یہ ہے کہ خواہ مخواہ انکار نہ کرنا۔

اُس نے عرض کی: حضور! آپ کی بات کا بلاوجہ انکار نہ کروں گی۔

فرمایا ! تُم فلاں بنتِ فلاں نہیں ہو ؟

اُس نے کہا ! ہاں حضور ! وہی ہوں۔

فرمایا ! کیا تمہارا ایک چچا زاد بھائی نہ تھا اور تُم ایک دوسرے کو

بہت چاہتے تھے ؟

اُس نے کہا ! ہاں جناب۔

آپ نے فرمایا ! ایک رات تُم کسی کام کو باہر آئی تو اُس نے

تجھے پکڑ کر تجھ سے جماع کیا جس کے نتیجہ کے طور پر تو حاملہ ہو گئی۔ یہ واقعہ

تُو نے اپنی ماں کو بتا دیا لیکن باپ سے اس راز کو پوشیدہ ہی رکھا۔ جب وضع

حمل کا وقت آیا تو رات کا وقت تھا تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی تیرے

ہاں بچہ پیدا ہوا تو تُو نے اُسے ایک کمبل میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے پھینک

دیا جہاں سے آدمی آتے جاتے تھے۔ وہاں ایک کتا آیا جس نے اُسے

سُنگھا، تُو نے اُس کُتے پر ایک پتھر دے مارا جو بچے کے سر پر لگا جس سے وہ

زخمی ہو گیا۔ تیری ماں نے اپنے ازار بند سے کچھ کپڑا پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا۔ پھر ٹم دونوں واپس چلی آئیں اور پھر تمہیں اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔

اُس عورت نے جواب دیا: ہاں سرکار! ایسا ہی ہوا تھا لیکن اے امیر المؤمنین! اس واقعہ سے میرے اور میری ماں کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی۔

آپؐ نے فرمایا! جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ اس لڑکے کو اٹھا کر لے گیا اور اس کی تربیت کی یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا اور ان کے ساتھ ہی کوفہ میں آیا اور اب مجھ سے شادی کر لی، پھر آپؐ نے اُس نو جوان سے کہا! ذرا اپنا سرنگا کرنا۔ اُس نے سر کو نگا کیا تو زخم کا اثر نمایاں تھا پھر آپؐ نے فرمایا! یہ تمہارا لڑکا ہے، رب العزت نے اسے حرام چیز سے محفوظ رکھا، اب جا اسے لے جا۔

تیرا قاتل حجاج ہوگا

حجاج بن یوسف نے حضرت کمیل بن زیادؓ کو بلایا لیکن انہوں نے ان کے پاس آنے سے گریز کیا اور تمام مراعات و وظائف جو انہیں حاصل تھے واپس کر دیئے۔ پھر اپنے آپ سے کہا! میں تو اپنی عمر کے آخری ایام پورے کر رہا ہوں۔ یہ مناسب نہیں کہ میں اپنی قوم کو بھی ان مراعات سے محروم کر دوں۔ چنانچہ آپ حجاجؓ کہ پاس چلے گئے۔

حجاج نے کہا! میں تجھے سیدھا کر دوں گا۔

حضرت کمیلؒ بولے ! میری عمر بہت تھوڑی رہ گئی ہے تو جو دل چاہے کر لے ہمارا موعود پروردگار ہے لیکن یہ بات یاد رہے میرے قتل کے بعد حساب ہوگا اور مجھے امیر المومنین حضرت علیؑ علیہ السلام نے بتا دیا ہوا ہے کہ میرا قاتل حجاج ہوگا یہ سنتے ہی حجاج نے انہیں شہید کر دیا۔

حضرت قنبرؒ کی شہادت

ایک دن حجاج کہنے لگا ! میں چاہتا ہوں کہ حضرت علیؑ کے کسی مقرب سے مل کر تقرب ربانی حاصل کروں۔

حجاج کہ حاشیہ برادروں نے کہا ! ہم قنبرؒ کو سوا اور کسی شخص کو نہیں جانتے جس نے ان کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو۔

حجاج نے حضرت قنبرؒ کو بلا یا اور پوچھا ! کیا تم ہی قنبرؒ ہو ؟

قنبرؒ بولے ! ہاں

پھر حجاج نے پوچھا ! کیا تو غلام علیؑ ہے ؟

قنبرؒ نے جواب دیا ! میں تو اللہ کا بندہ ہوں اور حضرت علیؑ میرے

ولی نعمت ہیں۔

حجاج بولا ! ان کے مذہب سے بیزار ہو جاؤ۔

قنبرؒ نے جواب دیا: ان کے مذہب سے بہتر کونسا مذہب ہے ؟

حجاج کہنے لگا ! میں تمہیں قتل کر دوں گا جس طریقے سے مرنا

چاہتے ہو تمہیں اختیار ہے،

قہر بولے ! میرے قتل کا ہر طرح تمہیں اختیار ہے آج کر دیا
کل، مجھے تو جناب امیر المومنین علیؑ نے پہلے ہی خبر دے دی ہوئی ہے کہ تمہیں
ظلم و ستم کہ ہاتھوں شہادت حاصل ہوگی۔

یہ سن کر حجاج نے جلاد سے کہا ! جس نے قہر گوشہید کر دیا۔

تجھے مصلوب کیا جائے گا

حضرت امیر المومنین ایک شخص کو قتل از وقت خبردار کیا کہ اُسے سولی
پر چڑھا دیا جائے گا۔

آپ نے وہ درخت جس کے ساتھ اُسے سولی چڑھایا جانا تھا اور وہ
مقام جہاں پر یہ واقعہ ہونا تھا بھی بتا دیئے۔ چنانچہ جس طرح آپؑ نے فرمایا
تھا ویسے ہی ہوا۔

جو کھا وہی ہوا

جندب بن عبد الازدی کہتے ہیں کہ میں جنگ جمل اور جنگ صفین
میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھا۔ مجھے اس بات میں ذرا بھی
شک نہ تھا کہ آپ حق پر ہیں۔ لیکن جب ہم نہروان میں ٹھہرے تو مجھے کچھ
شک گزرا کہ ہمارے مخالف سب کے سب قاری اور نیک لوگ ہیں ان کا
قتل کرنا تو کارِ عظیم ہے۔

صبح ہوئی تو میں لشکر سے باہر آیا، میرے ہاتھ میں لوٹا تھا، میں نے اپنے نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا۔ اور اپنے سر کی اس سے ٹیک لگا کر اس کے سایہ میں بیٹھ گیا، اچانک جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہاں تشریف لے آئے، اور پوچھا ! کچھ پانی ہے؟

میں نے پانی سے بھرا ہوا لوٹا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ لوٹا لیکر اس قدر دور چلے گئے کہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر ظاہر ہوئے تو وضو فرما کر سایہ آسمان میں بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں ایک گھڑ سوار آ کر مجھ سے آپ کے متعلق پوچھنے لگا۔

میں نے کہا: اے امیر المومنین ! یہ سوار آپ کی کیوں جستجو کر رہا ہے؟

آپ نے فرمایا ! اسے بلاؤ۔ میں اُسے بلا لایا۔ اُس نے عرض کی: اے امیر المومنین ! مخالفین نے نہروان سے گزر کر پانی کاٹ دیا ہے۔

آپ نے فرمایا ! ہو نہیں سکتا کہ وہ وہاں سے گزر چکے ہوں، ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک اور شخص آیا جس نے مخالفوں کے نہروان سے گزرنے کی اطلاع دی۔

حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ! بخدا وہ نہیں گزرے۔

وہ بولا ! حضور میں تو انہیں دیکھ کر آیا ہوں، پانی کے اس جانب

اُن کے جھنڈے گڑے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ! خُدا کی قسم وہ نہیں گزرے۔
جب گزریں گے تو اُن کی شکست اور خونریزی کا مقام تو یہی ہے۔ اس کے
بعد آپ اُٹھے اور آپؐ کہ ساتھ میں بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے دل میں کہا:
الحمد للہ! اب میرے ہاتھ میزان آ گیا ہے جس سے میں اس شخص کے احوال
جان لوں گا۔ اب معلوم ہو جائے گا کہ یہ جھوٹا ہے یا اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت
اس پر عیاں ہے یا حضور علیہ السلام نے اسے ہر بات سے مطلع فرما دیا ہو ہے
میں نے دل میں عہد کر لیا بار الہا ! اگر مخالفین کو نہروان سے گزرتا
ہو ادیکھ لوں تو پہلا شخص میں ہوں گا جو اس شخص سے لڑوں گا اور اگر مخالفین
نہروان سے نہ گزرے ہوں گے تو میں ان کے ساتھ میدانِ کارزار میں
ثابت قدم رہوں گا۔ جب ہم صفوں سے آگے بڑھے تو ان کے جھنڈے
ویسے کے ویسے ہی زمین میں گڑے تھے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے پیچھے سے پکڑ کر جھنجھوڑا
اور فرمایا! اے فلاں! حقیقت کا رتھ پر روشن ہوگئی ہے یا نہیں؟
میں نے عرض کی! ہاں اے امیر المومنینؑ۔
پھر فرمایا! اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ۔

میں نے لڑتے لڑتے ایک آدمی مارا، پھر دوسرا مارا، پھر تیسرے
سے گتھم گتھا ہو کر اسے زخمی کر دیا۔ مجھے اس نے زخمی کر دیا۔ ہم دونوں زمین

پر گر پڑے۔ میرے ساتھی مجھے پکڑ کر ایک محفوظ جگہ پر لے گئے،
اور مجھے اس وقت تک ہوش نہ آیا جب تک امیر المومنین علیہ السلام
جنگ سے فارغ نہ ہو گئے۔

جب آپ نے خوارج کی طرف توجہ کی تو فرمایا کہ جب تک وہ اس
جگہ سے نہ گزریں گے کبھی بھی قتل نہ ہونگے اور وہ سب کہ سب قتل ہو جائیں
گے اور صرف نو آدمی بچیں گے،

اور میرے ساتھیوں میں سوائے دس افراد کے کوئی بھی شہید نہ ہوگا
پھر آپ خوارج سے جنگ میں مشغول ہوئے اور اس طریقے سے جنگ کی
کہ ان میں سے صرف نو افراد باقی بچے اور آپ کے صرف نو افراد شہید
ہوئے۔

پسند کا سودا

کہتے ہیں کہ ایک روز آپؐ کے پاس لوگوں کا ایک اجتماع عظیم
حاضر ہوا۔ لوگوں کی اس بھیڑ میں آپؐ کے پاؤں خون آلود ہو گئے۔ آپؐ
نے دُعا مانگی: بارالہا! مجھے یہ لوگ پسند نہیں اور نہ ہی یہ لوگ مجھے پسند کرتے
ہیں۔ مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے خلاصی بخش چنانچہ اسی رات وقت
سحر گاہی آپؐ کو مجروح و زخمی کیا گیا۔

رُوحانی معلومات، سرِّ عارفان

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں اگر سیدنا حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے محافطوں کے ساتھ جھگڑوں سے فرصت ملتی تو ہمارے لئے علمی اور رُوحانی معلومات کا وہ ذخیرہ چھوڑتے جسے دل برداشت کرنے کے متحمل نہ ہوتے۔

شرح تَعْرِف میں ہے کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سرِّ عارفان ہیں، آپ کے حقائق آمیز کلمات کسی دوسرے سے بیان نہیں ہوئے اور آپ کے بعد بھی کوئی شخص بیان نہیں کر سکے گا۔

حتیٰ کہ ایک دن آپؑ منبر پر تشریف فرما ہوئے،

”سلونی عمادون العرش فان مابین الحوائج
علماء بما هذا العابد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والآلہ وسلم زقا زقا فوالذی نفسی بیدہ لو اذن
للتوریت والا نجل ان یتکلما لرضعت وصاوه
فاجرت بما فیہا فصدقو الذی علی ذالک۔“

اسی مجلس میں ایک شخص موجود تھا جو دعلب مینہی کے نام سے مشہور تھا، آپؑ نے فرمایا ! یہ شخص بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتا تھا مجھے اس کے دعوے کبھی بھی اچھے نہ لگے، چنانچہ وہ مجلس میں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں،

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ! تم صرف فقہ و دانائی کے متعلق سوال اور آزمائش قابلیت کے متعلق بات نہ پوچھنا۔

دُغلب نے کہا ! اب آپ نے مجھے اس کا پابند بنا لیا ہے چنانچہ آپ بتائیں۔

کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے ؟
فرمایا ! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں اور اُسے نہ دیکھوں۔

اُس نے کہا ! آپ نے اُسے کیسا پایا ؟
آپ نے فرمایا ! آنکھوں کے مشاہدے سے تم اُسے نہیں دیکھ سکتے بلکہ بصیرتِ قلب اور حقائق اور ایقان سے دیکھ سکتے ہو۔

وہ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی ولی نہیں، وہ بے نظیر ہے مثال ہے اُس کا کوئی مکان نہیں اور نہ وہ کسی زمانے کا پابند ہے اس سے پہچانا نہیں جاسکتا اور نہ اُسے دوسرے انسانوں پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

دُغلب یہ باتیں سن کر چیخنے لگا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا، اب میں نے اپنے خُدا سے عہد کر لیا ہے کہ کسی سے برسبیل امتحان و آزمائش سوال نہیں کروں گا۔

فاروق اعظمؓ کا مرجع

امام مستغفریؒ نے دلائل النبوت میں لکھا ہے کہ روم کے بادشاہ نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوران چند مشکل سوال بھیجے،

﴿تفصیل کتاب مذکور میں درج ہے﴾ حضرت عمرؓ نے انہیں پڑھا اور لے کر حضرت علیؓ کے پاس چلے آئے۔ جب امیر المومنینؓ نے انہیں پڑھا تو قلم و دوات طلب فرما کر ان کا جواب لکھا،

پھر کاغذ لپیٹ کر قیصر کے سفیر کو دے دیا۔ قیصر کے سفیر نے استفسار کیا کہ جواب لکھنے والا کون ہے؟

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زادہ ہیں، آپ کے داماد اور دوست ہیں۔

خطاب ابو تراب

آپ بارہ اماموں میں سے پہلے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو الحسنؓ اور ابو تراب ہے۔

آپ کو ابو تراب سے زیادہ کوئی نام پسندیدہ نہ تھا۔ جب آپ کو اس نام سے پکارا جاتا تو آپ بہت مسرور و شادماں ہوتے۔

ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت زہراؓ کے گھر تشریف لائے تو حضرت علیؓ کو گھر پر نہ پایا،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے
پوچھا میرا گم زاد بھائی کہاں ہے ؟

حضرت سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا نے جواب دیا ! ہمارے درمیان
کوئی بات واقع ہو گئی تھی جس سے آپ ناراض ہو کر چلے گئے ہیں اور میرے
ہاں قیلولہ بھی نہیں کیا۔

حضور علیہ السلام نے کسی سے فرمایا ! دیکھو علی کہاں ہے ؟
اُس شخص نے آ کر جواب دیا: حضور! آپ مسجد میں سوئے ہوئے

ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں پہنچے تو آپ کو اس حال میں
سویا ہوا پایا کہ آپ کی چادر کندھے سے سر کی ہوئی تھی اور آپ کے کندھے
خاک آلود تھے۔

حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ شفقت سے ان کے کندھے سے
مٹی جھاڑی اور فرمایا ! اے ابوتراب اٹھیے ! اے ابوتراب اٹھیے !
آپ کے فضائل و شمائل اتنے زیادہ ہیں جتنے کہ زبانِ تقریر و قلم ادا نہ
کر سکے۔

سب سے زیادہ فضائل

حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں صحابہ کرامؓ میں سے

حضرت علیؑ سے زیادہ کسی کے فضائل و شمائل دستیاب نہیں ہیں۔

﴿ماخوذ شواہد النبوت مترجم میں ۲۷۳ تا ۲۹۲﴾

سید العلماء عارف حق حضرت علامہ عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ کی مشہور کتاب شواہد النبوت کے یہ چند اقتباسات اہل محبت سنی حضرات کے لئے ارمغان عقیدت اور مضطرب قسم کے سنی حضرات کے لئے لمحہ فکریہ ہیں، یہاں اُن نام نہاد سنی قلم کاروں کو بھی غور کرنا چاہیے جو سنت کا لباس پہن کر حق خارجیت ادا کر رہے ہیں اُن کو سوچنا چاہیے کہ عارفان حق جناب شیر خدا علیہ السلام کی سیرت پاک کے جن گوشوں کو نمایاں کرنے میں اپنی عافیت کا سامان تلاش کرتے ہیں اُن پر پردہ ڈالنے والوں کا کیا حشر ہوگا۔

بہر کیف! اب آپ اس العلماء حضرت علامہ بھٹانی علیہ الرحمۃ کی کتاب ”جامع کرامات الاولیاء“ سے شانِ حیدرِ کرار کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

مولا علی کی اہل قبور سے گفتگو

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن مسیبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی معیت میں مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا و اکرامہا کے قبرستان میں گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اہل قبور کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ”اے اہل قبور! تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو، تمہیں اپنے احوال سے آگاہ کرو گے یا ہم تمہیں

بتائیں۔

حضرت سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اہل قبرستان کی یہ آواز سنی کہ یا امیر المومنین! آپؐ پر بھی سلام ہو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں آپؐ ہی ہمیں بتائیں کہ ہمارے بعد کیا کچھ ہوا ہے؟

تاجدارِ اہل اُتے، شیرِ خدا، ولایتِ مآب، غالبِ علیٰ کُلِّ غالبِ مولا علی ابن ابی طالبؑ کرم اللہ وجہہ الکریم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بعد تمہاری بیویوں نے دوسرے لوگوں کے ساتھ نکاح کر لیا ہے تمہارے اموال تقسیم ہو چکے ہیں، تمہاری اولادوں کا گروہ یتیموں کے زمرہ میں شامل ہے اور جن مکانوں کو تم نے بڑی محبت سے تعمیر کیا ان میں تمہارے دشمن رہائش پذیر ہیں۔

اس کے بعد جنابِ امامِ ائمہٗ متقین جنابِ امیرِ علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ ہمارے پاس تمہارے لئے یہ اطلاع ہے اب تم وہ خبر ہمیں دو جو تمہارے پاس ہے؟

ایک مُردے کا جواب

چنانچہ ایک مُردے نے یہ جواب دیا کہ ہم کفنوں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ہمارا شعور بکھرا ہوا ہے۔

ہماری جلدیں قطع ہو چکی ہیں،
 ہماری آنکھوں کی پتلیاں حلقوں سے باہر نکلی ہوئی ہیں،
 ہمارے نتھنوں کے زخموں میں سے پیپ رس رہی ہے اور جو ہم نے
 یہاں پہلے ہی بھیج دیا تھا وہ ہمیں مل گیا ہے اور جو ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے
 اُس کا ہمیں خسارہ پہنچا ہے اور ہم رہن کئے گئے ہیں۔
 متن ملاحظہ کریں۔

اخرجہ البہقی ، عن سعید بن المسیب قال
 ادخلنا مقابر المدینہ المنورہ مع علی علیہ السلام
 فنادی یا اهل القبور السلام علیکم ورحمة اللہ ،
 تخبرونا باخبارکم أم تخبرکم قال ! فسمعنا
 صوتا وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ یا امیر
 المومنین ، خبرنا عما کان بعدنا ؟

فقال علی علیہ السلام ! اما زواجکم فقد تزوجن ،
 واما الکم فقد اقتسمت واما اولاد فقد حشرو فی
 زمرة الیتیمی واما بناء الذی شیدتم فقد سکنہ
 اعدای کم فہذہ اخبار ما عندنا ، فما اخبار ما
 عندکم ؟ فاجابہ میت ! قد تخرقت الاکفان ،
 وانتشرت الشعور ، وقطعت الجلود ، وسالت

الأحداق على الخدود ، وسالت المناخر بالقويح
والصديد ، وما قدمناه وجدناه ، وما خلفناه
خسرناه ونحن مرتهون .

﴿جامع کرامات الاولیاء للعلامة النبیانی جلد اول صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ مصر﴾

ایک خطا کار کی التجاء

حضرت تاج الدین سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”طبقات الاولیاء“ میں
روایت بیان فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور
حضرات حسنین کریمین علیہما السلام نے ایک شخص کو رات کے وقت بارگاہ
خداوندی میں یہ التجا کرتے ہوئے سنا کہ،

اے اندھیرے میں مضطرب اور پریشان لوگوں کی دُعائیں سن کر
جواب دینے والے،

اے بلاؤں اور مصیبتوں کے نقصان سے بچانے والے،
جب لوگ گھر کی چار دیواری میں سو جاتے ہیں تو اے حقیقی و قیوم تو
نہیں سوتا،

اے حرم میں مخلوق کی اُمید گاہ مجھے اپنے جود و فضل سے نواز اور میری
ذلت و رزالت سے درگزر فرما،

جب خطا کار تیری بخشش اور عطا سے مایوس نہیں ہوتا تو گنہگاروں پر

تیری بخشش کا انعام ہو جاتا ہے۔

حضرت علیؑ کا جذبہ رحم

امام المہدیینؑ، امیر المومنین مولا علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُس شخص کی فریاد و فغاں سنی تو حسنینؑ کریمین علیہما السلام میں سے ایک کو ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو یہاں نکالاؤ، چنانچہ شہزادہ حیدر کرار علیہ السلام نے اُس کو جا کر فرمایا کہ تمہیں حضرت علیؑ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے یاد فرمایا ہے، تو وہ شخص اس حال میں حاضر ہوا کہ اُس کا جسم پھٹا ہوا تھا پھر وہ آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔ مولائے کائناتؑ شیر خُدا حیدر کرار علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شخص ! ہم نے تمہاری اس دُعا کو سنا ہے لہذا بیان کرو کہ تمہارا کیا قصہ ہے ؟

قصہ خطاکار کا

اُس شخص نے عرض کیا کہ میں طرب اور گناہوں میں ڈوبا ہوا شخص تھا۔ ایک دفعہ میرے باپ نے مجھے نصیحت کی اور فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے قہر اور انتقام سے ڈر، اور اُس کا انتقام ظالموں سے دُور نہیں، پھر جب وہ نصیحت کرتے وقت گڑ گڑانے لگے تو میں نے اُن کو مارا۔

انہوں نے مجھے نہ بے رحمی کی قسم کھالی اور مکہ معظمہ میں آ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں دُعا اور استغاثہ پیش کیا۔

چنانچہ ابھی اُن کی دُعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ میری حالت خراب ہونے لگی اور دائیں طرف سے جسم پھٹ گیا۔ پھر میں اپنے اس فعل سے بہت نادم ہوا جو مجھ سے سرزد ہو گیا تھا اور اُن کے پاس جا کر انہیں راضی کیا، انہوں نے مجھے آغوش میں لیکر دعا فرمائی۔

پھر میں نے ان کی خدمت میں اونٹنی پیش کی اور وہ اُس پر سوار ہو گئے تو اونٹنی نے اُن کو دو بڑے بڑے پتھروں کے درمیان گر ادیا، وہ زیادہ چوٹ لگنے کی وجہ سے وہیں پر فوت ہو گئے۔

دُعائے مُرتضیٰ بخششِ خدا

اُس شخص کا واقعہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اگر تیرا باپ تجھ سے راضی ہو گیا تھا تو اللہ تبارک و تعالیٰ بھی تجھ سے راضی ہو جائیں گے۔

اُس شخص نے عرض کیا کہ خدا کی قسم ! میں نے جو کچھ بتایا ہے وہ بالکل درست ہے۔

پھر مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُٹھ کر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اُس شخص کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں دُعا فرمائی۔ پھر اُس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا !

اے برکت والے اُٹھ، جب وہ شخص آپ کے حکم پر اُٹھ کے کھڑا

ہو گیا تو وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو چکا تھا۔

پھر جناب علی علیہ السلام نے اُسے فرمایا ! اگر تُم نے اپنے باپ کو راضی نہ کر لیا ہوتا تو تمہارے لئے ہرگز دعا نہ کی جاتی۔
متن ملاحظہ فرمائیں۔

وقال التاج فی ” الطبقات “ روی ان علیا وولدیہ
الحسن والحسین سمعوا قاتلا یقول فی یوم اللیل
یا من یحب دعا المضطر فی الظلم ، یا کاشف
الضر والبلوی مع القم قد نام وفدک ، رو قد نام
وفدک حول البیت وانتہبوا ، وانت یا حی یا قیوم
لم تنم .

ہب لی یجودک فضل العفو عن زلی ، یا من الیہ
رجاء الخلق فی الحرم . ان کان عفوک لا یرجوه
ذو خطا ، فمن یجود علی العاصین بالنعم .

فقال علی کرم اللہ وجہہ الکریم لواحد طلب لی
یذا القاتل ، فاتا ، فقال احب امیر المومنین فأقبل
یحبر شقہ حتی وقف بین یدیه فقال ! قد سمعت
خطابک فما قصتک ؟ فقال ! انی کنت رجلا
مشغولا بالطرب والعصیان ، وکان والدی یفطنی

ويقول ان الله سطوات ونعمات.

وما هي من الظالمين ببعد ، فلما الح في الموعظة
اضربته ، فخلف ليدعون على ويأتي مكة مستغيثا
الى الله ففعل ودعا ، فلم يتم دعاؤه حتى جف
شقى الايمن ، فقدمت على ما كان منى وذاريته
وأرضيته الى ان ضمن لى انه يدعولى حيث دعا
على ، فقدمت اليه ناقته فاركبه ، فنفرت الناقته
ورمت به بين صخرتين فمات حصاك ، فقال له
على عليه السلام ، رضى الله عنك ان كان
ابوك رضى عنك ، فقال والله كذا لك ، فقام
على كرم الله وجهه وصلى ركعتين ودعا
بدعوات أسرها الى الله عزوجل ثم قال !
يا مبارك قم ، فقام ومشى ودعا الى الصحت
كما كان ، ثم قال ! لولا انك حلفت ان أباك
رضى عنك مادعوتك لك.

﴿جامع کرامات اولیاء علامہ نبھانی جلد اول صفحہ ۵۵﴾

چور کی سزا

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم اجمعین کی کرامات بہت تھوڑی نقل فرمائی ہیں، تاہم وہ جناب شیر خدا امیر المومنین، امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک یہ کرامت نقل فرماتے ہیں کہ

حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آپ سے محبت کرنے والا ایک سیاہ فام غلام چور کی حیثیت سے پیش کیا گیا تو آپ نے اُس پر سوال کیا کہ کیا فی الواقع تم نے چوری کی ہے؟

اُس نے عرض کیا ! ہاں یا امیر المومنین مجھ سے چوری کرنے کا جرم

سرزد ہوا ہے۔

چنانچہ اقبال جرم کے بعد مولائے کائنات علیہ السلام نے اُس کا ہاتھ کٹوا دیا جب وہ شخص عدالت مرتضویہ علی صاحبہا السلام سے واپس ہوا تو اُس کی ملاقات حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابن الکواثری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہو گئی۔

ہاتھ کاٹنے والے کا قصیدہ

جناب ابن کواء نے اُس شخص پر سوال کیا کہ تمہارا ہاتھ کس نے کاٹ

دیا ہے؟

اُس شخص نے کہا ! مومنوں کے امیر، دین کے سردار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد، اور جناب سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کے شوہر

حضرت علی علیہ السلام نے۔

جناب ابن الکواء نے فرمایا! تم عجیب آدمی ہو کہ انہوں نے تمہارا ہاتھ کاٹ دیا اور تم ان کی تعریف اور مدح بیان کر رہے ہو۔

اُس شخص نے کہا کہ میں ان کی مدح کیا بیان کر سکتا ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے جو میں نے بیان کی ہے۔

رہا یہ کہ انہوں نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے تو یہ انہوں نے ناحق تو نہیں کیا بلکہ انہوں نے مجھے آگ سے نجات دلوائی ہے۔

کٹا ہوا ہاتھ پھر جوڑ دیا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پورا واقعہ مولا کے کائنات، ولایت مآب، امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر بیان کیا تو آپ نے اُس سیاہ فام کو واپس بلایا اور اُس کا کٹا ہوا ہاتھ پھر جوڑ دیا۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

وقال الفخر الرازی ، وقد ذکر قليلا من کرامات
الصحابة مما ذکرته لهنا واما علی کرم اللہ وجہہ
نیروی أن واحد من مجیسه سرق وکان عبدا
أسور فأتی به الی علی ، فقال له ! أسرفت ؟ قال
نعم ! فقطع یده ، فانصرف من انده فلقیه سلمان

الفارسی وابن الکوا رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقال
 ابن الکوا! من قطع یدک؟ فقال امیر المومنین،
 یعسوب الدین، دفتن الرسول، وزوج البتول،
 فقال! قطع یدک وتمدحه؟ فقال! ولم لأمدحه
 وقطع یدی بحق وخلعنی من النار، فمع سلمان
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذالک فاخبر علیا، فدعا
 الأسود ووضع یده علی ساعده وغطاه بمندیل
 ودعا بدعوات، فسمعتا صوتا من السماء ارفع
 الرواء عن الید فرفعناه فاذا الید قد برأت باذن اللہ
 وجميل صنعہ.

﴿جامع کرامات اولیاء صفحہ ۱۵۵﴾

مراجعت بجانب موضوع

باب مدیۃ العلم اور صاحب علم الکتاب امام الاولیاء والافتیاء امین
 علم لدنی وارث علم رسول زوج بتول سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
 کرامات عالیہ کا احاطہ و حصر کرنا غیر ممکن بھی ہے اور محال بھی تاہم سمندر سے
 چند قطرے یا مشتے ازخروارے کے طور پر چند کرامات بیان کرنے کے بعد ہم
 پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں اور اس ضمن میں چند روایات مزید
 پیش کرتے ہیں کہ آیت کریمہ من عندہ، علم الکتاب کے صحیح
 مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں کیونکہ آپ قرآن مجید کے ہمہ
 اقسام کے مفہیم و مطالب اور رموز و اسرار سے کماحقہ واقف تھے چنانچہ
 روایات میں آتا ہے،

کہ جب حضرت سعید جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آیت
 کریمہ من عندہ علم الکتاب حضرت عبداللہ بن سلام کہ حق میں ہے؟

تو انہوں نے فرمایا ! نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے۔

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ خدا کی قسم یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے حق میں نہیں بلکہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے حق میں ہے کیونکہ وہ یقیناً قرآن مجید کی تفسیر و تاویل ناخ و منسوخ اور حلال و حرام کو جاننے والے تھے۔

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کے پاس کتاب کا علم ہے اور وہ اسے اول سے آخر تک جانتے ہیں۔

ثم روى ايضا انه سئل سعيد بن جبير ومن عنده علم الكتاب ، عبد الله بن سلام قال ! لا فكيف وهذه سورة مكية ، وقد روى عن ابن عباس لا والله ما هو الا علي بن ابي طالب لقد كان عالم بالتفسير والتاويل والناسخ والمنسوخ والحلال والحرام وروى عن ابي حنيفة علي ابن ابي طالب عنده علم الكتاب الاول والاخر .

﴿ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ ﴾

کوئی چیز بھی نہیں

واخرج سعيد بن منصور وابن جرير ابن المنذر

وابن ابی حاتم والنحاس فی ناسخه عن سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ انه سئل قوله ”ومن عنده علم الكتاب“ اهو عبد اللہ بن سلام قال وكيف هذه السورة المكية.

﴿در منثور جلد چہارم صفحہ ۶۹ مطبوعہ تہران﴾

اس ضمن میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مزید ایک مزید روایت یہ بھی نقل فرماتے ہیں کہ ابن منذر نے شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ حضرت عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قرآن میں کوئی چیز بھی نازل نہیں ہوئی۔

واخرج ابن المنذر عن الشعبي رضي الله تعالى عنه، قال ما نزل في عبد الله بن سلام رضي الله تعالى عنه شي من القرآن ،

﴿در منثور صفحہ ۶۹ جلد ۴﴾

ایک حوالہ ایک صراحت

پیشوائے وہابیہ نوآباد متذوق حسن صاحب نے بھی زیر آیت ان دونوں روایات کو اس طرح نقل کیا ہے۔

وعن شعبي ما نزل في ابن سلام شي من القرآن
وعن سعيد بن جبير انه سئل عن الآية اهو ابن

سلام فقال كيف وهذا الاسورة لمكية وعبد الله بن
سلام اسلم بالمدينه،

اور شعی سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن سلام
کے حق میں قرآن مجید کی کوئی ایک آیت بھی نہیں اور
جب سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ یہ آیت عبد اللہ
بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے؟

تو انہوں نے کہا ایہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ
سورت ﴿الرعد﴾ تو مکی ہے اور عبد اللہ بن سلام نے
تو مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا۔

﴿تفسیر فتح البیان جلد سوم صفحہ ۱۳۰﴾

مفسرین کی اس تصریح سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ عبد اللہ بن
سلام کے حق میں یہ آیت تو کیا اور کوئی آیت بھی نازل نہیں ہوئی جبکہ بعض
مفسرین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں آنے والی متعدد
آیات کا رخ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف موڑ دیا
ہے،

ایک سوال اور اس کا جواب

ایسا کھول ہے اس سوال کو قلم انداز کرتے ہوئے آگے بڑھیں
کیونکہ ایسا ہے اور اس کی شہادت آپ کو آیت کریمہ انما ولیکم اللہ

و رسوله کی تفسیر میں مل جائے گی جو آئندہ اوراق میں بیان ہو رہی ہے حالانکہ اُس مقام پر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ یہ آیت سوائے حضرت علی کے کسی اور کے حق میں ثابت کی جاسکتی ہے۔

بہر کیف ! ان اُلجھنوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم پھر اپنے موقوف کی طرف آتے ہیں کہ عندہ، علم الکتاب آیت کا اطلاق اگر پوری خوبصورتی کے ساتھ کسی شخص پر ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف مولائے کائنات بابِ مہینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ اقدس ہے۔

علی وارثِ علمِ رسول ہیں

اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے وارث ہیں،

علی امامتِ گمراہی کا بار اٹھانے والے ہیں،
 علی ولایت کا کاروبار سنبھالنے والے ہیں،
 علی امام الاوصیاء بھی ہیں اور امام الاولیاء بھی،
 علی عالمِ علوم قرآن بھی ہیں اور ناطق قرآن بھی،
 علی مفسر قرآن بھی ہیں، اور قرآن کی تفسیر بھی،
 علی نکتہ دان قرآن بھی ہیں اور رسم اللہ کی باک نکتہ بھی،

بہر کیف! علی بارِ امامت کو اٹھانے والے ہیں اُن کے سوا اِن تمام علوم کا متحمل کون ہو سکتا تھا جو صدر رسول سے سینہ علی میں منتقل ہونا تھے۔

بقول شاہ عبدالعزیز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کی یہ امانت اُسی کے سپرد کر سکتے تھے جسکی تربیت بچپن ہی سے خود اپنے ہاتھوں میں کرتے۔

امامت گمبریٰ کا انکار و اقرار

اگرچہ بعض اچھے بھلے لوگ بھی کسی اہم ضرورت کے تحت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی امامت گمبریٰ کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ اُنہی کے افرادِ خانہ میں سے ایک بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز آپ کی خلافت گمبریٰ کے نہ صرف مقرر ہیں بلکہ اُس پر نصوص کے ساتھ پُر شکوہ استدلال قائم کرتے ہیں جس کی تفصیلی روایت مشکل کشا جلد اول میں گذر چکی ہے اور اس کی مثل دوسری مختصر روایت ابھی بیان ہوگی۔

بہر کیف! اس سے پہلے زیب عنوان آیت کریمہ کی تائید میں ایک اور آیت مقدّسہ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے جو یقیناً اس امر کی تقویت کا باعث ہے کہ حضرت علی ہی مخاطب عندہ علم الکتاب ہیں۔

علی امامِ مبین ہیں

بلا شک و شبہ اکثر مفسرین کرام نے ”کل شیء احصینہ فی“

امام مبینؑ کی تفسیر کرتے ہوئے امام مبین سے مراد لوح محفوظ کو ہی لیا ہے یعنی لوح محفوظ نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے لیکن اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر بھی چارہ کار نہیں کہ لوح محفوظ کے علوم کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں جمع فرما رکھا ہے جس کا اجمالی خاکہ ہم مشکل سنا جلد اول میں پیش کر چکے ہیں اور اس کی تفصیل آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی۔

لوح محفوظ کا قرآن مجید فرقانِ حمید میں ہونا محض ہمارا تخیل ہی نہیں بلکہ یہ امر نصوص صریحہ و قطعہ سے ثابت ہے، جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔

علاوہ ازیں اس حقیقت سے بھی قارئین کرام رُوشناس ہو ہی چکے ہیں کہ قرآن ناطق حضرت امیر المومنین، امام المتقین، اُسد اللہ الثالوث علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم قرآن مجید کے تمام تر علوم پر احاطہ کئے ہوئے تھے جبکہ لوح محفوظ کے علوم کے بارے میں تَوْقِدُۃُ الْعَارِفِین سیدنا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ صاحب مثنوی شریف یوں ارشاد فرماتے ہیں،

لوح محفوظ اُسْتِ پیشِ اولیاء

اب جب کہ لوح محفوظ تمام اولیاء اللہ کی نگاہوں کے سامنے ہے تو ظاہر ہے کہ امام الاولیاء والاصفیاء مُرشدی و مولائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نگاہِ عالی مرتبت سے کب پوشیدہ ہوگی۔

اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض اہل عرفان مفسرین کرام

امام مبین کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ بھی حقیقت میں جناب علی علیہ السلام کی ذات والا صفات ہی ہے جو تمام تر اشیاء کے علوم پر محیط ہے۔

حوالہ جات پیش کرنے سے پہلے ہم اس امر کو مزید آسان کرنے کے لئے آپ کی توجہ پھر اس امر کی طرف مبذول کرائیں گے کہ جناب علی المرتضیٰ شیر خُدا مُشکل کُشا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ،

”جمع صحائف جو تمام تر انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے ان کے تمام علوم اور قرآن مجید کے تمام تر ظاہری، باطنی علوم سورہ فاتحہ میں پوشیدہ ہیں اور سورہ فاتحہ کے تمام تر علوم بسم اللہ الرحمن الرحیم میں موجود ہیں اور بسم اللہ شریف کے تمام علوم اور اسرار بسم اللہ کی ب میں موجود ہیں اور ب کے تمام علوم ب“ کے نقطہ میں ہیں اور ب کا وہ نقطہ ” میں “ ہوں“ یعنی

انا النقطة تحت الباء ،

اور پھر آپ خود کو قرآن ناطق کے لقب سے بھی مُلقب فرماتے ہیں اندریں حالات یہ سامنے کی بات ہے کہ جب آپ کی ذات اقدس کا امام مبین یعنی لوح محفوظ ہونا تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتا ہے جبکہ لوح محفوظ بحکم

پروردگارِ عالم قرآن مجید میں ہی موجود ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ عارفِ رومی نے جو یہ فرمایا ہے کہ ”لَوْحِ مَحْفُوظِ اسْتِپِشِ اَوْلِیَاءِ“ تو اس سے مراد بھی اولیاءِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا امیر المؤمنین، امام المتقین سید الاولیاء والاصفیاء کی ذات والاصفات سے مکمل ترین رابطہ ہے۔

بہر کیف! اب آپ چند ایسے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر چیز کو احاطہ کرنے والے امام مبین بھی جناب امیر علیہ السلام ہی ہیں۔

گواہی اہلبیت کی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والدِ گرامی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے اور وہ اپنے والدِ مکرم و معظم امام ہمام حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ ”کُلْ شَیْءٍ اَحْصٰیہُ فِیْ اِمَامٍ مَّبِیْنٍ“ اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم نے نازل فرمائی یعنی ہم نے ہر چیز کو امام مبین میں جمع فرمادیا ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! ﴿صَلِّ اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کیا امام مبین سے مراد تورات وانجیل یا قرآن مجید ہے ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! نہیں۔
 پھر میرے والد گرامی جناب علی علیہ السلام کی طرف توجہ فرما کر
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص ”امام مبین“ ہے
 جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے ہر چیز کو جمع فرمادیا ہے۔

دوسری حدیث

دوسری روایت صالح بن سہل ہادینا و مرشدنا حضرت امام جعفر
 الصادق علی آبائہم الکرام علیہم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت بیان کرتے
 ہیں کہ آیت مبارکہ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ، امیر المومنین،
 امام المتقین مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی شان اقدس میں نازل
 ہوئی ہے۔

اس ضمن میں تیسری حدیث مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا فرمان ہے۔

جو آپ نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم کو ایک ہی قسم کے واقعہ کے سلسلہ میں الگ الگ موقعہ پر کیا،

تیسری روایت

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ!
 میں امیر المومنین، مولانا مشکل کشا، شیر خدا علی المرتضیٰ علیہ السلام

کے ساتھ شریک سفر تھا کہ ہمارا گزرا ایک ایسی وادی سے ہوا جو چوٹیوں سے
بھری پڑی تھی۔

میں نے چوٹیوں کی اس لاتعداد فوج کو دیکھا تو بارگاہِ ولایت مآب
میں عرض کیا یا امیر المومنین! آپ خداوند قدّوس جلّ مجدہ الکریم کی مخلوق
میں سے کسی ایسے شخص کو جو یہ بتا سکے کہ ان چوٹیوں کی تعداد کتنی ہے؟
عمارؓ فرماتے ہیں کہ میرے اس سوال کے جواب میں مولا علی علیہ
السلام نے ارشاد فرمایا ہاں! بلکہ اے عمارؓ میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جو یہ بھی
بتا سکے کہ ان چوٹیوں میں نر کتنے اور مادائیں کتنی ہیں۔

آپ کے اس فرمان سے میرا تجسس بڑھا تو میں نے مکرر عرض کیا یا
مولا! وہ شخص کون ہے؟

جناب علی علیہ السلام نے فرمایا! ”ثمّ نے سورۃ الیمن میں ”کُل
شئ احصیناہ فی امام مبین“ آیت کو نہیں پڑھا۔

میں نے عرض کیا ہاں! یا امیر المومنین میں نے پڑھا ہے، جناب
شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا! اے عمار! وہ امام
مبین میں ہی تو ہوں۔

منقولہ بالا روایت کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے جو
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

چوتھی روایت

اسی ضمن میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ روایت موجود ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں جناب شیر خُدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمراہ جا رہا تھا کہ اچانک ہمارا گڈرا ایک ایسی وادی سے ہوا جہاں چونیوں کی اس قدر بھرمار تھی جیسے چونیوں کا سیلاب آ گیا ہو۔

میں نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا تو میرے منہ سے بے اختیار نکلا اللہ اکبر! وہ بہت ہی بڑا ہے جو ان چونیوں کی تعداد کو شمار فرمانے والا ہے۔ جناب علی علیہ السلام نے فرمایا ابوذر! ایسا نہ کہو، بلکہ یوں کہو کہ ان کا پیدا فرمانے والا بہت بڑا ہے۔

قسم ہے اُس ذات کی جس نے تمہیں اور مجھ کو انسانی صورت میں پیدا فرمایا میں یا ذن اللہ تعالیٰ ان کی تعداد کو بھی جانتا ہوں کہ ان میں نہ کتنے ہیں اور مادائیں کتنی ہیں۔

﴿ماخوذینا بیع المؤدۃ ص ۷۸﴾

﴿از علامہ سلیمان حنفی قندوزی﴾

اگر تعجب ہو ؟

اگر کوئی شخص جناب شیر خُدا مُشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اس فرمانِ عالی شان کے تعجب و تحیر کی وادیوں میں کھو جائے تو وہ

قرآن مجید میں سے سورۃ نمل کی وہ آیات پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرے جن میں چیونٹیوں کا سردار حضرت سلیمان کے لشکر کی آمد کی خبر دیتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام میلوں پر بیٹھے ہوئے نہ صرف ان چیونٹیوں کو دیکھ رہے ہیں بلکہ ان کی گفتگو بھی سُن رہے ہیں۔

یہ کون ہیں ؟

خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاجدارِ ہل اتے شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام کی شہادتِ مبارکہ کے واقعات بیان کرتے ہوئے مقام مرتضویٰ کی جو نشان وہی اپنے طویل مضمون میں فرمائی ہے اس کے چند اقتباس ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ کریں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کو اپنا رہنما تسلیم کرتے ہوئے بھی بعض لوگ ان کے مسلک سے کسی حد تک دُور ہو کر خارجیت نوازی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

کیا فرما رہے ہیں

اسی طرح امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا جسمانی وجود مبارک ہے۔ کیونکہ آپ خلافتِ حقہ کو ختم فرمانے والے تھے۔

اور آپ کی ذاتِ اقدس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت کے کمال کی صورت تھی اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کا نور مبارک آپ ہی کی ذات کے راستے جلوہ گر تھا اور آپ کے

قرب معنوی کی روشنی اسی راہ سے ظاہر تھی، نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت و نیابت آپ کے زمانہ خلافت میں آپ ہی کی ذات والا صفات میں منحصر تھی۔

یہی وجہ ہے کہ جس طرح کعبہ اور قرآن کی طرف دیکھنا عبادت بتایا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے رُخ انور کی طرف دیکھنا بھی عبادت قرار دیا گیا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے،

”النظر الى الكعبة عبادة“

یعنی ”بیت اللہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے“

اور قرآن مجید کے متعلق آتا ہے۔

”النظر الى المصحف عبادة“

یعنی ”قرآن مجید کے حروف کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔“

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں آیا

”النظر الى وجه علي عبادة“

یعنی ”علیؑ کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔“

تو اس وقت حضرت علی علیہ السلام کا وجود شریف حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک کی مثل تھا۔ اس واسطے کہ اُس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے پیارے اُسی چشمہ خاص سے سیراب ہوتے تھے اور آپ کی ذات مبارک تمام تر صفات کمال بشری

کے جمع ہونے کی وجہ سے ہر ظاہری اور باطنی حاجت کو پورا فرمانے میں کفایت کرتی۔

آپ کی شہادت سے نبوت کی خلافت منقطع ہو گئی اور کوئی بھی قائم مقام اس مرتبے کا نہ رہا، اس امر کو جانتے ہوئے صحابہ کرام نے نہایت افسوس کا اظہار کیا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ کی شہادت کی خبر ان کو پہنچی تو فرمایا ! اب اہل عرب جو چاہیں کریں اب کوئی ایسا نہیں جو انہیں برے کام سے روکے۔

اب جاننا چاہیے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وصال کے بعد صحابہ کرام میں علماء اور واعظ کثرت سے موجود تھے اور وہ بنو اُمیہ کے بادشاہوں اور دوسرے سرداروں کو سچی بات کہنے میں خاطر داری اور لحاظ نہیں کرتے تھے مگر ان کا اچھی بات کا حکم دینا اور بُری بات سے روکنا محض علماء کی طرح تھا اور راہنمائی کرنا مثل اولیاء کے تھا، نہ کہ پیغمبروں کے حکم کی مانند، چونکہ مثل پیغمبروں کے احکام صادر کرنے کی بات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر ختم ہو گئی تھی، یہی وجہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا اب عرب جو چاہیں برے افعال کریں ان کو روکنے والا اب کوئی نہیں۔

علم کا مخفی خزانہ

حضرت علامہ ابن طلحہ حلبی الشافعی ہل اتے امام المتقین، امیر المومنین ولایت مآب غالب علی کل غالب اسد اللہ الغالب جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے یہ اشعار اپنی کتاب ”الدر المنظم“ میں رقم فرماتے ہیں جو آپ نے اپنی ہی ذات مبارک کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔

میں اولین کے علوم سے بہرہ مند ہوں اور آخرین کے علوم کا مخفی خزانہ ہوں۔

میں پوشیدہ رازوں اور غیب کے اسرار کو ظاہر کرنے والا ہوں۔
میرے پاس جدید و قدیم تمام باتوں کا علم ہے۔
میں تمام سہارا دینے والوں سے بہتر سہارا دینے والا ہوں۔
میں نے تمام جہانوں پر احاطہ کر رکھا ہے اور میں تمام امور کو جاننے والا ہوں۔

ان اشعار کے بعد مولا علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرنا چاہوں تو سترہ اونیٹوں کا بوجھ بن جائے۔

لقد حزت علم الاولین و انسی
ظہین بعلم الآخریں کتوم
و کاشف اسرار الغیوب باسرطها
وعندی حدیث و حادث قدیم

وانی القيوم على كل قيم
محيط بكل العالمين عليم
ثم قال عليه السلام لو شئت لا وقرت من تفسير
الفتاحه سبعين بعيرا.

میں سچ کہتا ہوں

مذکورہ بالا کتاب اللہ المُنظَّم کے حوالہ سے حضرت سلیمان حنفی
قدوسی مفتی اعظم قسطنطنیہ جناب شیر خدا مل اے امام الاولیاء والاصفیاء
سراج المتقین، امیر المؤمنین، سیدنا و مرشدنا حضور ولایت مآب اسد اللہ
الغالب علی ابن ابی طالب کا ایک اور ارشاد نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
آپ نے فرمایا !

خدا کی قسم ! اگر میں چاہوں تو تم لوگوں میں سے ہر شخص کو اُسکے
مخرج اور مدخل کا پتہ بتا دوں اور اُس کے تمام تر حالات سے آگاہ کر دوں،
لیکن مجھے خدشہ ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے
کفر نہ کر بیٹھو، ہاں البتہ ! میں ان علوم سے ان لوگوں کو یقیناً آگاہی بخشوں گا
جو اسخ العقیدہ اہل ایمان ہیں،

مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو حق کے ساتھ معبود فرما کر تمام تر خلافت میں برگزیدہ بنایا، میں جو کچھ
بھی کہتا ہوں سچ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے مجھ سے ان امور کا عہد لیا ہے۔

قرآن بھی ذکر رسول بھی ذکر

ناظرین اب علم کتاب کے سلسلہ میں نہایت لطیف اور وجدان آمیز چند نکتے ملاحظہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قرآن مجید کو ذکر کے نام سے موسوم کرتے ہوئے فرمایا ہے،

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَحَافِظُونَ

﴿سورة الحجر آیت ۹﴾

بے شک ہم نے اُتارا ذکر ﴿یعنی قرآن مجید﴾ اور ہم

ہی اس کے نگہبان ہیں،

ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم

کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد فرمایا !

قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ

آيَاتِ اللَّهِ

﴿سورة الطلاق آیت ۱۰﴾

بے شک تم پر اللہ نے ذکر رسول اُتارا جو تم پر اللہ کی

آیات تلاوت کرتا ہے۔

ان دونوں آیات سے یہ معنی مفہوم ہوتے ہیں کہ قرآن و رسول

دونوں ذکر ہیں۔ اس نکتے کو ذہن میں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

پڑھیں کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو، مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں اہل ذکر ہم ہیں ملا حظہ ہو،

ہم اہل ذکر ہیں (فرمان علیؑ)

جعفر جعفی سے اُس کی سند کے ساتھ روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ،

اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے سوال کرو۔

تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہم اہل ذکر ہیں۔

روى بسنده عن جابر الجعفى قال : لما نزلت

فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ، قال علی

علیه السلام : نحن اهل الذکر

﴿ تفسیر ابن جریر الطبری ج ۱ ص ۵ ﴾

اہل ذکر ہی ذکر ہیں

اندریں صورت حضرت علی علیہ السلام کا عندہ علم کتاب کا مصداق ہونا قطعی اور یقینی ہو جاتا ہے کیونکہ آپ اہل بیت رسول بھی ہیں اور اہل قرآن بھی۔

علی رسول اللہ کی جان بھی ہیں اور مع القرآن بھی

علی قرآن ناطق بھی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا

نظر بھی۔

یہی وجہ ہے کہ

قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور علی کو دیکھنا بھی عبادت ،
قرآن کی آیات کی تلاوت کرنا بھی عبادت ہے اور علی کے چہرے
کی تلاوت کرنا بھی عبادت ،

ذکر یعنی قرآن و رسول کو بھیجنے والے کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے اور
علی کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے۔

اگر قلبی تسکین اور ذہنی طمانیت کے طلبگار ہو تو ذکرِ خدا کے ساتھ ذکرِ
محمد مصطفیٰ اور ذکرِ علی المرتضیٰ سے بھی رطب اللسان رہا کرو، یہی منشاءِ ایزدی
ہے اور اسی میں نجات ہے۔

آیت کریمہ ”فاسئلو اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون“ کی
تفسیر کرتے ہوئے مفسرین کرام فرماتے ہیں یعنی ”اگر تمہیں علم نہیں ہے تو
صاحبانِ ذکر سے دریافت کرو۔“

تعالیٰ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایتِ نقل کی ہے
کہ امیر المومنین، امام المتقین، ولایت مآب مولا علی علیہ السلام نے ارشاد
فرمایا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جن اہل ذکر کا ذکر فرمایا ہے، وہ
ہم لوگ ہیں،

علاوہ ازیں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ہمیں اس آیت کریمہ میں بھی ذکر کے نام سے یاد کیا ہے۔

فاتقوا اللہ یا اولی الباب الذین آمنوا قد نزل اللہ علیکم ذکر رسولاً یتلوا علیکم آیات اللہ بینات ، یعنی اے وہ لوگ جو دانش مند ہو اور ایمان لے آئے ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اُس نے تمہاری طرف ذکر نازل فرمایا جو کہ رسول ہے اور تم پر اللہ تعالیٰ کی روشن آیات تلاوت فرماتا ہے،

امام الآئمہ سیدنا و مُرشدنا امام ہمام حضرت امام جعفر الصادق بن الامام محمد باقر علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں ذکر کو دو معنوں میں استعمال فرمایا گیا ہے،

ایک ذکر تو آنحضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور دوسرا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن مجید ہے۔

اہلبیت اہل ذکر

”عیون الاخبار“ میں امام ہمام حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ رضا علیہما السلام کی بیان فرمودہ روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ نے ”فاسئلوا اہل الذکر“ کے ضمن میں فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

امتیوں کو چاہیے کہ ہم سے امور دین کے مسائل دریافت کرتے رہیں، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ہمارے ہی اہل ذکر ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے،

علاوہ ازیں دیگر تمام اہل ذکر بطور جمعیت ہوں گے۔

قیامت تک کا سوال کرو

حضرت ابی طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میری موجودگی میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا !

مجھ سے سوال کرو! خدا کی قسم مجھ سے تم قیامت تک ہونے والی جس چیز کے بارے میں پوچھو گے تو میں تمہیں بتاؤں گا،

مجھ سے اللہ کی کتاب کے بارے میں سوال کرو! خدا کی قسم میں قرآن مجید کی ہر آیت کو جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی ہے یا دن کو اُس کا نزول میدان میں ہوا ہے یا پہاڑ پر،

ذاریات کیا ہے؟

آپ کا یہ ارشاد سنا تو ابن الکوا نے اُٹھ کر عرض کی اے امیر المومنین

ذاریات ذروا کیا ہے؟

مولائے کائنات نے فرمایا! افسوس ہو تجھ پر مُشکل کی بجائے تفقہ

کا سوال کرتا ہے اور پھر فرمایا!

والذاریات ذروا ہوائیں ہیں

فالحمالات وقرأ بادل ہیں

فالجاریات یسراً سفن یعنی زمین سے ٹکرا کر چلنے والی ہوائیں

ہیں اور فالقسمات امراً فرشتے ہیں۔

چاند کی سیاہی کیا چیز ہے ؟

پھر اُس نے کہا! چاند میں جو سیاہی ہے وہ کیا چیز ہے؟

مولائے کائنات نے فرمایا! اندھے کو اندھیرے میں کیا دور کی

سوجھی پھر فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے،

اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا تو

رات کی روشنی کو دھندلا ہوا اور مناسبا کر دیا اور دن کی

نشانی روشن کر کے دکھانے والی بنائی،

پس رات کی مٹی ہوئی نشانی چاند میں ہے،

ذوالقرنین کون تھا؟

ابن الکواء نے عرض کی! ذوالقرنین نبی تھے یا بادشاہ،

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا! دونوں میں سے ایک بھی نہیں یعنی نہ تو وہ نبی تھے اور نہ ہی بادشاہ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے غلام تھے، وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے اور اللہ تعالیٰ اُن سے محبت کرتا، اللہ تعالیٰ نے انہیں نصیحت کی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نصیحت کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کے پاس بھیجا تا کہ وہ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو اُن لوگوں نے اُن کے دائیں سینگ پر ضرب لگائی جس کی وجہ سے وہ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا رکے رہے،

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر لوگوں کے پاس بھیجا تا کہ وہ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو اُن لوگوں نے اُن کے بائیں سینگ پر چوٹ لگائی اور اُن کے سینگ بیل کے سینگوں کی طرح نہیں تھے۔

قوس کیا ہے ؟

بعد ازاں ابن الکواء نے عرض کی ! قوس کیا ہے ؟

مولائے کائنات نے فرمایا!

یہ نوح علیہ السلام اور اُن کے پروردگار کے

درمیان علامت ہے اور یہی امانِ غرقابی ہے۔

بیت المعمور کیا ہے ؟

اُس نے کہا ! بیت المعمور کیا ہے ؟

مولائے کائنات نے فرمایا!

ساتوں آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے
ایک گھر ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل
ہوتے ہیں مگر اُن کو قیامت تک وہاں دوبارہ جانا
نصیب نہیں۔

نعمت کو بدلنے والے؟

اُس نے سوال کیا! وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو
ناشکری میں تبدیل کر دیا؟
باب مدینۃ العلم علیہ السلام نے فرمایا! کہ یہ لوگ قریش کے فجار ہیں
جو بدر کے دن موت سے ہمکنار کر دیے گئے۔

دُنیا کے لئے کوشش کرنے والے؟

بعد ازاں اُس نے کہا! وہ کون لوگ ہیں جن کی ساری کوشش
دُنیاوی زندگی میں گم ہو گئیں اور وہ اسی خیال میں ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے
ہیں؟

مولائے کائنات نے فرمایا! اہل حرور یعنی خارجی اُنہیں میں سے

ہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابى الطفيل عامر بن واثلة قال !
شهدت على بن ابى طالب عليه السلام يخطب
فقال فى خطبته .

سلونى فوالله لا تسألونى عن شئى يكون الى يوم
القيامة الا حدثنكم .

سلونى عن كتاب الله فوالله ما من آية الا انا اعلم
ابليل نزلت ام بنهار ام فى سهل نزلت ام فى جبل

فقام اليه ابن الكواء فقال يا امير المؤمنين ما
الذاريات ذروا ؟

فقال له ! ويلك سل تفقها ولا تسئل
تعنتاً ، ﴿ والذاريات ذروا ﴾ الرياح ﴿ فالحاملات
وقراً ﴾ السحاب ﴿ فالجاريات يسراً ﴾ السفن
﴿ فالمقسمات امراً ﴾ الملائكة ،

فقال ! فما السواد الذى فى القمر ؟

فقال ! اعمى يسأل عن عمياء ، قال الله تعالى !
وجعلنا الليل والنهار آيتين فمحونا آية الليل
وجعلنا آية النهار مبصرة .

فمحوا آية الليل السواد الذى فى القمر ،

قال ! فما كان ذوالقرنين انبياً أم ملكاً ؟

فقال ! لم يكن واحداً منهما، كان عبد الله احب
الله وأحبه الله وناصح الله فنصحه الله ، بعثه الله
الى قوم يدعوههم الى الهدى فضربوه على قرنه
الأيمن ثم مكث ما شاء الله ثم بعثه الله الى قومه
يدعوههم الى الهدى فضربوه على قرنه الأيسر ولم
يكن له قرنان كقرنى الثور،

قال ! فما هذه القوس ؟

قال هى ! علامة كانت بين نوح وبين ربه وهى
امان من الغرق .

قال ! فما البيت المعمور ؟

قال ! بيت فوق سبع سماوات تحت العرش يقال
له الضراح يدخله كل يوم سبعون الف ملك ثم لا
يعودون اليه الى يوم القيامة،

قال ! فمن الذين بدلوا نعمت الله كفراً ؟

قال ! هم الأفجران من قريش قد كفيتموه يوم

بدر .

قال ! فمن الذين ضل سعيهم فى الحياة
الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا ؟

قال! قد كان اهل حروراء منهم.

﴿کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۲۸﴾

﴿فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۱﴾

تورات کی خبریں

حضرت اصغ بن نباتہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک یہودی نے آ کر کہا اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کب سے ہے؟

اصغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ غم و غصہ کے ساتھ یہودی کی طرف بڑھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا! اسے نکال دو،

پھر اُسے روک کر مولائے کائنات نے فرمایا! اے یہودی سن جو بات ہم تیرے لئے کہیں انہیں کانوں سے سن اور دل میں محفوظ رکھ، یہ بات میں تجھے تیری اُس کتاب سے سناؤں گا جو حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل ہوئی پس اگر تو نے اپنی کتاب پڑھ کر یاد کی ہوگی تو تجھے ضرور یہ پہنچی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اُس وقت سے ہے جب کچھ نہ تھا وہ بلا کیف و کم اور بلا کینون و کائن ہر قبل سے قبل اور ہر بعد سے بعد ہمیشہ سے ہے اُس کی کوئی غایت نہیں اور نہ ہی کوئی غایت اُس پر منتہی ہوتی ہے، اُس کے سوا تمام غایتیں منقطع ہیں پس وہ تمام تر غایتوں کی غایت ہے۔

یہودی کا قبولِ اسلام

حضرت علی علیہ السلام سے بات سن کر یہودی رونے لگا اور اُس نے کہا! خُدا کی قسم اے امیر المومنین یہ باتیں حرفِ بحرف تورات میں موجود ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بندے اور رسول ہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

عن الأصمغ بن نباتة قال كنا جلوساً عند علي بن

ابي طالب عليه السلام فأتاه يهودي فقال يا امير

المومنين متى كان الله ؟

فقمنا اليه فلهزناه حتى كدنا نأتي على نفسه .

فقال علي عليه السلام ! خلوا عنه ، ثم قال !

اسمع يا اخا اليهود ما أقول لك فاسمعه باذنك ،

واحفظه بقلبك ، فانما احدثك عن كتابك

الذي جاء به موسى بن عمران فان كنت قد قرأت

كتابك وحفظته فانك ستجده كما أقول انما

يقال متى كان لمن لم يكن ثم كان ، فاما من لم

يزل بلا كيف يكون بلا كينونة كائن ، لم يزل قبل

القبل وبعد البعد لا يزال بلا كيف ولا غاية ولا

منتہی ، الیہ غایۃ انقطع دونه الغایات فهو غایۃ
 کل غایۃ، فبکی الیہودی وقال اواللہ یاامیر
 المومنین ، انها لفی التوراة هکذا حرفاً ، وانی
 اشهد ان لا اله الا اللہ واشهد ان محمد صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم عبده ورسوله ،

﴿کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۰۳﴾

کتاب ناطق سے پوچھو

امام ابن جریر حضرت ابی طفیل سے روایت کرتے ہیں انہوں نے
 کہا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ فرماتے سنا تو مجھ سے
 بولنے والی کتاب اور سنتِ ماضیہ سے جو بھی پوچھو گے میں تمہیں بتا دوں گا
 پس ابن الکواء نے ذاریات کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا
 ذاریات ہواؤں کو کہتے ہیں۔

روی بسندہ عن ابی الطفیل قال : سمعت علیا
 یقول لا تسألونی عن کتاب ناطق ولا سنة ماضیہ
 الا حدثنکم فسأله ابن الکواء عن الذاریات فقال
 : هی الرياح ،

﴿تفسیر ابن جریر جلد ۲۶ صفحہ ۱۱۶﴾

تنزیل تفسیر قرآن

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی گفتگو کے آخر پر فرمایا! بے شک حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کے شرف سے مشرف اور اپنے خاندان میں وسیع تر مقام پر فائز ہیں۔

آپ مانگنے والوں کو عطا کرنے والے ہیں، قرآن کی تنزیل کے عالم اور تفسیر قرآن کی فقاہت رکھنے والے ہیں۔

قال ابن عباس فی آخره : ولقد فاز علی علیہ السلام بصهر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبسطه فی العشیرة ، وبذلاً للماعون ، وعلماً بالتنزیل ، وفقهاً للتناویل ویلاً للأقرآن ،

﴿کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۳ جلد ۱ صفحہ ۱۹۰﴾

حضرت ابن عباس کا خراج محبت

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولائے کائنات باب مدینہ العلم کے حضور میں خراج عقیدت و نیاز مندی پیش کرتے ہوئے آپ کا تعارف یوں کروایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ابا الحسن یعنی حضرت علی علیہ السلام پر رحم فرمائے،

خُدا کی قسم ! آپ ہدایت کا علم اور متقیوں کی پناہ گاہ تھے،
 آپ محلّ حُجّت اور عقل کا مینار تھے،
 آپ اسرار و شرافت کا نور اور اندھیروں میں روشنی تھے،
 آپ اسرار و رموز کی طرف بلانے والے تھے،
 آپ پہلے صحیفوں یعنی انبیاء کرام پر نازل ہونے والی کتابوں کے
 عالم تھے،
 آپ قرآن مجید کی تفسیر و تاویل اور ذکر پر قائم تھے،
 آپ کا تعلق اسباب ہدایت سے تھا اور آپ ظلم و جور اور اذیت کو
 ترک کرنے والے تھے،
 آپ بُرے راستوں کی ناکہ بندی کرنے والے تھے،
 آپ پرہیزگاروں اور مومنوں میں بہتر تھے،
 آپ پہننے اور روکنے والوں کے سردار تھے،
 آپ حجّ اور سعی کرنے والوں میں افضل تھے،
 آپ عدل و انصاف کرنے والوں میں صاحبِ جُود تھے،
 آپ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کے سوا
 تمام اہل عالم میں سب سے بہتر خطیب تھے،

آپ صاحبِ قِبْلَتین تھے اُن کے برابر تو حید پرست کہاں ہے؟
 آپ تمام عورتوں سے بہتر خاتونِ سلام اللہ علیہا کے شوہر تھے،

آپ سبطین علیہما السلام کے والد گرامی تھے،

نہ میری آنکھ نے آپ جیسا کسی کو دیکھا ہے اور نہ قیامت تک اُن

جیسا کوئی نظر آئے گا اور ملے گا،

الى ان قال فما تقول في علي بن ابي طالب ؟ قال

! ربح الله ابا الحسن كان والله علم الهدى ،

وكهف التقى ، ومحل الحجي ، وطود البها ، ونور

السرى ، في ظلم الدجى ، وداعياً المحجة

العظمى ، عالماً بما في الصحف الاولى ، وقائماً

بالتاويل والذكرى ، متعلقاً بأسباب الهدى ،

وتاركاً للجور والاذى وحائداً عن طرقات الردى

، وخير من آمن واتقى ، وسيد من تقمّنص

وارتدى وافضل من حج وسعى ، واسمع من عدل

وسوى ، وأخطب اهل الدنيا الا الانبياء والنبي

المصطفى ، وصاحب القبلتين ، فهل يوازيه موحد

؟ وزوج خير النساء ، وأبو السبطین لم ير عینی

مثله ولا ترى الى يوم القيامة واللقاء،

﴿ذخائر العقبیٰ صفحہ ۷۸﴾

یہ تعارف

سیدنا حیدر کرار شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ مختصر تعارف کرانے والی شخصیت اُس ذات والاصفات کی مالک ہے جس کے علم و برکت کے لئے حضور تاجدار انبیاء سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ دُعا فرمائی،

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسلام کے وہ بطلِ جلیل اور رجلِ عظیم ہیں جن کی علمی وجاہت کے پیش نظر اُن کو حبرِ اُلامت کہا جاتا اُمت کا یہی عظیم عالم، بابِ مدینۃ العلم کا قصیدہ بیان کرتے ہوئے اُن کو دنیا کے سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے عادل، سب سے بڑے خطیب، سب سے بڑے فقیہ اور سب سے بڑے مفسرِ قرآن کہہ رہا ہے جناب عبد اللہ ابن عباس عام قصیدہ خوان نہیں وہ صحابیِ رسول ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے بیانات و فرمودات سے سند پکڑی جاتی ہے اور یہ وہ گفتگو ہے جسے حدیث کہا جاتا ہے،

بہر کیف! سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم الناس ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور وہی شخصِ علمِ الکتاب کا مخاطب اور بابِ مدینۃ علم ہو سکتا ہے جو علم الناس اور اخطب اہل الدُّنیا ہو،

شہزادہ کونین کی گواہی

روایات میں آتا ہے کہ تاجدار الالویاء، امام الاصفیاء سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظمیٰ واقع ہو جانے کے بعد شہزادہ کونین امام العارفین سیدنا امام حسین علیہ السلام نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے اپنے والد گرامی سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں فرمایا!

اے لوگو! کل رات تم سے وہ شخص الگ ہو گیا جس کے علم پر نہ تو پہلوں نے سبقت حاصل کی اور نہ ہی بعد والوں میں سے کوئی ایسا نظر آتا ہے۔

حدثنا وکیع عن شریک عن ابی اسحاق عن
 ہبیرہ قال: خطبنا الحسین بن علی علیہما السلام
 فقال: لقد فارقکم رجل بالائیس لم یسبقہ
 الاولون بعلم ولا یدرکہ الاخرون ،

﴿مسند الامام احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۹۹﴾

﴿کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۱۲﴾

﴿حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۶۵﴾

نبی کا وصی زیادہ علم والا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی!

یا رسول اللہ ! ہر نبی کا وصی ہوتا ہے آپ کا وصی کون ہے؟
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری طرف سے خاموشی اختیار
 فرمائی، پھر جب میں نے اس کے بعد آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا!
 اے سلمان! کیا تجھے یہ پوچھنے کی جلدی ہے؟ میں نے کہا لے لے،
 آپ نے فرمایا! کیا تو جانتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصی کون
 تھا؟

میں نے عرض کی! یوشع بن نون،
 آپ نے فرمایا! وہ کیوں وصی تھا؟
 میں نے کہا! وہ اُس وقت سب لوگوں سے زیادہ عالم تھا،
 آپ نے فرمایا! میرا وصی اور میرے اسرار کا مقام اور جو میں
 نے تمہارے لئے اپنے بعد بہتری چھوڑی ہے اور میرے دین کے فیصلے
 کرنے والا علی ابن ابی طالب ہے؟

وعن سلمان قال قلت یا رسول اللہ ان لكل نبی
 وصیا فمن وصیک؟ فسکت عنی فلما کان بعد
 رآنی . فقال یا سلمان فأسرعت الیہ ، قلت !
 لے لے،

قال : تعلم من وصی موسی ؟
 قال ! نعم یوشع بن نون ،

قال الم ؟

قلت ! لان كان أعلمهم يومئذ،

قال ! فان وصى وموضع سرى وخير من أترك

بعدى وينجز عدتى ويقضى دينى على بن ابى

طالب،

الحیثمی فی مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۱۳ قال رواہ الطبرانی،

نکتہ آفرینی اور بات ہے

بعض عبارات کو الفاظ کے پیچ و خم میں الجھا کر نکتہ آفرینی کر لینا اور بات ہے مگر فلسفیانہ استدلال اور منطقی استنباط صداقت کو تبدیل کر لینے پر قادر نہیں ہو سکتا،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے علوم و اسرار کا وارث بنا کر اعلم الناس کا خطاب دیا ہے اس لئے وہ اعلم الناس ہی رہیں گے اور اس سلسلہ میں ایک سے بڑھ کر ایک شہادت موجود ہے،

کیسے محتاج ہوئے ؟

ابی زہرا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس وقت پوری رُوئے زمین پر تین عالم ہیں۔ ایک عالم شام

میں ہے اور ایک عالم حجاز میں اور ایک ہی عالم عراق میں ہے۔

شام کے عالم حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں،

حجاز کے عالم حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں،

جبکہ عراق کا عالم تمہارا بھائی یعنی میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ہوں اور شام کے عالم ابودرداء اور عراق کے عالم حضرت عبد اللہ ابن

مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہی حجاز کے عالم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم

کے محتاج ہیں مگر حجاز کے عالم جناب علی علیہ السلام ان دونوں میں سے کسی

کے بھی محتاج نہیں۔

عن ابی الزہراء عن عبد اللہ ، یعنی ابن مسعود

قال ! علماء الأرض ثلاثہ ، عالم بالشام ، وعالم

بالعراق ، فأما عالم الشام فهو أبو الدرداء ، وأما

عالم أهل الحجاز فهو علی بن طالب علیہ السلام

وعالم أهل الشام وعالم أهل العراق یحتاجان انی

عالم أهل الحجاز وعالم أهل حجاز لا یحتاج

الیہما .

﴿الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱﴾

یہ حدیث

بیشک ہم نے اس سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق

میں ہے اور ایک عالم حجاز میں اور ایک ہی عالم عراق میں ہے۔

شام کے عالم حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں،

حجاز کے عالم حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں،

جبکہ عراق کا عالم تمہارا بھائی یعنی میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ہوں اور شام کے عالم ابودرداء اور عراق کے عالم حضرت عبد اللہ ابن

مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہی حجاز کے عالم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم

کے محتاج ہیں مگر حجاز کے عالم جناب علی علیہ السلام ان دونوں میں سے کسی

کے بھی محتاج نہیں۔

عن ابی الزہراء عن عبد اللہ ، یعنی ابن مسعود

قال ! علماء الأرض ثلاثة ، عالم بالشام ، وعالم

بالعراق ، فأما عالم الشام فهو أبو الدرداء ، وأما

عالم أهل الحجاز فهو علي بن طالب عليه السلام

وعالم أهل الشام وعالم أهل العراق يحتاجان اني

عالم أهل الحجاز وعالم أهل حجاز لا يحتاج

اليهما .

﴿الرياض النضرة جلد ۲ صفحہ ۲۲۱﴾

یہ حدیث

بیشک ہم نے اس سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق

ایسی روایات نقل کی ہیں کہ آپ مُطلق طور پر سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور یہ علم سُنّت کے ساتھ ہے۔

اور بے شک آپ دارِ اِلْعَلَم کا دروازہ ہیں اور تمام صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی سوائے آپ کے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔

علم غیب کیا ہے؟

مندرجہ بالا روایت سینکڑوں ثقہ کُتب میں موجود ہے، یہاں تک کہ مخالفین کو بھی اس کے جھٹلانے پر جرأت نہیں ہو سکی،

بائیں ہمہ بعض لوگ اللہ تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم کے علم مبارک حقیقی اور ذاتی کی آڑ لے کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس علم مبارک کی بھی نفی کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں جو انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے محض اپنے فضلِ خاص سے عطا فرمایا ہے جبکہ اس علم مبارک کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ بقول علامہ بوصیری لوح و قلم کا علم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کا کچھ حصّہ ہے، اور اس امر کی تصدیق قرآن مجید کی اُن آیات مبارکہ سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ لوح محفوظ نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اور وہ قرآن مجید میں ہے اور قرآن مجید اپنے متعلّق یہ بھی بتاتا ہے کہ مجھ میں ہر چیز کی تفصیل ہے،

اندریں حالات حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم

مُبارک کو محدود کرنے کی کوشش غیر عاقلانہ فعل ہے کیونکہ قیامت تک کی ہر بات بتانے کا اعلان تو اُس شہرِ علم کا دروازہ کر رہا ہے، بہر حال مزید دیکھیں، حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیں تو آپ نے فرمایا! یا علی کہو کہ میرا پروردگار میرا اللہ ہے اور پھر اس پر قائم ہو جاؤ،

میں نے آپ کے ارشاد کے جواب میں یہ آیت تلاوت کی،
 رَبِّی اللّٰهُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ،

یعنی میرا پروردگار میرا اللہ ہے نہیں مجھ میں تو فقی مگر
 ساتھ اللہ تعالیٰ کہ مجھے اُسی پر بھروسہ ہے اور میں اُسی
 کی طرف رجوع کرنے والا ہوں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم علم سے خوب
 سرشار ہو اور سیر ہو اور بے شک علم کا شربت تم نے سیر ہو کر پیا ہے۔

روی بسندہ عن ابی صالح الحنفی عن علی علیہ
 السلام قال! قلت یا رسول اللہ اوصنی،

قال! قل ربی اللّٰهُ ثم استقم، قال اقلت اللّٰهُ ربی
 وما توفیقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ،

فقال ! ليهنك العلم أبا الحسن لقد شربت العلم
شرباً ونهلته نهلاً،

﴿رياض النضرة جلد ۲ صفحہ ۲۲۱﴾

﴿حلیۃ الاولیاء لابن نعیم جلد ۱ صفحہ ۶۵﴾

﴿ایضاً جلد ۷ صفحہ ۵۴﴾

علیٰ خدا کے چنے ہوئے ہیں

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی والا
شان سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اُن کی شادی مبارک کے موقع پر
فرمایا! بیٹی تو کیا اس پر خوش نہیں کہ میں نے تیری شادی ایسے شخص سے کی
ہے جو اسلام میں اول المسلمین ہے اور اُن میں سب سے زیادہ عالم ہے اور تو
اس اُمت کی عورتوں کی سردار ہے جس طرح مریم اپنی قوم کی عورتوں کی
سردار تھیں،

اے فاطمہ! کیا تو خوش نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل زمین سے دو
افراد کو چنا تھا جن میں ایک تیرا باپ ہے اور ایک تیرا شوہر،

قال ! أما ترضین انی زوجتک اول المسلمین
اسلاماً، واعلمہم علماً،

فانک سیدۃ نساء امتی کما سادت مریم قومها
أما ترضین یا فاطمة أن الله اطلع علی أهل الارض

فاختار منهم رجلین فجعل أحدهما أباک والآخراً
بعلمک،

﴿کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳﴾

علم رسولؐ کی زنبیل

مولائے کائنات بابِ مہمۃ العلم سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے
متعلق حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان آپ سابقہ اوراق
میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ

”علی عیبتہ علمی“

یعنی ”علی میرے علم کا برتن ہے“

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیان کردہ اس
حدیث میں آنے والے لفظ عیبتہ کے لغات میں کئی معنی بیان کئے گئے ہیں
جن میں مطلق معنی ظرف یا برتن بتایا گیا ہے جبکہ اس کا اطلاق صندوق،
زنبیل اور تجوری وغیرہ پر بھی ہوتا ہے یعنی ایسا ظرف جس میں کسی قسم کا خزانہ
محفوظ کیا جاسکے،

اندریں صورت یہ امر ان تمام تر شکوک و شبہات سے پاک ہے جو
بعض لوگوں کے دلوں میں خواہ مخواہ پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ آپ کے علم سے
فلاں لوگ مستفیض ہوئے اور فلاں فلاں نے استفادہ نہیں کیا، کیونکہ حضرت
علی وہ خزانہ ہیں جس میں علوم رسولؐ موجود ہیں۔

اخرجه ابن عدی عن ابن عباس قال ! ان النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام عیبہ
علمی ،

﴿کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳﴾

تبصرہ اس حدیث پر

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ اقدس پر
علامہ مناوی فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں علامہ ابن درید کا تبصرہ یوں
بیان کرتے ہیں !

یہ آپ کے اس مختصر اور آسان کلام میں سے
ایک ہے جس کی مثال پہلے کہیں نہیں ملتی کیونکہ اس
میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اُن اُمورِ باطنیہ
پر مطلع ہونے کی خصوصیت مراد ہے جن پر اُن کے سوا
کسی شخص کو بھی اطلاع نہیں اور یہ حضرت علی علیہ
السلام کی انتہائی مدح ہے یا اس کا مقصد حضرت علی
کرم اللہ وجہہ الکریم کی مدحت و منقبت بیان کرنا ہے،
علاوہ ازیں یہ حدیث جناب علی علیہ السلام
کے دشمنوں لیے ہوئے ضمیروں کو اُن کی تعظیم کے
عقائد کی طرف لاتی ہے،

وذكره المناوی وقال فی الشرح! قال ابن درید
 وهذا من كلامه الموجز الذی لم یسبق ضرب
 المثل به فی ارادة اختصاصه بأموره الباطنة التي لا
 یطلع علیها احد غیره وذلك غاية فی مدح علی
 علیه السلام، وقد كانت ضمائر أعدائه منطوية
 علی اعتقاد تعظیمه،

﴿ فیض القدیر جلد ۳ صفحہ ۳۵۶ ﴾

قرآن کی دلیل

عبید ابن ابی رفاعہ انصاری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام
 رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس
 عزل کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے، حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں فرمایا!
 اگر آپ جھگڑا کر رہے ہیں جن میں اختیار بدر موجود ہیں تو آپ کے بعد
 لوگوں کا کیا حال ہوگا؟

اسی اثناء میں دو شخص آپس میں سرگوشی کرنے لگے تو حضرت عمر رضی
 اللہ عنہ نے فرمایا! یہ کیسی سرگوشی ہے؟

کہا! کہ اس یہودی کا گمان ہے! کہ یہ چھوٹا مادہ ہے،

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! یہ مادہ وجود میں نہیں آتا یہاں
 تک کہ اُسے سات مراحل سے گزرنا پڑتا ہے،

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے! کہ بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے
خلاصے سے پیدا فرمایا ہے،

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر حیران ہو گئے اور کہا کہ اللہ
تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے،

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت شریفہ سورۃ مومنون کی ہے اور پوری
آیات یہ ہیں،

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سَلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ، ثُمَّ جَعَلْنَاهُ
نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ، ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً ،
فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ، فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا
فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ، ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ
فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ .

پھر ہم نے اس نطفہ کو قرار گاہ کا مکین بنایا، پھر
اس پانی کے قطرے کو خون کی پھٹکی اور پھر گوشت بنایا
پھر گوشت کے لوتھڑے کو ہڈیاں بنایا اور پھر ان ہڈیوں
کو گوشت پہنایا پھر اُسے اور ہی صورت دی یعنی
صورت انسان میں ڈھالا تو برکت والا اللہ سب سے
بہتر بنانے والا ہے،

پس سات مرتبہ گزرنے سے مراد مٹی، نطفہ،

منجند خون، گوشت کا لوتھڑا، ہڈیاں گوشت اور تخلیق
آخری ہے،

روی بسندیٰ عن عبید بن ابی رفاعۃ الانصاری
قال ! تذاکر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم عند عمر بن الخطاب الغزل ، فاختلفوا
فیہ ، فقال عمر ، قد اختلفتم وانتم اهل بدر
الاخيار فكيف بالناس بعدکم ؟

اذ تناجی رجلاً فقال عمر ! ما هذه المناجاة ؟

قال ! ان اليهود تزعم الماوودة الصغری ،
فقال علی علیہ السلام ! انها لا تكون مؤودة حتی
مالتارات السبع فی ، ﴿ ولقد خلقنا الانسان من
سلالة من طین ﴾ الی آخر الآیة فتعجب عمر من
قوله وقال ! جزاک اللہ خیراً ،

والآیة الشریفة می فی سورة المومنون وتامامها
هكذا ﴿ ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین ،
ثم جلسناه نطفة فی قرار مکین ، ثم خلقنا النطفة
علقة ، فخلقنا العلقۃ مضغة ، فخلقنا المضغة عظاماً
فكسونا العظام لحماً ، ثم انشأناه خلقاً آخر
فتبارک اللہ احسن الخالقین ﴾ فالمراد من ،

واللحم والخلق الآخر التارات السبع هو الطين ،
والنطفة ، والعلقۃ ، والمضغة ، والعظام ،

﴿مسکال الآثار للطحاوی جلد ۲ صفحہ ۳۷۳﴾

علم و حکمت سے بھرا ہوا سینہ

وعن ابن عباس ، وقد سئل الباس فقالوا ای رجل
كان علی علیہ السلام ؟ قال ! کان ممتلئاً جوفه
مسکماً وعلماً وباساً ونجدة مع قرابته من رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم . ﴿خرجه احمد

فی المناقب﴾

﴿الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴﴾

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لوگوں حضرت علی
کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا !
اُن کے سینے میں علم و حکمت اور جرات و شجاعت ٹوٹ ٹوٹ کر
بھرے ہوئے تھے اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُن کے ساتھ
قرابت مُستزاد ہے ،

علم قرآن علم علی پر مُنحصر ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق گذشتہ اوراق میں آپ
حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ملاحظہ فرما چکے ہیں

کہ آپ سابق الاسلام، عالم قرآن، عالم فقہ و سنت، بہادر و شجاع اور جواد و
سخی تھے،

چنانچہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ
فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں فرماتے ہیں،

امام غزالیؒ نے کہا کہ بے شک اولین و آخرین کا علم اور فہم قرآن
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم پر منحصر ہے اور جو اس بات سے جاہل
ہے وہ اس دروازے کا راستہ کھو چکا ہے جو اس کے پیچھے ہے جس سے اللہ
تعالیٰ دلوں کے پردے اٹھاتا ہے یہاں تک کہ اس دروازے پر جانے سے
اس کو حق یقین حاصل ہو جاتا ہے اور پردہ اٹھنے میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

قال ! المناوی فی الشرح ما هذا لفظہ ، قال

الغزالی ! قد علم الأولون والآخرون ان فہم

كتاب اللہ منحصر الی علم علی ومن جہل ذلك

فقد ضل عن الباب الذی من ورائہ یرفع اللہ عن

القلوب الحجاب ، حتی یتحقق یقین الذی لا

یتغیر بکشف الغطاء ،

﴿ فیض القدیر جلد ۳ صفحہ ۳۶ ﴾

خدا کی نعمت کا چرچا کرو

علامہ رازی نے ”واما بنعمة ربك فحدث“ کی حدیث

میں یہ تفسیر بیان کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ کچھ اپنے بارے میں بیان فرمائیں،

چنانچہ آپ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا !

میں جب سوال کرتا تھا تو مجھے عطا کیا جاتا تھا اور جب میں خاموش ہوتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ابتداء فرماتے تھے اور میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان علم بھرا ہوا ہے پوچھو کیا پوچھنا ہے،

فی ذیل تفسیر قولہ تعالیٰ ﴿ واما بنعمة ربك

فحدث ﴾ فی سورة والضحیٰ،

فقالوا له ، یعنی لعلى عليه السلام ، فحدثنا عن

نفسك ، فقال ! انى احدث ، كنت اذا سئلت

اعطيت ، واذا سئلت ابتديت ، وبين الجوانح علم

جم فاسألونی ،

﴿ الفخر الرازی فی تفسیره الکبیر جلد ۸ صفحہ ۶۴۰ ﴾

یہودیوں کو الزامی جواب

محمد بن قیس سے روایت ہے کہ چند یہودیوں نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا! آپ لوگوں نے اپنے نبیؐ کے بعد پچیس سال بھی صبر نہیں کیا اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے ؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ! بیشک یہ صبر اور خیر ہے بیشک یہ

صبر اور خیر ہے،

مگر تمہارے پاؤں ابھی سمندر کے پانی سے خشک بھی نہیں ہوئے
تھے کہ تم نے کہنا شروع کر دیا ! اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایسے معبود مقرر
کر جیسے اُن کے لئے ہیں۔

وعن محمد بن قیس علی بن ابی طالب علیہ
السلام فقالوا له ،

ما صبرتم بعد نبیکم الا خمساً وعشرين سنة حتی
قتل بعضکم بعضاً ،

فقال علی علیہ السلام اقد کان صبر وخیر ، قد
کان صبر وخیر ولکم ما جفت اقد اکم من
النحر حتی قلتم یا موسیٰ اجعل لنا الہا کما لہم
آلہة ،

﴿اخرجه احمد فی المناقب﴾

﴿الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۲﴾

سب سے زیادہ علم والے ہیں

گواہی ایک مبشر کی

حضرت قیس بن حازم سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ کہ بازار
میں گھومتا ہوا اجارزیت پر پہنچا تو ایک گھوڑے کے اسوار کو لوگوں سے گھرا ہوا

پایا جو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا اور لوگ اُس کے گرد جمع تھے،

اسی اثناء حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لے آئے اور اُن لوگوں کے پاس رُک کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟
لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دیتا ہے،
حضرت سعد نے اُسے جا کر کہا! اے شخص تو علی ابن ابی طالب کو کیوں بُرا کہتا ہے؟

کیا تو نہیں جانتا کہ وہ اوّل المسلمین ہیں؟
کیا تجھے نہیں معلوم کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ہیں؟

کیا تو نہیں جانتا کہ وہ سب سے بڑے عالم ہیں؟
یہاں تک کہ آپ نے فرمایا! کیا تو نہیں جانتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کہ شوہر ہیں،

کیا تو نہیں جانتا کہ وہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرچم بردار ہیں،

شاتمِ علی پر گرفتِ خداوندی

بعد ازاں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی الہی! یہ شخص تیرے ایک ولی کو گالیاں دیتا ہے، اس مجمع کے منتشر ہونے سے پہلے پہلے اپنی قدرت کا نمونہ دکھا دے،

حضرت قیس فرماتے ہیں! خدا کی قسم ہم لوگ ابھی حُزق نہیں ہوئے تھے کہ اُس شخص کو اُس کے گھوڑے نے زین سمیت نیچے گرا دیا اور اُن پتھروں پر دوڑتے ہوئے اُس کی کھوپڑی پاش پاش کر دی پس اُس کا دماغ پھٹ گیا اور وہ وہیں پر واصلِ جہنم ہو گیا،

روی بسندہ عن قیس بن ابی حازم قال كنت
بالمدينة فينا انا اطوف في السوق اذ بلغت احجار
الزيت قرأيت قوم مجتمعين على فارس قد ركب
دابة وهو يشتم علي بن ابي طالب ، والناس وقوف
حواليه ، اذ قيل سعد بن ابي وقاص فوقف عليهم
فقال ! ما هذا ؟

فقالوا ! رهك يشتم علي ابن ابي طالب فنقدم
سعد فاخرجوا له حتى وقف عليه فقال ! يا هذا علي
يشتم علي ابن ابي طالب ؟ الم يكن اول من اسلم ؟

الم يكن اول من صلى مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ؟

الم يكن اعلم الناس ؟ وذكر حتى قال !
الم يكن ختن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على ابنته ؟

الم يكن صاحب راية رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في غزواته ؟

ثم استقبل القبلة ورفع يديه وقال ! اللهم ان هذا
يشتم وليا من اوليائك فلا تفرق هذا الجمع حتى
تريهم قدرتك .

قال قيس ! فوالله ما تفرقنا حتى ساخت به دابته
فرمته على هامته في تلك الاحجار فانفلق دماغه
فمات .

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين

﴿ مستدرک الصحيحین جلد ۳ صفحہ ۳۹۹ ﴾

شہید بغاوت کی گواہی

یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دورانِ خطابت ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا!

اے امیر المومنین ! مجھے بتائیں کہ اہل جماعت، اہل فرقہ، اہل سنت و اہل بدعت کون ہیں ؟

جناب مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا ! اب تو جو کچھ بھی تم لوگ مجھ سے پوچھتے ہو میں بتا دیتا ہوں مگر میرے بعد تمہیں تمہارے سوالات کا جواب دینے والا کوئی نہیں ہوگا،

لوگوں نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو ہائے وائے کرنے لگے تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا !

اے لوگو ! اگر تم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اتباع و اطاعت کرتے رہے تو یہ اتباع و اطاعت تمہیں ایک بال کے برابر بھی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے اور راستے سے نہیں ہٹنے دے گی اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں وصایا و منایا اور فصل الخطاب ہارون بن عمرانؑ کی طرح اُس وقت و دیعت فرمائے جب آپ نے فرمایا تھا!

”یا علی ! تو مجھے ایسے ہے جیسے موسیٰ کو ہارونؑ

مگر میرے بعد نبی نہیں،“

حضرت عمارؓ مزید فرماتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں اپنے

اُس اکرام کی وجہ سے جو اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے
 انہیں اپنے فضل خاص سے نوازا ہے اور انہیں وہ کچھ عطا کیا ہے جو تمام مخلوق
 میں سے کسی دوسرے کو عطا نہیں کیا۔

عن يحيى بن عبد الله بن الحسن عن ابيه قال !
 كان علي عليه السلام يخطب ، فقام اليه رجل
 فقال ! يا امير المؤمنين اخبرني من اهل الجماعة
 ومن اهل الفرقة ومن اهل السنة ومن اهل البدعة ؟
 فقال ! وبك اما اذا سألتني فافهم عني
 ولا عنيك ان تسأل عنها احداً بعدى ،
 وتنادى الناس من كل جانب اصبت يا امير
 المؤمنين اصاب الله بك الرشاد والسداد ،
 فقام عمار فقال ! يا ايها الناس انكم والله ان
 اتبعتموه واطعتموه لم يضل بكم عن منهاج نبيكم
 قيس شعرة وكيف لا يكون ذلك وقد استودعه
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم المنايا
 والوصايا وفصل الخطاب . على منهاج هارون بن
 عمران ، اذ قال له رسول الله صلى الله عليه وآله
 وسلم ان مني بمنزله هارون من موسى الا انه لا

نبی بعدی ، فضلاً خصه اللہ بہ اکراماً منه لنبیہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیث أعطاه مالہ یعطہ
احداً من خلقہ،

﴿کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۱۵﴾

jabir.abbas@yahoo.com

مقبت کے پھول

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں آنے والی چند ایسی روایات مبارکہ نقل کرنے کی سعادت حاصل کر لی جائے،

جن میں آپ کی ہمہ گیر شخصیت کے چند ایسے پہلو نمایاں ہوں جو آپ کو وارثِ علمِ رسول ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے دیگر متعدد قسم کے اعزازات کی بھی نشاندہی کرتے ہوں ملاحظہ ہو !

قل کفی باللہ شہیداً بینی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب .

آیت کریمہ کے ضمن میں درج ذیل مضمون میں جس امر کی وضاحت مقصود ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح آپ سابقہ اوراق میں مولا مشکل کشا شیر خدا حضرت علی علیہ السلام کے اہل ذکر اور امام مبین ہونے میں قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر ملاحظہ فرما چکے ہیں اس طرح آپ پر یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ حضرت علی کلمۃ اللہ بھی ہیں،

بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کو کلمۃ اللہ کے نام سے موسوم کیا ہے مگر اس امر میں شک و ریب کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی کلمات ربانی سے ایک کلمہ ہیں،

چونکہ ہم نے اس عنوان کا نام ”منقبت کے پھول“ رکھا ہے لہذا ان پھولوں میں آپ مختلف قسم کی رنگینیوں اور خوشبوؤں میں خنکی نگاہ اور مشامِ جان کو معطر کرنے کا سامان بھی پائیں گے اور ضمناً حضرت علی علیہ السلام کے کلمۃ اللہ ہونے کے دلائل کا بھی مشاہدہ کریں گے، ملاحظہ ہو،

آدم کا وسیلہ کون بنا؟

بعض لوگ علمائے سوء کی غیر متوازن اور فرضی عبارات کے پیچ و خم میں الجھ کر اس قسم کے عقیدہ کو راہِ نجات متصور کئے ہوئے ہیں کہ اگر ہم نے کسی دوسرے کو اپنا واسطہ یا وسیلہ بنا کر خداوندِ قدوس سے اپنی حاجات طلب کیں تو ہم مشرک ہو جائیں گے۔

حالانکہ یہ تصور قطعی طور پر غیر اسلامی اور قرآن و حدیث کی تعلیماتِ مقدّسہ کے سراسر خلاف ہے یہ لوگ اگر اس تخیلاتی شرک کو محض اپنی ذات تک محدود رکھتے تو اسلام کے ساتھ شاید اس قدر سنگین مذاق نہ ہوتا جواب ہو رہا ہے، کیونکہ یہ طائفہ ہر اُس مسلمان پر مشرک ہونے کا فتویٰ چسپاں کئے بیٹھا ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خدا تعالیٰ

کے حضور میں اپنا وسیلہ واسطہ بنا کر حاجتیں طلب کرتا ہے۔

اور یہی اس فرقہ وصالہ کی بد قسمتی ہے کیونکہ اس فتویٰ سے نہ صرف یہ کہ قرآن و حدیث کی تکذیب صریح ہوتی ہے بلکہ یہ ان لوگوں کے جہنمی ہونے کی بھی واضح ترین بُرہان ہے،

کیونکہ بضحوائے حدیثِ مصطفیٰ یہ ایک مُسلمہ اصول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مُسلمان کو کافر کہتا ہے اور وہ مُسلمان فی الواقع مرتکب کفر نہیں ہوا تو وہ شخص یقیناً کافر ہو جائے گا جس نے اُسے کافر کہا۔

اس فرمانِ رسولِ انا م علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیشِ نظر یہ سمجھ لینا قطعاً دشوار نہیں کہ اگر قائلینِ وسیلہ مشرک نہیں تو جو شخص اُنکو مشرکین کی صف میں شمار کرتا ہے وہ خود یقیناً مشرک ہو جاتا ہے اور مشرک کی سزا از روئے قرآن و حدیث ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جانا ہے۔

یہ موضوع چونکہ طویل وضاحت کا مقتضی ہے اس لئے ہم اسے باب ”علی مشککشا ہیں“ میں ضمناً بیان کریں گے اور یہاں صرف یہ بتائیں گے کہ تمام بنی نوع انسان کے جدا جدا مہدِ سیدنا آدم علیہ السلام باوجود خلیفۃ اللہ اور رفیع الشان پیغمبر ہونے کے حضور سرورِ کائنات سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آلِ عباس علیہم السلام جن میں تاجدارِ اہلِ اتے جناب حیدرِ کرار علیہ السلام بھی شامل ہیں کے وسیلہ سے حاجت طلب کرتے ہیں اور آپ کی توبہ انہیں خمسہ نفوسِ قدسیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ اور وسیلہ

سے قبول ہوئی۔

سیدنا آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ سنت قیامت تک کے لئے تمام اُمت محمدیہ علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لازمی قرار دے دی گئی ہے چنانچہ جب تک کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی آل پاک پر دُرود نہیں بھیجے گا اُس کی دعا کبھی بابِ اجابت تک نہیں پہنچے گی بلکہ راستہ ہی میں معلق ہو کر رہ جائے گی۔ ”دُرود اور دُعا“ بھی ایک الگ حیثیت کا حامل مضمون ہے اس لئے اسکی وضاحت باب ”علی آل محمد ہے“ میں کی جائے گی۔ یہاں آپ صرف یہ ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کیسے قبول ہوئی۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے،

فَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ

﴿سورة بقرہ آیت ۳۷﴾

یعنی پھر آدم ﴿علیہ السلام﴾ نے اپنے

پروردگار سے چند کلمات سیکھ لئے ﴿جن کی وجہ سے﴾

اللہ تعالیٰ اُن کے حال پر متوجہ ہو گیا۔

کلمات کیا تھے ؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کلمات کیا تھے جن کے ادا کرنے سے اللہ

تبارک و تعالیٰ کی خاص رحمت جناب آدم علیہ السلام کے شریکِ حال ہو گئی

بعض نے لکھا ہے کہ وہ دُعائی جو حضرت آدم علیہ السلام اکثر کیا کرتے تھے یعنی ”ربنا ظلمنا انفسنا آخر لایۃ“ مگر یہ دُعائیہ کلمات تو جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسی وقت ادا کر دیئے تھے جب آپ کو جنت سے باہر بھیج دیا گیا تھا اگر یہی کلمات تھے تو پھر آپ کا مدتِ مدید تک آہ وزاری کرتے رہنا اور دُعا کا شرف قبولیت حاصل نہ کر سنا کن معنوں میں مضمون ہوگا،

اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی توجہ منعطف کرانے کے لئے جو کلمات سکھائے تھے وہ ربنا ظلمنا کے علاوہ کوئی دوسرے ہی کلمات تھے، خاتم حفاظ مصر سید المفسرین، سند المحدثین امام اجل علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز اپنی مشہور زمانہ تفسیر ”دُرّ منثور“ میں زیر آیت ”فلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ“ روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ،

دیلمی نے مسندِ فردوس میں سند کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ”فلقی آدم من ربہ کلمات“ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم کو ہندوستان میں اور حوا کو جَدہ میں اور ابلیس کو بیسان میں اور سانپ کو اصہبان میں پھینکا۔

حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں سو سال تک ٹھہرے اور اپنی

نادانستہ لغزش پر آنسو بہاتے رہے حتیٰ کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جبریل کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اے آدم!

کیا میں نے تجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا؟

کیا میں نے تجھ میں اپنی روح نہیں پھونکی؟

کیا میں نے تجھے اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کروایا؟

کیا میں نے اپنی کینزِ حوا سے تیرا نکاح نہیں کیا؟

جناب آدم علیہ السلام نے کہا! کیوں نہیں

جبریل نے پوچھا! یہ اگر درست ہے تو پھر یہ روٹا کیسا،

جناب آدم علیہ السلام نے کہا کہ میں کیوں نہ روؤں جب کہ مجھے

جوارِ حرمٰن سے دُور کر دیا گیا ہے۔

جبریل نے کہا کہ تمہاری توبہ کی قبولیت اور مغفرت کے لئے یہ

کلمات ہیں،

کہئے الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و

آلِ محمد تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے،

میری توبہ قبول فرما بے شک تُو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے، پس یہ

کلمات تھے جو آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے۔

واخرج الديلمي في مسند الفردوس بسنده رواه

عن علي قال سئلت النبي صلى الله عليه وآله

وسلم عن قول الله ، فتلقى آدم من ربه كلمات
فتاب عليه ، فقال ان الله اهبط آدم بالهند وحواء ،
بجسده و ابليس ببسيان والحية باصبعها و كان
للحية قوائم كقوائم البعير ومكث آدم بالهند مائته
سنته باكية على خطيئته حتى بعث الله اليه جبريل
وقال يا آدم ! اثم اخلقك بيدي اثم انفخ فيك
من روحي اثم اسجد لك ملائكتي اثم ازوجك
حواء امني ، قال بلى ، قال بما هذا البكاء؟ قال وما
يمنعني من البكاء وقد اخرجت من جوار الرحمن
قال ! فعليك بهؤلاء والكلمات فان الله قابل
توبتك وغافر ذنبك قل اللهم اني استالك
بحق محمد وآل محمد سبحانه لا اله الا انت
عملت سواء وظلمت نفسي فاغفر لي انك انت
الغفور الرحيم ، اللهم اني استالك بحق محمد
وآل محمد سبحانه لا اله الا الله انت عملت
سواء وظلمت نفسي فتب علي انك انت التواب
الرحيم فهؤلاء الكلمات التي تلقى آدم ،

﴿ تفسیر در منثور جلد اول صفحہ ۶۰ ﴾

امام المحدثین امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ زیر آیت دوسری روایت اس طرح بیان کرتے ہیں، کہ ابن نجار نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کلمات کے متعلق پوچھا جو انہیں توبہ قبول کرنے کے لئے سکھائے گئے تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! کہ بحق محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین سوال کرو تا کہ تمہاری توبہ قبول کر لی جائے۔

امام جلال الدین سیوطی کے علاوہ سند المحدثین، رأس المحققین، شیخ المشائخ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز جذب القلوب الی دیار المحبوب میں توبہ کے ضمن میں فرماتے ہیں،

جیسا کہ قرآن میں ہے ”فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ“ اور حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے جانے والے کلمات یہ تھے، یا اللہ بحرمت محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بخش دے،

﴿جذب القلوب مترجم ص ۲۳۵﴾

مفتی اعظم قسطنطنیہ حضرت علامہ سلیمان حنفی نقشبندی قدوسی رحمۃ اللہ علیہ جگر گوشہ بتول آل رسول امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر مبارکہ کے حوالہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ روایت بیان کی

سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے والد گرامی شہزادہ
 عکالوں قبا حضرت امام حسین علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والدِ مُعَظَّم امیر
 المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم نے
 ہماری صورتیں صُلبِ آدم علیہ السلام میں منتقل فرمائیں تو انہوں نے اپنی
 پشتِ انور میں ایک شعلہ نور جلوہ فگن ہوتا ہوا ملاحظہ فرمایا۔

جناب آدم علیہ السلام نے اُس نور کی تجلیات کو مشاہدہ تو فرمایا لیکن
 ہماری شکلوں کو نہ پہچان سکے، اور بارگاہِ خُداوندی میں عرض پرداز ہوئے کہ
 الٰہی یہ نور کیا ہے؟

خُداوند قدّوس نے فرمایا کہ یہ صورتوں کے وہ انوار ہیں جنہیں ہم
 نے عرشِ معلیٰ کے بہترین مقامات سے منتقل کر کے تمہاری پشت میں
 جاگزیں فرمایا ہے۔

اور انہیں انوار کی بدولت ہم نے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ وہ تمہیں سجدہ
 کریں تمہاری ذاتِ انور ہیز صورتوں کے لئے مثل ایک طرف کے ہے۔
 جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمانِ خُداوندی سنا تو عرض کی
 کہ اے میرے پروردگار یہ مقدس صورتیں مجھ پر ظاہر فرمادے۔

خُداوند قدّوس جلّ مجدہ العلّیٰ نے التجائے آدم علیہ السلام کو قبول
 فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا آدم! عرش کی طرف دیکھو، جب آدم علیہ السلام

نے نظر اٹھائی تو ہماری صورتیں دامانِ عرش پر متجلی ہو گئیں،

گویا عرش پر ہماری شکلیں تصویروں کی صورت میں طبع ہو گئیں،

جنابِ آدم علیہ السلام نے ان صورتوں کا مشاہدہ کیا تو بارگاہِ ایزدی

میں معروض ہوئے الہی یہ شکلیں کیا ہیں؟

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا! اے آدم، یہ صورتیں میری تمام

مخلوق اور خلقت سے افضل و اعلیٰ ہیں،

یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور میں اپنے افعال میں محمود ہوں،

میں نے اسم محمد کو اپنے اسم محمود سے نکالا ہے،

یہ علی ہیں اور میں علی العظیم ہوں اس نام کو بھی میں نے

اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔

یہ فاطمہ ہیں اور میں فاطر السموات والأرض ہوں

فیصلہ کے دن یعنی قیامت کے روز اپنے دشمنوں کو اپنی رحمت سے الگ کر

دوں گا اور ان لوگوں کو ان لوگوں سے دُور رکھوں گا جو ان پر تہرا کرتے ہیں

اور ان کو مٹہم کرتے ہیں، میں نے ان کے نام کا اشتقاق بھی اپنے نام سے کیا

ہے۔

یہ حسن و حسین ہیں اور میں محسن ہوں اور احسان کرتا ہوں

ان دونوں کہ اسماء بھی میں نے اپنے نام سے مشتق کئے ہیں، یہ میری مخلوق

کے بہترین لوگ ہیں اور میری خلقت میں کرامت اور بزرگی والے ہیں، ان

کی دشمنی کی وجہ سے میں لوگوں پر گرفت کروں گا اور ان کی دوستی کی وجہ سے میں عطا کروں گا، انہی کی وجہ سے لوگوں کو معذب کروں گا اور انہی کی وجہ سے لوگوں کو اجر و ثواب عطا فرماؤں گا۔

اے آدم! اگر تمہیں کوئی مشکل درپیش آجائے تو انہی کے ذریعہ سے مجھ سے رابطہ قائم کرنا اور ان کو اپنا شفیع بنانا،

میں نے اپنی ذات کی قسم اٹھا رکھی ہے کہ ان کے وسیلہ سے جو شخص بھی میرے حضور میں کوئی اُمید لے کر حاضر ہوگا میں اُسے مایوس نہیں کروں گا یہی وجہ تھی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان پانچوں نفوسِ قدسیہ کے وسیلہ سے خالق کائنات کے حضور میں دُعا کی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس دُعا کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔

کتاب المناقب میں جنابِ مفضل سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام سے آیتِ کریمہ ”واذ ابتلی ابراهیم ربہ بکلمات“ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ کلمات ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو القاء کئے گئے اور انہیں کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی،

حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خُداوندی میں اس طرح عرض کیا

تھا کہ اے میرے پروردگار میں تجھ سے جناب محمد علی وفاطمہ حسن و حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں میری توبہ قبول فرما چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی بیشک اللہ تعالیٰ رب الرحیم ہے۔

ینابیع المودۃ کی روایت

ینابیع المودۃ میں علامہ ابن المغازی کی مُسند کے حوالہ سے بھی اس ضمن میں روایت موجود ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ابن مغازی اپنی مُسند میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت لائے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کون سے کلمات تھے جنہیں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سیکھ کر توبہ کی تو توبہ قبول ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ السلام نے میرے علاوہ علی وفاطمہ حسن و حسین کا واسطہ دے کر دعا کی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت عطا فرمایا۔

چوتھا حوالہ

آنت کریمہ ”دخلتی آدم من کلمات ربہ“ کے تحت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی بیان فرمودہ طویل حدیث مبارکہ سے ملتی جلتی روایت حضرت علامہ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تالیف نزہۃ

الجبالس میں امام برحق حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام کی سند سے نقل فرمائی ہے جس کا اردو ترجمہ پیش کرنے پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے کیونکہ تفسیر عسکری کی طویل عربی عبارت ہدیہ قارئین کی جا چکی ہے ملاحظہ ہو،

امام برحق امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام جنت الفردوس میں رہائش پذیر تھے کہ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام ان دونوں کو سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ایک قصر معلیٰ میں لے گئے اُس عظیم الشان محل میں یاقوت کا تخت بچھا ہوا تھا اور اس تخت پر ایک نور کا قُبّہ رکھا ہوا تھا اُس قُبّہ مبارکہ میں ایک نورانی پیکر جلوہ افروز تھا جس کے فرقِ اقدس پر نور کا تاج تھا اور گوش ہائے مبارکہ میں مروارید کے گوشوارے تھے اور گلوئے انور نور کے گلوبند سے مزیّن تھا،

جناب آدم اور جناب حوا علیہما السلام نے جب اُس پیکر نورانی کی زیارت کی تو اس قدر متحیر و متعجب ہوئے کہ عالم بے خودی میں ایک دوسرے کو بھول گئے اور پوچھنے لگے کہ اس نورانی صورت کا اسم گرامی کیا ہے؟

ارشاد ہوا کہ یہ فاطمہ بنت محمدؐ ہے ﴿وَعَلَىٰ آيِهَا وَعَلَيْهَا الصَّلَاةُ﴾ ان کے سرِ انور پر جو نورانی تاج ہے وہ ان کے والدِ گرامی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کا مقدس گلوبند ان کے شوہرِ معظم جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے گوش ہائے انور میں جو آویزے ہیں وہ ان کے صاحبزادے جناب حسن اور حسین علیہما السلام ہیں،

اس وضاحت کے بعد اچانک حضرت آدم علیہ السلام نے اس قبۃ مبارک کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ وہاں پر یہ کلمات تحریر ہیں،
میں محمود ہوں، اور یہ محمد ہیں۔

میں اعلیٰ ہوں اور یہ علی ہیں۔

میں بنانے والا فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہیں۔

میں محسن ہوں اور یہ حسن ہیں۔

میں احسان کرتا ہوں اور یہ حسین ہیں، متن ہے۔

انا محمود و هذا محمد، انا الی علی

و هذا علی، انا الفاطر و هذا الفاطمہ، انا

المحسن و هذا الحسن، احسان المنی و هذا

الحسین،،

حضرت آدم علیہ السلام ان اسماء مقدسہ کا مشاہدہ فرما رہے تھے کہ
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ان
اسماء گرامی کو یاد فرمالیجئے کیونکہ ایک دن آپ کو ان کی ضرورت پیش آنے والی
ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان اسماء گرامی کو یاد فرمالیا اور پھر جب
آپ کو جنت الفردوس کی فضائیں چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا تو آپ تین سو
سال کے طویل عرصہ تک روتے رہے کہ ان اسمائے مبارکہ کو وسیلہ بنا کر
بارگاہِ خُداوندی میں عرض کیا کہ الہی بخت محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین مجھ سے

درگذر فرما، اے اعلیٰ اے فاطر اے محسن، متن ہے،

اللَّهُمَّ اغْفِرْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ وَفَاطِمَةَ وَ

حَسَنَ وَحُسَيْنَ يَا اَعْلٰی یا فاطِرُ یا مُحْسِنُ .

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کا سلسلہ جاری تھا کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر اللہ تبارک و تعالیٰ کا سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم! اگر تو نے ان مقدس اسماء کے وسیلہ سے اور واسطہ سے اپنی تمام اولاد کی مغفرت طلب کی ہوتی ہم ضرور بخش دیتے۔

﴿نزهة المجالس عربی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۴۸﴾

قارئین مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں جان ہی چکے ہیں حضرت علی صاحب علم الکتاب ہونے کے علاوہ اہل ذکر، امام مبین اور کلمۃ اللہ بھی ہیں اس ضمن میں مزید بھی سینکڑوں حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں مگر اس مضمون کو سمیٹتے ہوئے سید العارفین حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار کا ترجمہ مع متن پیش کرنے کیساتھ اس باب کا اختتام کیا جاتا ہے ان اشعار میں کیا ہے خود غور فرمائیں۔

پیر رومی در حضور مرتضیٰ

اگر اخلاص عمل سیکھنا ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سیکھ اور دیکھ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ شیر فریب کاری اور حیلہ جوئی سے کس طرح منزہ ہے۔

جناب شیر خدا نے دوران جنگ میں ایک پہلوان کو زور ید الہی سے زمین پر گرا دیا اور جب آپ کی شمشیر جواہر دار اُس پہلوان کی گردن پر چلنے ہی والی تھی کہ اُس نے آپ کے چہرہ انور پر ٹھوک دیا۔

اُس ذاتِ اقدس کے چہرہ پر جو ہر نبی اور ہر ولی کے لئے باعثِ افتخار و مباہات ہے۔ اُس چہرہ انور پر جو آسمان کے چاند کی سجدہ گاہ ہے اور چاند اُس کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔

جب آپ کی ذوالفقار کی زد میں آئے ہوئے شکار نے یہ گستاخانہ حرکت کی تو آپ نے اُس کی گردن پر پھرنے سے پہلے ہی تلوار کو اُس کی گردن سے اٹھالیا اور آپ کی فطرتی برق اندازی تساہل پذیر ہو گئی۔
آپ کے رویہ میں اچانک تبدیلی دیکھی تو آپ کا شکار عرض پرداز ہوا کہ،

یا علی! آپ تو اپنی تیز تلوار سے میری گردن کاٹنے والے تھے، آپ نے کس چیز کا مشاہدہ فرمایا ہے جو کہ مجھے قتل کرنے سے رُک گئے؟
کیا آپ پروردگار کے شیر نہیں ہیں؟ اور اگر ہیں تو پھر شفقت و مروت کس وجہ سے ہے؟

یا علی! آپ تو عقلِ کل اور بصارتِ تمام ہیں، ان میں ایک ذرہ کا ہی اظہار فرما دیجئے کہ آپ نے کیا مشاہدہ فرمایا ہے؟

اے علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہ! سوء قضا کے بعد اس حسن قضاء کا راز تو

آشکار فرما دیجئے؟

اے شیر خدا! آپ جبکہ مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازہ ہیں اور آفتابِ حلم و شفقت ہیں تو اے بابِ مدینۃ العلم! مجھ پر بھی تو وہ دروازہ کھول دیجئے تاکہ دروازہ کا متلاشی اپنے مطلب و مقصد تک رسائی حاصل کر لے۔

اے مظہر ذاتِ کفواً احد! یعنی اے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے مثل ذات کے عکس جمیل اور اے تا ابد الٰہا با درحمت کے دروازے! مجھ پر بھی یہ راز افشا فرما کہ آپ کیا دیکھ کر مجھے قتل کرتے کرتے رُک گئے؟

اے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درس گاہِ عظیم سے ان اسرار و رموز کے سیکھنے والے! مجھے بھی اس بھید سے آشنائی عطا فرمائیں۔

اے شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلقہ دام میں آنے والے شہباز اور بغیر فوج کے فوجوں کو زیر و بر کرنے والے! آپ اکیلے ہی لاکھوں پر بھاری ہیں۔

یا علی! آپ کی عقابِ توتوں کا شکار انسان بننے ہیں مجھے کچھ تو بتا دیجئے کہ مجھے چھوڑ دینے میں کیا راز ہے؟

جنابِ شیر خدا مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اے شخص! میں نے محض تم پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے تلوار اٹھائی تھی اس لئے کہ میں اپنے جسم کا بندہ نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہوں۔

میں ہوں کاشیر نہیں بلکہ حق کاشیر ہوں۔

میرا ہر کام میرے دین کے لئے ہوتا ہے، میں تو چمکتی ہوئی تلوار ہوں مگر چلانے والا وہ درخشاں آفتاب ہے جس کا ارشاد مَارِ مِیْتِ اِذْ رَمِیْتِ ہے، یعنی جنگ میں جو تیر تم نے چلایا وہ میں نے چلایا ہے، جب تم نے چلایا اور پھر میرے ظلم کی تلوار نے میرے غصے کی گردن کو کاٹ دیا اور حق کا غصہ مجھ پر رحمت بن کر وارد ہو گیا۔

میں انوار الہیہ کی تجلیات میں گم ہوں اگرچہ بظاہر میرا جسم پراگندہ ہے،

اگرچہ میں ﴿بُورَاب﴾ مٹی کا باپ ہوں مگر روحانیت کا چمنستان بن گیا ہوں،

میرے بکل وعطا محض اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہیں بلکہ میرا جو کچھ ہے صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہے۔

اور میرا اپنا تو کچھ بھی نہیں، یہی وجہ تھی کہ جب میں نے تجھے گرا کر قتل کرنا چاہا تو وہ محض خوشنودی خدا تعالیٰ کے لئے تھا اور جب تم نے مجھے میری ذات کے لئے غصہ دلانا چاہا تو میں نے تجھے چھوڑ دیا۔

اَزْ عَلٰی اَمُوْرِ اَخْلَاصِ عَمَلِ
شیرِ حق را داں منزہ از دغل

در غزا بر پہلوانے دست یافت
 رود شمشیرے بر آور دو شتافت
 اوخدو، انداخت بر روئے علی
 افتخار ہر نئی و ہر ولی
 اوخدو، انداخت بر روئے کہ ماہ
 سجدہ آرد پیش اُور سجدہ گاہ
 در زماں انداخت شمشیر آں علی
 کرد او اندر غزائش کاہلی
 گفت! بر من تیغ تیز افراشتی
 از چہ افگندی مرا بگذاشتی
 در شجاعت ہمد رہا نیستی
 در مرؤت خود کہ داند کیستی
 اے علی کہ جملہ عقل و دیدہ
 شہ و آگو از آں چہ دیدہ
 راز بکنا اے علی المرتضیٰ
 اے پس سوء القضا حسن القضا
 چوں تو بابی آں مدینہ علم را
 چوں شعاع آفتاب علم را

باز باش اے باب برجو یائے باب
 تا رسند از تو قشور اندر لباب
 باز باش اے باب رحمت تا ابد
 بارگاہ مالہ کفوۃ احد
 باز گو اے باز پر افروخته
 باشد با ساعدش آموخته
 باز گو اے باز عنقا گیر شاہ
 اے سپاہ اشکن بخود نے با سپاہ
 امت وحدی یکے و ہند ہزار
 باز گو اے بندہ بازت را شکار
 گفت من تیغ از پے حق میزنم
 بندہ ہتم نہ مامور ہتم
 شیر ہتم ، عیسم ، شیر ہوا
 فعل من بر دین من باشد گوا
 من چوں تیغ من وال زندہ آفتاب
 مارمیت اڈ ریمیت در حراب
 تیغ حلم گردن خشم زدست
 خشم حق بر من چوں رحمت آبدست

غرق نورم گرچه سقتم شد خراب
روضه گشتم گرچه هستم بو تراب
بخل من لله عطا لله زبس
جمله لله ام نیم من آن کس

﴿مثنوی شریف جلد اول ص ۲۲۰: ۲۲۲﴾

jabir.abbas@yahoo.com

کَاف

الْحَقُّ رُبُّكَ فَلَاتِكُمُ الْيُسْرَى
فَمَعِ حَاجَتُكَ فَمَعِ يَدَا جَدِّكَ
مَعَ الْجَالِ فَقُلْ وَمَا لَكَ بِالنَّاسِ
وَأَمَّا كُمْ وَوَسَاءُكُمْ وَوَسَاءُكُمْ
وَأَنْفُسُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ فَمَعِ
لَهُمُ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ

﴿سورة آل عمران آیت ۶۰﴾

آیت مباہلہ

قرآن مجید سورہ آل عمران میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد

گرا می ہے۔

ترجمہ! محبوب انہیں فرما دیجئے کہ ہم تم بلائیں
اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری
عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ
کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

پیش ازیں بھی ہم آیت مباہلہ کی شان نزول کے بارے میں
اجمالی طور پر اپنی چند ایک تصانیف میں بتا چکے ہیں، مگر بعض احباب نے
ہماری توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول کروائی کہ یہ واقعہ نہایت شرح و وسط
اور تفصیل کے ساتھ لکھنا چاہیے تاکہ پڑھتے وقت تشنگی کا احساس باقی نہ رہے
چنانچہ ہم اپنے ان احباب کی فرمائش کو پورا کرتے ہوئے نہایت
تفصیل کے ساتھ تمام واقعات ہدیہء قارئین کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ
اُن شکوک و شبہات کا بھی مکمل طور پر ازالہ کر دیا گیا ہے جو خارجی قسم کے لوگ
آئے دن اپنی رسوائی کے زمانہ کتابوں کے ذریعہ سے عوام الناس کے دلوں

میں پیدا کرتے رہتے ہیں،

مکتوب بنام اہل نجران

نجران ملک عرب ہی کی ایک بستی ہے اور مکہ معظمہ سے یمن کو جاتے ہوئے سات منزلوں کی مسافت پر واقع ہے۔ ملک عرب میں تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل اصنام پرستوں کے علاوہ یہود و نصاریٰ کی خاصی تعداد بھی مختلف مقامات پر موجود تھی۔

نجران میں آباد لوگوں کی کثیر تعداد نصاریٰ یعنی عیسائیوں پر مشتمل تھی۔

حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی دعوت الی الحق کا فریضہ انجام دینے کے لئے مکتوب لکھا اور صحابہؓ کے ایک وفد کے ذریعہ حقانیت اسلام سے روشناس کرانا چاہا۔ چنانچہ جب اہل اسلام کا وفد ان لوگوں کے پاس نبی آخر الزمان کا مکتوب لے کر پہنچا تو انہوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ ہم آپ کے پیغام پر غور و فکر کرنے کے بعد خود حاضر خدمت ہو کر گفتگو کریں گے۔

یہ واقعہ ہے اور اس وقت عرب کے اکثر حصہ پر اسلام کی عظمت و شوکت پورے جاہ جلال کے ساتھ نمایاں ہو چکی تھی۔

چنانچہ اہل نجران کے لئے سوائے اس کے چارہ کار نہیں تھا کہ وہ

ایفائے عہد کرتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اُن کے دلوں میں اپنے مذہب کی حقانیت اور سچائی پورے طور پر سمائی ہوئی تھی اور وہ اپنے مذہب کے مقابلہ میں اسلام کو ہرگز بہتر مذہب قبول کرنے کو تیار نہیں تھے۔

اسی داعیہ کے تحت اُن لوگوں نے باقاعدہ طور پر ایک جنرل میٹنگ کا اہتمام کیا اور پھر مختلف قبائل کے چودہ سرداروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مناظرہ کے لئے باقاعدہ طور پر منتخب کر لیا۔

بعض روایات کے مطابق ان چودہ سرداروں کے ساتھ عام لوگ بھی اس مناظرہ کا منظر دیکھنے کے لئے مدینہ منورہ کو جانے کے لئے تیار ہو گئے اور ان سب کو ملا کر کل تعداد ساٹھ تک پہنچ گئی۔

ساتھ کی روایت

ووفد علیہ وفد نصاریٰ نجران ایضاً بعد

الہجرة وکانوا استین راکبا،

﴿سیرت حلبیہ ۲۳۵: ۳﴾

مگر دیگر کتب معتبرہ میں ان لوگوں کی تعداد چودہ ہی بتائی گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صرف گروہ کی نمائندگی کرنے والوں کا ذکر ہی ضروری سمجھا گیا ہو کیونکہ ان چودہ سرداروں کی مزید درجہ بندی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری ان کے ساتھ باقی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے

ہیں کہ ان کی تعداد ساٹھ افراد پر مشتمل تھی۔

علامہ بغوی نے بکلی اور ربیع بن انس کا قول بھی یہی لکھا ہے کہ ان آیات کا نزول نجران کے نمائندوں کے متعلق ہوا جن کی تعداد ساٹھ تھی۔

اس سے پہلے آپ دلائل القیۃ بیہقی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے محمد بن سہل بن ابی امامہ نے کہا کہ جب نجران کے نمائندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کے متعلق سوال کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو ان کے متعلق سورۃ آل عمران شروع سے اسی 80 آیات آخر تک نازل ہوئی۔

آگے چل کر لکھا ہے کہ نجران کے عیسائی اُنٹوں پر سوار ہو کر آئے تھے۔ پوری جماعت کے سردار چودہ اشخاص تھے اور ان میں صرف تین لیڈر تھے۔

﴿۱﴾ ان سب کے امیر اور مشیر اعلیٰ کا نام عاقب تھا جس کے مشورہ کے بغیر اہل وفد کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

﴿۲﴾ امیر سفر کا لقب سید اور نام ابہم تھا۔

﴿۳﴾ اہل قافلہ کے مذہبی عالم اور پادری کا نام ابو حارثہ بن علقمہ

تھا۔

﴿تفسیر مظہری جلد دوم صفحہ ۱۷۰﴾

دیگر کتب کثیرہ میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی خدمت میں جب اہل نجران کو مکتوب گرامی بھیجا تو اُن میں سے چودہ سردار بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہونے اور اُنہوں نے مسجد نبوی میں مشرق یعنی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔

اُن لوگوں نے ریشمی مقمش لباس پہنا ہوا تھا اور نہایت فاخرانہ انداز سے چلتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شرف ہم کلامی حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے اُن سے اعراض فرماتے ہوئے رخ پھیر لیا اور گفتگو نہ کی۔

گفتگو نہ کرنے کی وجہ

معارض النبوت میں مزید تفصیل ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخرانی عیسائیوں کے سرداروں کو شرف ہم کلامی سے محروم کر دیا تو وہ لوگ مسجد سے باہر نکل آئے بیرون مسجد اُن کی ملاقات حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہو گئی اور وہ اُن سے واقف بھی تھے۔

دوران ملاقات اُن لوگوں نے ان دونوں حضرات سے شکایت کیا کہ آپ لوگوں نے ہمیں خود مکتوب لکھا اور دعوت دی جس کے جواب میں ہم فوراً حاضر ہو گئے،

مگر نہ تو آپ کے نبی نے ہمارے سلام کا جواب دیا ہے اور نہ ہی

ہماری طرف انتفات فرمایا ہے کیا آپ ہماری راہنمائی کریں گے کہ اندریں حالات ہم لوگ واپس چلے جائیں یا ابھی کچھ دیر ٹھہریں۔

اسی اثناء میں سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں تشریف لے آئے سیدنا عثمان غنی ذوالنورین اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تمام ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کر کے پوچھایا ابا الحسن! آپ اس سلسلہ میں کیا مشورہ دیتے ہیں؟

آپ نے فرمایا! میرا مشورہ یہ ہے کہ یہ لوگ ریشمی ملبوسات اور طلائی انگوٹھیاں اتار کر عام کپڑے پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کریں تو یقیناً ان کو پذیرائی حاصل ہو جائے گی۔

چنانچہ ان لوگوں نے آپ کے مشورہ پر عمل کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملاقات وہم کلامی حاصل ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! بخدا جب یہ لوگ پہلے آئے تھے تو ان کے ساتھ شیطان بھی ہماری مسجد میں در آیا تھا۔

فارسی متن ملاحظہ ہو۔

وچوں از نماز باز پرداختہ نزد آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدند ہر چند تکلم نمودند بیچ جوابے نہ شنید از مسجد بیرون رفتند امیر المؤمنین عثمان و عبدالرحمن بن عوف در آں جا پیدا شدند، بنا بر سبقت معرفتے بایشان

داشتند از ایشان پرسیدند کہ شما مکتوبے از برائے مانوشتر
 مارا دعوت کردہ اید و ما آمدم و تحیت و سلام بجا آوردیم
 جواب نشدید ہم ہر چند سخن کردیم بجز سکو تے چیزے نہ
 دیدم اکنون مصلحت شما چیست باز گردانیم دیار خود یا
 توقف کنیم؟

در مجمع امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز
 حاضر بود عثمان و عبدالرحمن بن علی رضی اللہ عنہم خطاب
 کردند یا ابوالحسن رائے تو دریں باب چیست؟ گفت
 رائے من ایں است کہ ایں جا مہائے ابریشمین و
 انگشتر یہائے زریں از خود دور کنند۔

آں قوم بموجب فرمودہ علی عمل نمودہ بمہ مجلس
 انور آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدند سلام کردند
 آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دادہ فرمود سو
 گند ہاں کس کہ مراد برستی بخلق فرستادہ کہ نوبت اول
 کہ ایں جماعت مجلس من درآمدند شیطان بایشان بود
 بجہت آں جواب ایشان نہ دادم۔

﴿معارج النبوت جز چہارم صفحہ ۲۵۰﴾

ایک سوال کا جواب

پیشتر اس کے کہ ہم اس واقعہ کو مزید آگے بڑھائیں ایک ایسے بُبے کا ازالہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں جو خاص طور پر اُن لوگوں کے اذہان میں ہلچل پیدا کر سکتا ہے جو بجائے اہل اسلام کے مستشرقین کی تصانیف سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور وہ یہاں سے اپنی پراگندہ خیالی کو سہارا دینے کے لئے متعصب مستشرقین کی تائید کا پہلو نکالنے کے وہم میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے ذہن میں جن منفی اثرات مرتب ہونے کا خدشہ ہے وہ یہ ہیں کہ جب یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجسمہ مہر و محبت اور پیکرِ حسنِ اخلاق تھے، اور آپ کا خلقِ عظیم آپ کی بہترین صفات میں شامل ہوتا ہے تو آپ نے اُن لوگوں سے گفتگو کرنے اور اُن کے سلام کا جواب دینے سے کیوں اعراض فرمایا، جن کو خود دعوت دے کر بلایا گیا تھا اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ تو دشمنوں کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے تھے پھر ایسے لوگوں کے لئے جو دامنِ اسلام میں آنا چاہتے تھے کیوں ایسا شدید برتاؤ کیا گیا۔

اس قسم کے تمام شکوک و شبہات کا مختصر جواب ایک تو یہ ہے کہ وہ لوگ ہرگز ہرگز اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے نہیں آئے تھے بلکہ وہ واضح طور پر پوری تیاری کے ساتھ تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

بحث و مناظرہ کی غرض سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے تھے۔

بلکہ وہ بحث و مناظرہ سے ایک قدم آگے بڑھ کر گھر ہی سے یہ ارادہ

لے کے آئے تھے کہ ہم مسلمانوں کے رسول سے مباہلہ کریں گے۔

فقر کی لاج رکھنا تھی

آپ کے عیسائیوں کے ساتھ اس روئیہ کی دوسری وجہ یہ سامنے آتی

ہے کہ باوجود اسلام کا عرب کے کثیر حصہ پر سکھ بیٹھ جانے کے مدینہ طیبہ میں رہنے والے مسلمانوں کی اکثریت پیوند شدہ کپڑوں میں ملبوس تھی،

خاص طور پر مسجد نبوی شریف میں رہنے والے اصحاب صفہ تو فقر مصطفائی کا واضح ترین عکس جمیل تھے۔ حضور رحمۃ اللعالمین، تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز یہ گوارا نہیں فرما سکتے تھے کہ آپ کے درویش صفت غلام عیسائیوں کے ریشمی ملبوسات اور طلائی زیورات سے مرعوب ہو کر اپنی تذلیل محسوس کریں۔

کیونکہ اگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اس فخر و استکبار اور نخوت و غرور کے انداز کو پسند فرما کر ان کا والہانہ استقبال کرتے تو غر باو مساکین اہل اسلام کے اذہان پر اس کے مثبت اثرات مرتب ہونا ہرگز ممکن نہ تھا۔

مزید حکمتیں

علاوہ ازیں نصاریٰ کے ساتھ آپ کے اس برتاؤ کے سلسلہ میں تیسری خاص حکمت جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے متکبر سربراہوں کے ذہنوں سے یہ خناس نکل جائے کہ ان کا بیش بہا اور فاخرہ لباس ایک بور یہ نشین پیغمبر کو اپنی طرف خاص طور پر متوجہ کر لینے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

علاوہ ازیں حضور رحمۃ اللعالمین، سرور کائنات، مختارِ کل، تاجدارِ انبیاء و مرسلین، مأمور من اللہ بھی تھے اور عالمِ ماکان و مایکون بھی تھے آپ جانتے تھے کہ یہ لوگ ابھی راہِ راست پر نہیں آئیں گے فی الحال ان کے غرور و تکبر کی دھجیاں اڑانا ضروری ہے اور اسی میں اہل اسلام کی عزت اور اسلام کی عظمت کا راز مضمر ہے اور یہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

قارئین ! اندازہ لگائیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اُن عیسائیوں کی آمد کے وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہتے ہیں کہ۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے کہ یہ وفد مسجد میں داخل ہوا یہ لوگ منقش یمنی کپڑے کی عبائیں پہنے ہوئے اور انتہائی قیمتی چادریں اوڑھے ہوئے اس انداز فاخرانہ میں آئے کہ ہم نے

اس سے پہلے اس شان کا کوئی ”ڈیپوٹیشن“ نہیں دیکھا۔

﴿مظہری وغیرہ﴾

بہر حال ! مقصد رسالت پورا ہو کر رہا آپ نے ان لوگوں پر واضح کرنا تھا کہ خدا تعالیٰ کا پیغمبر بور یہ نشین ہو کر بھی تاج و تخت کے مالکوں سے مرعوب نہیں ہو سکتا اور خدا کا رسول عالم فقر میں بھی شانِ استغناء کا تحفظ کرنا جانتا ہے اور پھر وہ رسولِ غیب دان جس کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن غرباء اور مساکین کی جماعت ہی میرے ساتھ محشور ہوگی لہذا نصاریٰ کے سرداروں کا سب سے پہلے غرور توڑنا انتہائی ناگزیر تھا جب انہوں نے اپنی ظاہری شوکت کا تار و پود خود ہی بکھیر لیا تو پھر انہیں شرف ہم کلامی بھی عطا فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب تم پہلے آئے تو تمہارے ساتھ شیطان بھی موجود تھا اور پھر اُن کو اُن کی خواہش کے مطابق بحث و مناظرہ کا وقت بھی دیا اور پھر اُن کی آخری خواہش جو کہ مباہلہ کرنے کی تھی حکم پروردگار وہ بھی پوری فرمادی یہ الگ بات ہے کہ اُن کے مقدر میں ابھی مزید ذلیل و رسوا ہونا لکھا تھا جس کی تفصیل ہم ابھی بیان کرنے والے ہیں۔

حق و باطل کا تاریخی مکالمہ

عیسائی سرداروں کے مذہبی پیشوائے آغاز گفتگو کرتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا کہ آپ نے جس مقصد کے لئے ہمیں مکتوب گرامی لکھا ہے وہ بیان فرمائیں۔

آپ نے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ ہم تمہیں دولتِ اسلام سے سرفراز کرنا چاہتے ہیں لہذا تم لوگ اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاؤ۔

نجرانی! ہم تو اس سے پہلے بھی مسلمان ہیں۔
 سرکارِ دو عالم! تم اس سے قبل ہر گز مسلمان نہیں بلکہ جھوٹ کہتے ہو۔
 نجرانی! آپ کس وجہ سے ہمیں مسلمان نہیں مانتے۔
 سرکارِ دو عالم! تمہیں یہ تین چیزیں اسلام سے روکتی ہیں۔
 اول یہ کہ تم صلیب کی عبادت کرتے ہو،
 دوم یہ کہ تم خنزیر کا گوشت کھاتے ہو،
 سوم یہ کہ تم جنابِ مسیح علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہو۔
 نجرانی! ہاں یہ بات تو ہے مگر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں کیا وہ بندہ ہے؟

سرکارِ دو عالم! ہم انہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اُس کا رسول سمجھتے ہیں نیز انہیں اللہ تعالیٰ کا کلمہ سمجھتے ہیں جو جنابِ مریم علیہ السلام پر القاء کیا گیا۔
 نجرانی! ﴿غضب ناک ہو کر﴾ کیا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے؟

کیا وہ غیب کی خبریں نہیں بتاتے تھے؟
 کیا وہ مردوں کو زندہ نہیں کرتے تھے؟

کیا وہ مٹی کے پرندے پیدا نہیں کرتے تھے ؟
اگر یہ درست ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کے بیٹے کے سوا کیا سمجھا جاسکتا
ہے اور وہ آپ سے افضل ہیں۔

ابھی سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کو جواب دینا ہی چاہتے
تھے کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔

آسمانی دلیل

نیز یہ آیت کریمہ نازل ہو گئی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے
نزدیک آدم کی طرح ہے اُسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا، وہ فوراً ہو جاتا
ہے۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ.

﴿سورة آل عمران آیت ۵۹﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خدا تعالیٰ کی نازل فرمودہ
آیت اُن کے سامنے پیش کی تو وہ لاجواب ہو گئے، مگر اپنی بات پر اڑے
رہے حالانکہ اگر اُن کی قسمت یاور ہوتی تو وہ یقیناً دولتِ اسلام سے مشرف ہو
جاتے کیونکہ انہیں تو صرف اس ایک گمان نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا
بیٹا ماننے پر مجبور کر دیا تھا کہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے حالانکہ اُن کو
اُن کی والدہ مکرمہ نے جنا تھا۔

اور خداوندِ قدوس کی وحی فرمودہ مثال تو اس سے کہیں بڑھ کر تھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر محض لفظ گُن سے پیدا فرمادیا تھا۔

بہر حال ! عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ آدم علیہ السلام ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے اپنی ہٹ پر قائم رہے جس کے جواب میں اتمامِ حجت کے طور پر خالق کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ،

پھر اے محبوب ! جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حُجّت کریں بعد اِس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو، آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں گے اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالیں گے۔

چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجرانی وفد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم اپنی ضد پر قائم ہی رہنا چاہتے ہو تو پھر ہمارے ساتھ مباہلہ کرو تا کہ فیصلہ ہو جائے کہ کون سچا ہے اگر ہم حق پر ہیں اور سچی بات کہتے ہیں تو پھر تمہیں تمہارے بطلان کی سزا مل جائے گی اور اگر تم حق پر ہوئے تو نتیجہ اس کے برعکس ہوگا۔

نجرانی عیسائیوں کا دم خُم اب ٹوٹ چکا تھا اور سب کے کس بل نکل چکے تھے لہذا فوراً ہی کوئی فیصلہ گُن جواب دینے کی بجائے کہنے لگے کہ ہمیں

آج شب کی مہلت دی جائے، کل ہم لوگ حتمی بات کریں گے۔
حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی اس عرض کو منظور کرتے ہوئے غور و فکر کر لینے کی مہلت مرحمت فرمادی، چنانچہ وہ لوگ مسجد نبوی سے اُٹھ آئے اور جہاں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں پہنچ گئے۔

تخلیہ میں آ کر اُن لوگوں نے اپنے رہنما عاقب سے پوچھا کہ عبدالمسیح تمہاری اس معاملہ میں کیا رائے ہے غور و فکر کے کے بتائیے کہ کیا ہمیں مباہلے کی دعوت کو قبول کر لینا چاہئے؟

عاقب نے کہا کہ مسیحی بھائیو! تم اچھی طرح پہچان چکے ہو کہ محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ نبی مرسل ہیں، خدا کی قسم بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ کیا ہو اور پھر اُن میں سے کوئی چھوٹا یا بڑا بچا ہو یا چھوٹے کو بڑھنے کا موقع نصیب ہوا ہو، بہر حال کل صبح دیکھا جائے گا، چنانچہ وہ شب بھر مختلف قسم کے مشوروں میں اُلجھے رہے۔

ارشادِ ربانی کی تعمیل

ادھر عیسائیوں پر تو یہ اضطرابی کیفیت طاری تھی اور ادھر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادِ ربانی کی تعمیل کے لئے تیاری مکمل فرما چکے تھے۔

چنانچہ صبح ہوتے ہی آپ اپنی صاحبزادی والا شانِ سیدۃ النساء

العالمین، مُحَمَّدٌ وَآلِہٖٓ طَہْرَتٌ، طیبہ طاہرہ سیدہ فاطمہ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور تمام حالات سے آگاہ فرما کر مُباہلہ کی تیاریوں کا حکم فرمایا۔

جناب سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا نے والدِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی فوراً تعمیل کی اور اُسی وقت اپنی مقدّس ردا کو فرقہ ہایوں سے لے کر مُبارک قدموں تک بُرقعہ کی طرح اوڑھ لیا۔

اسی اثناء میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی ارشادِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوا کہ علی تم بھی ہمارے ساتھ چلو اور ہمارے جگر گوشوں حسنین کریمین کو بھی ساتھ لے لو۔

چند ہی لمحوں میں جب یہ سب لوگ تیار ہو گئے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چاروں نفوسِ قدسیہ کی طرف اشارہ کر کے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی !

”یا اللہ ! یہ میرے اہل بیت ہیں“

یہ بہت بڑا اعزاز ہے

جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا اور جناب حسنین کریمین علیہما السلام کو جمع فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وسلم کا خصوصیت کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنا کہ ”یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں“ کوئی معمولی اعزاز نہیں یہ مختصر سا جملہ اپنے دامن میں اس قدر وسیع تر مضامین سمیٹے ہوئے ہے جن اظہار کے لئے بے شمار دفاتر درکار ہیں۔ بہر حال،

قافلہ و نور

بعد ازاں دولت سرائے فاطمہ سے یہ مختصر مگر عظیم تر قافلہ نور اس شان سے جلوہ گر ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حسین علیہ السلام کو اپنی آغوشِ رافت میں اٹھایا ہوا تھا اور سیدنا حسن علیہ السلام کی انگلی تھامی ہوئی تھی،

آپ کے عقب میں جناب سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا نے آپ کی مقدس کُملی کا کنارہ اٹھا ہوا تھا اور جناب سیدہ کے عقب میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان کے جسدِ اطہر سے لپٹی ہوئی ردائے نور کا آنچل پکڑے ہوئے چل رہے تھے۔

نقشِ قدم کا پردہ

جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی والا قدر اور عصمت مآب صاحبزادی کے پردے کی عظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جبکہ آپ کا پورا جسم انور بھی دو ہرے پردے میں چھپا ہوا ہے اور آپ کے مقدس پاؤں بھی

تعلینِ اقدس کے پردے میں مستور ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ اپنا قدم مبارک اپنے والدِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر رکھتی ہیں اور جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے نقشِ قدم پر اپنا قدم مبارک رکھ دیتے ہیں تاکہ اگر تحتِ اثری والے اوپر نظر اٹھائیں تو انہیں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم نظر آئیں اور اگر آسمان والے زمین کی طرف دیکھیں تو وہ صرف جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم کا نظارہ کر سکیں۔

زمین کی حُور کا پردہ تو دیکھو
چھپائے جا رہے ہیں نقشِ پا کے
نظرِ نقشِ قدم آئیں نبی کے
اگر دیکھیں کبیر تحتِ اثری کے
فلک والے نگاہوں کو جھکا کر
اگر صائم زمیں کی سمت دیکھیں
نظر بس نقشِ پا آئیں گے اُن کو
جنابِ مرتضیٰ مشکل کشا کے

شہزادی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ پا کا بھی یوں

پردہ کر دیا جانا بظاہر تو جنابِ سیدہ فاطمہ الزہرا کے بے مثال پردہ کا ہی آئینہ دار معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس کی

عورتوں کے لئے وہ عظیم ترین درس حیات ہے جس پر عمل کر کے دونوں جہان کی نعمتوں سے مالا مال ہوا جاسکتا ہے اور بقول حضرت اقبال علیہ الرحمۃ ایسی لازوال زندگی کا حصول ہو جاتا ہے جسے کبھی فناء نہیں۔

آپ مسلمان عورت کو مخاطب کر کے مشورہ دیتے ہیں کہ اگر تو اس درویش کی نصیحت پر عمل کر لے تو خواہ ہزار قومیں فناء ہو جائیں مگر تو نہیں مر سکے گی اور وہ مشورہ یہ ہے کہ بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ بتول علیہا الصلوٰۃ کے نقش قدم پر چلتی ہوئی خود کو زمانے کی نظروں سے پوشیدہ کر لے تاکہ تیری گود میں بھی کوئی عزم حسین کا وارث آجائے۔

اگر پندے زرویشے پذیری
ہزار اُمت بھیرد تُو نہ ہمیری
بتوئے باش پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے گبیری

بناتِ قوم کو یہ مفید مشورہ عرض کرنے کے بعد ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں خاندانِ مصطفیٰ کا یہ مقدس قافلہ چند قدم آگے بڑھتا ہے ”پنجتن پاک“ کی اس نورانی جماعت کے خرامِ ناز کے اس منظر کو احاطہ تحریر میں کون لاسکتا ہے۔

جگر گوشہء بتول جنابِ امام حسن علیہ السلام نانا جان کی انگشت شہادت کو تھامے ہوئے آپ کی ساقِ اقدس کے ساتھ لپٹ لپٹ کر یوں چل

رہے ہیں، جیسے آفتاب کے گوشہ زریں سے چاند طلوع ہو کر آفتاب کے ساتھ ہی ساتھ آگے بڑھتا جائے۔

جناب امام حسین علیہ السلام اپنے مقدس نانا جان کی گود میں یوں جلوہ افروز تھے جیسے صدر آفتاب سے ایک اور آفتاب طلوع ہو رہا ہو یا پھر اُس منظر کا عکس جمیل اِس شعر کو سمجھ لیجئے۔

یوں جلوہ گر حسین تھے نانا کی گود میں

قرآن ہو جیسے ہاتھ میں قرآن لئے ہوئے

بہر حال ! الفاظ کی یو قلمونیاں اُس رنگ و نور اور نگہت و لطافت

میں ڈوبے ہوئے لاؤیز منظر کی عکاسی کرنے سے قطعی طور پر عاجز ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان چاروں رفقاء کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کی جب ہم اہلِ نجران کے ساتھ مُباہلہ فرماتے وقت دُعا کریں تو تم ہماری دُعا کے ساتھ آمین کہتے رہنا۔ سب نے تعمیل ارشاد کرنے کے لئے سر تسلیم خم کر دیا اور پھر یہ قافلہ نور آہستہ آہستہ چلتا رہا۔

نجرانیوں کا مُباہلے سے فرار

اہلِ نجران نے جب اِن نفوسِ قدسیہ کو مُباہلے کے لئے تشریف

لاتے ہوئے دیکھا تو کانپ کر رہ گئے اُن کے پادری ﴿عالم﴾ کے چہرے

پر خوف کی آندھیاں چلنے لگیں اور وہ اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے پکار اٹھا

کہ

اے گروہ نصاریٰ ان لوگوں سے ہرگز ہرگز مباہلہ نہ کرنا
خدا کی قسم ! میں ان میں وہ صورتیں دیکھ رہا ہوں
کہ اگر وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ٹل جانے کے لئے اللہ
سے سوال کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو بھی اُس جگہ سے ہٹا
دے گا۔

اُس کے ساتھیوں کو تو آفتابِ صداقت کی نورینہ شعائیں پہلے ہی
یوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے اُن کے سروں پر بجلیاں کوند کوند کر اُن کے خرمین
حیات کو جلا دینے کے لئے پرتول رہی ہوں۔

فوراً کہنے لگے کہ تم سب سے زیادہ عالم اور سمجھ دار ہو جو مناسب سمجھو
کرو! میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔

چنانچہ ان لوگوں سے آگے بڑھ کر عرض کی کہ اے ابوالقاسم ہم آپ
سے مباہلہ نہیں کریں گے۔

آپ نے فرمایا : ٹھیک ہے اگر تم مباہلے سے فرار چاہتے ہو تو پھر
اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاؤ جو تمہارے حقوق و فرائض ہیں وہی
تمہارے ہو جائیں گے۔

انہوں نے کہا ! یہ تو نہیں ہو سکتا اور آپ نے فرمایا کہ اگر مباہلہ
بھی نہیں کرتے اور مسلمان بھی نہیں ہونا چاہتے تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو

جاؤ۔ اسقف یعنی عیسائیوں کے سردار "عاقب" نے کہا کہ ہم آپ سے جنگ بھی نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ہم میں عربوں کے ساتھ جنگ لڑنے کی طاقت ہی نہیں۔ البتہ آپ ہمارے ساتھ اس شرط پر صلح کر لیں کہ نہ تو آپ ہم پر لشکر کشی کریں اور نہ ہی ہمیں خوفزدہ کریں اور نہ ہی ہمیں اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کریں۔ اس کے عوض میں ہم لوگ آپ کو جزیہ کے طور پر ہر سال دو ہزار جوڑے کپڑوں کے ادا کرتے رہیں گے، ایک ہزار جوڑا کپڑے صفر المظفر کے مہینہ میں اور ایک ہزار جوڑے رجب المرجب میں،

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی اس شرط کو منظور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ہم ان عیسائیوں پر لعنت فرما دیتے تو اُن کی صورتیں مسخ ہو جاتیں اور یہ لوگ بندر اور سور بن جاتے ان کا شہر تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا اور تمام شہری جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاتے۔

اور اُن پر آگ اس طرح برستی کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے تمام پرندے جل جاتے اور تمام عیسائی ہلاک ہو جاتے۔

قارئین ! پہلے اب تک باہلہ صورت میں پیش کیے گئے

واقعات میں سے انتہائی ضروری حصوں کا عربی متن ملاحظہ فرمائیں۔

فاتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم قد احتضن الحسن واخذ البید الحسین
وفاطمة تمشی خلفه وعلى رضى الله تعالى عنهم
اجمعين يمشى خلفها والنبي صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نقول لهم اذا دعوت فآمنوا فلما راهم
اسقف نجران قال يا معشر النصارى انى لارائى
وجوها لو سألوا اللہ ان يزيل جبلا من مكانه
لازاله فلا تبهلوا فتهلكوا ولا يبقی على الارض
نصرانى الى يوم القيامة ، فقالوا يا ابا القاسم قد
رائنا ان الانبياء هلك.

- ﴿تفسير كبير جلد ۲ صفحہ ۵۰۰﴾ ﴿نور الابصار صفحہ ۱۱۱﴾
﴿خازن جلد ۱ صفحہ ۳۰۲﴾ ﴿معالم التنزيل جلد ۱ صفحہ ۳۰۲﴾
﴿سيرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۶﴾
﴿تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۰﴾
﴿تفسير مظهری جلد ۲ صفحہ ۲۵۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
والذى نفسى بيده ان العذاب تدلى اهل نجران
ولولا عنوا المسخوا قردة وخنازير ولاضطرم
عليهم الوادى نارا ولا ستاصل اللہ نجران واهله

حتى الطير على الشجر ولما حال اطول على
النصارى كلهم حتى هلكوا.

- ﴿تفسير كبير جلد ۲ صفحہ ۵۰۲﴾
- ﴿معارج النبوة جلد ۲ صفحہ ۲۹۶﴾
- ﴿اشعة اللمعات جلد ۲ صفحہ ۲۸۲﴾
- ﴿تفسير خازن جلد ۱ صفحہ ۳۰۲﴾
- ﴿معالم التنزيل جلد ۱ صفحہ ۳۰۲﴾
- ﴿تفسير مظهری جلد ۲ صفحہ ۳۵۴﴾

آیتِ مباہلہ کی شانِ نزول کے متعلق ہم اپنی متعدد تصانیف میں قبل
ازیں بھی بتا چکے ہیں۔ چونکہ پیش ازیں اس واقعہ کا پس منظر اجمالی طور پر
پیش کیا جاتا رہا ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ بعض احباب کی فرمائش تھی کہ
مزید بھی وضاحت کی جائے چنانچہ یہ واقعہ مناسب حد تک تفصیل سے پیش
کر دیا گیا ہے اُمید ہے کہ قارئین کرام اب تشنگی محسوس نہیں کریں گے۔

ان معروضات کے بعد ہم اس آیتِ کریمہ کی تفسیر کے چند ایسے
پہلو ناظرین کے سامنے لانا ضروری سمجھتے ہیں جو کسی نہ کسی طرح زیر بحث
آتے ہی رہتے ہیں۔

مُباہلہ نہیں ہوا

پہلی بات تو یہ ہے کہ دورِ حاضر میں خارجیوں کا ایک گروہ اس بات
پر اڑا ہوا ہے کہ آیتِ مباہلہ کے بارے میں جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں

وہ رافضیوں کے من گھڑت ہیں اور بعض سُنّیوں نے بھی غالی شیعوں کی ہمنوائی میں یہ واقعات بغیر کسی تحقیق کے اپنی تصنیفات میں درج کر رکھے ہیں۔

اس کے لئے اس گمراہ گن اور گمراہ فرقہ کے گرو گھنٹال عباسی وغیرہ دلائل پیش کرتے ہیں۔

﴿ا﴾ چونکہ مُباہلہ ہوا ہی نہیں تھا۔ اس لئے جناب حیدر کرار، جناب سیدہ فاطمہ الزہرا اور جناب حسنین کریمین علیہم السلام کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا محض بے بنیاد بات ہے۔

﴿ب﴾ یہ کہ نجران کے عیسائی اپنے ساتھ اپنی عورتیں اور بیٹے لے کر نہیں آئے تھے اس لئے اُن کے مقابلہ میں حضور کا کسی کو ساتھ لیکر آنا ناقابلِ فہم امر ہے۔

﴿ج﴾ یہ کہ آیت کریمہ میں نِسَاءُ نَا وَ نِسَاءُ کُمْ کا جملہ اس بات کا متقاضی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کو ساتھ لاتے نہ کہ بیٹی کو۔

﴿د﴾ کوئی عرب بھی نِسَاءُ نَا سے اپنی بیٹی مراد لینے کی غلطی نہیں کر سکتا کیونکہ اس لفظ کا اطلاق محض بیوی پر ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسی فرقہ ملعونہ نے ایک یہ دلیل ابھی تیار کر رکھی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ”نِسَاءُ نَا“ سے بیٹی یا بیٹیاں

مراد لیتے تو پھر یقیناً وہ اپنی ساری صاحبزادیوں کو ساتھ لے کر تشریف لاتے۔

تیسری بات بھی انہی لوگوں سے متعلق ہے اور وہ ان کا یہ کہنا ہے کہ مُباہلہ ہوا تو نہیں تھا تاہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُباہلہ کی تیاری کے طور پر جن لوگوں کو منتخب فرمایا تھا وہ دیگر حضرات تھے اور ان چاروں میں سے ایک بھی اُن میں شامل نہیں ہے، یہاں تک تو تھا خارجیوں کا وہ شاخسانہ جو محض اور محض بغضِ اہلبیت کی بناء پر تیار کر رکھا ہے۔

چوتھی بات انتہائی عجیب بھی ہے اور حیرت انگیز بھی اور وہ یہ ہے کہ بعض سنی حضرات نے بھی یہ شوشہ چھوڑ رکھا ہے کہ

آیت مُباہلہ کے نازل ہونے پر حضور سرور کائنات نے فی الحقیقت انہی چاروں نفوسِ قدسیہ کو ساتھ لیا تھا مگر اس میں یہ چیز غلط ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”أَنْفُسَنَاوَأَنْفُسَكُمْ“ کے تحت شامل فرمایا، بلکہ درست یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ”أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ“ کے زمرہ میں شامل فرمایا۔ اس سے پہلے کہ ہم ان تمام تر اعتراضات کا ردِ بلیغ ہدیہ قارئین کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خارجیوں کی واقعہ مُباہلہ کو من گھڑت قرار دینے والی تحریر بلفظِ ہدیہ قارئین کردی جائے۔

خارجیوں کے گرد گھنٹال نامحمد عباسی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب

”خلافتِ معاویہ ویزید“ کے مقدمہ میں جو خرافات درج کی ہے وہ یہ ہے کہ،

رشید رضا نے تفسیر القرآن میں آیتِ مباہلہ کے سلسلہ میں وضعی روایتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان روایتوں کا منبع اور مصدر شیعہ ہیں، ان روایتوں کی اشاعت حتی الامکان کی گئی ہے یہاں تک کہ اہلسنت میں سے کثیر تعداد بھی متاثر ہوئی۔

مگر ان روایتوں کو وضع کرنے والوں نے اس آیت پر تطبیقِ عمدگی کے ساتھ نہیں کی کوئی عربِ نساء کا لفظ اور کلمہ اپنی زبان پر اس طرح نہیں لاسکتا کہ مراد اس کی اس لفظ سے بیٹی سے ہو خاص کر جب اُس بیٹی کا شوہر بھی موجود ہو اور نہ اُن کی لغت سے اس لفظ کا یہ مفہوم پیدا ہو سکتا ہے اور اس سے بعید بات یہ ہے کہ اَنفَسًا مراد علی کی ذات سے لی جائے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی نہ اُن کی بیویاں تھیں۔ نہ اُن کے بیٹے اور اولاد نہ مباہلہ ہو نہ مباہلہ کی شرائط کہ عیسائی جب تک اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو نجران سے نہ بلا لیتے

پوری ہوتیں۔

اگر پوری ہوتی تو آپ اپنی ازواج مطہرات
اور اپنے فرزند ابراہیم کو ساتھ لیتے نہ کہ بیٹی اور نواسوں
کو جن پر اس آیت کے لفظ نساء ناوابناء کا اطلاق ہو
ہی نہیں سکتا جیسا کہ مفتی محمد عبدہ اور علامہ رشید رضا
نے فرمایا ہے نساء کا لفظ کوئی عرب بیٹی کے لئے
استعمال نہیں کر سکتا اور ابن کا لفظ نواسہ کے لئے نہیں
ہو سکتا۔

﴿مقدمہ خلافت معاویہ ویزید ص ۳۸﴾

لفظ نساء کا اطلاق بیٹی پر

نامحمود عباسی کی زہریلی تحریقارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں جسے اس
نے اپنے ہی ایک ہم جنس کی کتاب سے نقل کر کے بزعم خویش میدان مار لیا
ہے،

اور نہایت چالاکي سے اپنے موقف کو مزید مضبوط کرنے کے لئے
آخر پر دو مفسرین کے نام بھی لکھ دیئے۔

حالانکہ رشید رضا اور محمد عبدہ دونوں استاد شاگرد ہیں اور دونوں نے
مل کر قرآن مجید کو نشانہ قلم بنایا ہے اور جگہ جگہ تفسیر بالرائے کا اعادہ کرتے
ہوئے اپنی خارجیانہ ذہنیت کو مکمل طور پر اُجاگر کیا ہوا ہے اور دونوں کی ایک

تفسیر ہے جس کا نام ”منار الایمان“ ہے ہم نے نامحمد عباسی کی مذکورہ بالا بدیانتی کی وضاحت مجمل طور پر اپنی کتاب ”شہید ابن شہید حصہ دوم“ میں بھی کر دی تھی۔

تاہم اب نہایت تفصیل کے ساتھ اس فراڈ کو بے نقاب کیا جاتا ہے بلکہ اس کا خاتمہ بھی کر دیا ہے ان خارجیوں کا کہنا ہے کہ کوئی عرب اپنی بیٹی پر لفظ نساء کا اطلاق کر ہی نہیں کر سکتا اور نہ ہی لغت عرب نساء کے مفہوم کو بیٹی کے معنوں میں لانا جائز قرار دے سکتی ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ خُدا تعالیٰ جب کسی کو جہنم کا ایندھن بنانے کا ارادہ فرمالتا ہے تو پھر اُسے صَمِّ بَغْمٍّ غُمٍّ فَهَمٍّ لَا يَرْجِعُونَ، کے زمرہ میں مکمل طور پر داخل فرما دیتا ہے اور اس زمرہ میں داخل ہونے والے کی قلبی بیماری میں زیادتی تو ہو سکتی ہے کی نہیں آتی۔

ہم ان لوگوں کے لئے ہدایت کی دُعا تو نہیں کر سکتے تاہم اتنا ضرور کہیں گے کہ آخر انکے مُبْعِثِین کی عقلیں کیوں خط ہو کر رہ گئیں ہیں۔ جبکہ وہ خود کو کبھی الحمدیث اور کبھی اہل سنت والجماعت کے نمائندوں کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ عباسی کا ناپاک قلم اب اُسے جہنم کے اُس مقام پر پہنچا چکا ہے جہاں سے اس کی واپسی قطعی طور پر ناممکن اور امر محال ہے۔ اس کو جہاں جانا تھا جا چکا لہذا اُسے واپس لانے کی

کوشش بے کار ہے۔

کم از کم اُس کی اندھی تقلید کرنے والوں کو تو کچھ عقل سے کام لینا چاہیے۔ کیا یہ لوگ بھی اس مقام وحشت تک رسائی حاصل کرنے کا پورا پورا ارادہ کر چکے ہیں۔ جسے عباسی نے اپنا ایمان اور اپنی غیرت بیچ کر حاصل کیا ہے۔

کیا ان کو معلوم نہیں کہ شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی بھی امر کو خاص فرما سکتے ہیں۔

جبکہ ان کی مڑو مڑو صحاح ستہ ہی کی معتبر کتابوں مُسلم شریف اور ترمذی شریف میں باسناد صحیحہ یہ روایت موجود ہے کہ حضور سرور کوئین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے فرمانِ عالیشان کی تعمیل کرتے وقت نساءِ ناکہ کے لئے صرف اور صرف جناب سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا کو ہی مخصوص فرمایا۔

اب جبکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عملی طور لفظِ نساء کی تفسیر فرماتے ہوئے اپنی عالی قدر صاحبزادی کو خاص طور پر منتخب فرماتے ہیں تو پھر اس سے بڑھ کر عربوں کی اور کس لغت کی ضرورت ہے جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے کہ لفظِ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہو سکتا ہے یا نہیں۔

تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر دُنیا کا کون عربی دان اور لغتِ عرب سے واقف ہو سکتا ہے کیا قرآن مجید کی آیتِ مقدسہ اور

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کسی لغت کی محتاج ہیں۔
ارے نادانو! قرآن و احادیث کی تلمیحات نے ہی تو لغت عرب کے دامن کو
وسیع تر کیا ہے، اور تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ قرآن و حدیث لغاتوں کے
ما تحت ہیں۔

یہاں پر ایک نئی بحث چھڑ جانے کا امکان ہے اس لئے ہم اس بحر
ذخار میں اترنے سے دانستہ گریز کرتے ہیں ورنہ ہم تمہیں بتاتے کہ قرآن و
حدیث لغات کے محتاج نہیں بلکہ لغات قرآن و حدیث کی محتاج ہے۔ اور
تمہاری لغت و انیوں نے تمہیں جن سراہوں میں دھکیل رکھا ہے وہ تمہیں کبھی
منزل سے ہمکنار نہیں ہونے دیں گے۔

بہر حال حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نساء کے ارشاد
ربانی کی تعمیل میں اپنی بیٹی کو خاص فرما دینا بھی بجائے خود ایک زبردست
دلیل ہے کہ لفظ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہو سکتا ہے۔

اب ہم پھر عباسی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ ارے فاتر
العقل، نادان بڑھے تم نے جبکہ اپنی تصنیفی خرافات کی بنیاد خاندان نبوت کے
سب سے بڑے معاند ابن تیمیہ کی کتاب نام نہاد منہاج السنۃ پر رکھی ہے تو
اس مقام پر اُسے کیوں نظر انداز کر کے رشید رضا اور محمد عبدہ کے پیچھے دوڑ
پڑے ہو کیا تمہارے مطلق العنان اور بے حیا قلم کو کہیں قرار بھی ہے یا نہیں؟
تمہیں یقیناً معلوم ہے کہ ابن تیمیہ اُس بغضِ اہلبیت کے پیش نظر

جو اس کے قلبِ مغض میں ہوا ہے شانِ اہلبیت میں آنے والی سینکڑوں روایتوں کو موضوعات کا پلندہ قرار دینے کے باوجود اس حدیث سے انحراف نہیں کر سکا۔

بلکہ تصدیق کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباہلہ کے وقت جناب حیدر کرار جناب فاطمہ الزہرا جناب حسین کریمین کو ہی منتخب فرمایا تھا، اور ان چاروں کو جمع فرما کر بارگاہِ ایزدی میں عرض کی تھی! یا اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں، اور اب وہ اس حدیث پاک کو اس لئے مُسترد نہیں کر سکا کہ یہ مُسلم شریف اور ترمذی شریف میں بھی موجود ہے۔ ورنہ اگر یہ اس قسم کی چھ کتابوں کے علاوہ خواہ کسی بھی ثقہ کتاب میں موجود ہوتی تو وہ اسے واہی اور موضوع قرار دینے میں ذرہ برابر بھی جھجک محسوس نہ کرتا،

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں ابنِ تیمیہ کا بھی باوا جان ثابت کرنے کے لئے ابنِ تیمیہ ہی کی کتاب سے اس روایت کی ثقاہت کو بیان کر دیا جائے۔

ابن تیمیہ کیا کہتا ہے؟

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ اور جو یہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے علی اور حسن و حسین کو مباہلہ کے وقت ساتھ لیا تو یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ مُسلمؒ سعد بن ابی وقاص کی طویل روایت موجود ہے کہ جب آیتِ مباہلہ نازل ہوئی تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو بیلا یا اور فرمایا کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ مگر یہ روایت اہل بیت کی امامت اور فضیلت پر دلالت نہیں کرتی۔ متن یہ ہے۔

ان یقال اما اخذ علیا والحسن والحسین
فی المباہلۃ فحدیث صحیح رواہ مسلم عن سعد
بن ابی وقاص قال فی حدیث طویل لما نزلت
ہذہ لآئت . فقل تعالو اندع ابناکم ونساءنا
ونساءکم وانفسنا ووسلم علیا وفاطمۃ وحسنا
وحسینا فقال اللہم ہولاء اہلی . ولكن لا دلالة
فی ذالک علی الامامۃ ولا عن الفضیلۃ .

﴿منہاج السنۃ ابن تیمیہ ۴: ۳۲﴾

ابن تیمیہ نے اگرچہ اپنی شقاوت قلبی کا اظہار آخر پر کر رہی لیا ہے کہ
یہ حدیث صحیح ہونے کے باوجود بھی جناب حیدر کرار کی امامت اور فضیلت پر
دلالت نہیں کرتی۔

حالانکہ اس حدیث کو بیان فرمانے والے جناب سعد بن ابی وقاص
عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کے باوجود جناب حیدر کرار کا مباہلہ کے دن منتخب
ہونا عظیم ترین وجہ فضیلت قرار دیتے ہیں جس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز
آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی۔

اب جبکہ ابن تیمیہ جیسا غالی اور متشدد ترین شخص بھی یہ تسلیم کرتا ہے

کہ تاجدارِ انبیاءِ سید المرسلین شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نساءِ نا کی تعیل کے لئے محض اپنی بیٹی کو ہی خاص فرمایا۔ اگرچہ اس میں بقول اُس کے عظمت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا تو کم از کم تمہیں اس قسم کی تاویلات کا سہارا نہیں لینا چاہیے جس سے تمہارے معنوی والدِ گرامی ابنِ شیمہ کا بھی رافضیوں میں شامل ہونے کا گمان پیدا ہونے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظ نساء کا اطلاق اپنی عالی قدر بیٹی پر فرما کر قطعی طور پر فیصلہ فرمایا ہے کہ لفظ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہو سکتا ہے اور یہ لفظ صرف بیویوں پر ہی حصر نہیں اور پھر قرآن وحدیث میں تو سینکڑوں ایسے شواہد موجود ہیں کہ بیویوں کے علاوہ بھی دیگر سب عورتوں کے لئے مجموعی طور پر لفظ نساء ہی استعمال ہوتا ہے اور بیوی کے لئے خاص طور پر لفظ امرأۃ آتا ہے یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں کو ازواج النبی کہا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ اور لغتِ عرب

اب ہم تمہاری فُوت شدہ عقلوں کے تابوت میں آخری کیل کی صورت میں قرآن مجید کی ایک واضح ترین ایسی آیت کریمہ پیش کرتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہاری فرسودہ عقلیں خداوندِ قدوس جل و علا کو بھی لغتِ عرب

سے ناواقف قرار دیں اور تم مزید تاویلات میں الجھ کر مزید اُلٹی سیدھی ہانکنا شروع کر دو۔ مگر تمہاری یہ حماقت مآبیاں قیامت تک بھی قرآن مجید کے واضح ارشادات کو تبدیل کرنے سے قطعی طور پر قاصر رہیں گی۔

ہم سے پہلے بھی اس آیت کریمہ کو علمائے حق نے معترضین کا منہ بند کرنے کے لئے یقیناً متعدد بار پیش کیا ہوگا مگر ہم اسے خصوصی اہتمام سے تمہارے سامنے لا رہے ہیں تاکہ آئندہ تمہیں کبھی یہ جسارت نہ ہو سکے کہ اس قسم کی شاطرانہ چالوں کو بروئے کار لاسکو۔

اور وہ اہتمام یوں کیا ہے۔ کہ تمہارے نزدیک بھی اگر کوئی رشتہ منفسر یا مترجم ہے تو اُس کی تفسیر اور ترجمہ بھی تمہارے سامنے آ جائے اور تمہارے متعین اچھی طرح جان جائیں کہ تم لوگ محض اور محض گھلا ہوا فراڈ ہونے کے ساتھ ساتھ حدود اسلام سے اس قدر دور ہو۔ ممکن ہے ہماری اس کوشش سے تمہارا کوئی نیا شکار تمہارے دام فریب میں پوری طرح آنے سے پہلے ہی اپنا بچاؤ کر سکے اور خود کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگانے سے باز رکھ سکے۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دینے کے جنون میں فرعون نے یہ طریقہ کار اختیار کیا کہ بنی اسرائیل کے گھروں میں جب بھی کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اُسے اُسی وقت قتل کروا دیتا اور جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو اُسے زندہ چھوڑ

دیتا اور اس مقام پر خود خالق کائنات جل مجدہ الکریم نے بیٹوں کے لئے لفظ
ابناء کم اور بیٹیوں کے لئے لفظ نساء کم استعمال فرمایا ہے۔ پہلے تم وہ آیت
پڑھ لو تو پھر اس کی مزید وضاحت کی جائے گی۔

وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ
الْعَذَابِ يُدَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ،

ترجمہ:

اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات
بخشی کہ تم پر عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح
کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔

﴿سورة البقرہ آیت ۴۹﴾

اس سے پہلے کہ ہم اس آیت کریمہ کے دیگر تراجم و تفاسیر کی طرف
رجوع کریں تم سے صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ فرعون کے سپاہی بنو
اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر کے اُن کی بیویوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے یا پھر اُن کی
عورتوں کے ہاں بیٹوں کے علاوہ بیویاں پیدا ہوتی تھیں۔

حیرت ہے کہ خداوند قدّوس جلّ شأنہ کو بھی لغتِ عرب کا پتہ نہ چل
سکا۔ اور ابناء کم کے ساتھ بجائے بنا تکم کے نساء کم فرما دیا اگرچہ ہمیں معلوم
ہے کہ تمہاری غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے تاہم تمہیں کم از کم اس قدر تو شرم آنی
چاہیے کہ تمہاری لغتِ دائیوں کے فریب سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات

اقدس ہی محفوظ رہ سکے۔ کیا اب تم اپنی اتباع کرنے والوں کے ساتھ ساتھ خداوندِ قدوس کو بھی لغتِ عرب کے قاعدے پڑھانا شروع کر دو گے؟
 احناف کے مقتدر مفسر امام نسفیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں نساء کم سے مراد بنا تکم یعنی بیٹیاں ہیں جنہیں فرعون کے سپاہی اس لئے زندہ رہنے دیتے تھے کہ انہیں کنیریں بنا کر خدمت کروایا کریں گے۔ متن ہے۔

تفسیر نسفی مدارک ، یستحیون نساء کم

یتر کون بناتکم احياء للخدمة .

﴿مدارک علی الخازن ۴۹: ۱﴾

خاتم حفاظ مصر جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ زیر آیت فرماتے ہیں کہ زمانِ بنو اسرائیل کے ہاں جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو فرعونؒ نے اس کو قتل کر دیتے اور لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ رہنے دیتے۔

تفسیر درمنثور! زیر آیت،

فاذا ولدت امرأة غلاما أنى به فرعون فقتله

ويستحيى الجوارى ،

﴿درمنثور ۲۹: ۱﴾

تفسیر مواہب الرحمن

يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَ كُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَ كُمْ، تمہارے لڑکوں

کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے یعنی فرعون کے حکم سے اگر

بنی اسرائیل کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ قتل کر دیا جاتا اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو وہ چھوڑ دی جاتی تھی۔

﴿تفسیر مواہب الرحمن جلد اول ص ۱۸۵﴾

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے واضح طور پر لکھتے ہیں کہ فرعون نے بیٹوں کو قتل کرتے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تاکہ جب وہ بڑی ہو جائیں تو ان کی کنیزیں بنا کر خدمت لی جائے،

تفسیر عثمانی

فرعون نے خواب میں دیکھا تھا نجومیوں نے اس کی تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو تیرے دین اور سلطنت کو غارت کر دے گا فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بیٹا پیدا ہو اس کو مار ڈالو اور جو بیٹی ہو اُس کو خدمت کے لئے زندہ رہنے دو۔

﴿تفسیر عثمانی ص ۱۲﴾

اگرچہ ان حوالہ جات کو مزید وسعت دی جاسکتی ہے تاہم اہل فکر و دانش کے لئے یہی کیا کم ہیں اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر یہاں کوئی ایک حوالہ بھی نہ دیا جاتا تو جب بھی آیت کریمہ کا مطلب صاف طور پر واضح ہے کہ یہاں لفظ نساء کم سے خالق کائنات کی مراد قطعی طور پر بنا تکم ہے، اور اگر نساء کم سے خالق کائنات کی مراد بنی اسرائیل کی ازواج ہوتیں تو پھر

آیت کے الفاظ یہ ہوتے کہ فرعون نے لڑکوں کو قتل کر کے اُن کی ماؤں کو زندہ رہنے دیتے اور بجائے نساء کم لفظ کے اُمّھا تھم استعمال ہوتا۔

بہر حال یہ بات اپنے مقام پر قطعی طور پر اہل حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں یا تو بیٹے جنتی تھیں یا بیٹیاں یہ تو ممکن ہی نہیں کہ وہ لڑکوں کی صورت میں بیٹے جنتی تھیں اور لڑکیوں کی صورت میں بیویاں جنتی تھیں۔

عباسی اور اس کے پیش رو رشید رضا وغیرہ کو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جو خداوند قدّوس جلّ و علا کے واضح ترین فرمان کی موجودگی میں اس واہیاتِ حسرت کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں کہ لغتِ عرب کے لحاظ سے لفظ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ کوئی عرب یہ گوارا ہی نہیں کر سکتا کہ وہ لفظ نساء سے مراد اپنی بیٹی لے۔

اس وضاحت کے بعد ہم چاہتے تھے کہ ان متعدد تفاسیر کے حوالے بھی یہاں پیش کر دیئے جاتے جن میں صاف طور پر آتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباہلہ کے دن جنابِ سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ہی نساء نام میں شامل فرمایا۔

مگر بخوفِ طوالت اس لئے قلم انداز کر رہے ہیں کہ وہ تمام حوالے جنابِ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفسِ رسول ہونے کی بحث میں آ رہے ہیں اور جن مفسرین نے ”انفسنا“ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

جناب حیدر کرار علیہ السلام کی پاک جانوں کو لیا ہے وہ سب کے سب قطعی طور پر متفق ہیں کہ حضورؐ نے ”نساء نسا“ میں صرف جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ہی داخل فرمایا تھا۔

حسین کریمین بیٹے نہیں

عباسی اور اس کے ہمنواؤں کا یہ تو جیہہ پیدا کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابناء نامی اپنے نواسوں کو کس طرح شامل فرما سکتے تھے جبکہ وہ ابناء نامی کا صاف مطلب ہمارے بیٹے ہے چونکہ نواسے بیٹے نہیں ہو سکتے اس لئے یہ بالکل فرضی افسانہ ہے کہ آپؐ نے مباہلہ میں شمولیت کے لئے جناب حسین کریمین کا انتخاب فرمایا۔

چونکہ یہ سب باتیں خلافِ واقعہ ہیں اس لئے مباہلہ ہوا ہی نہیں اور ہاں البتہ اگر مباہلہ ہوتا تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابناء نامی تعمیل میں اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیتے نہ کہ اپنی بیٹی کے بیٹوں جناب حسن و حسین علیہما السلام کو لیتے۔ خارجیوں کے اس فرضی شاخسانہ کے جواب میں نہایت اختصار سے کام لیتے ہوئے چند دلائل ہدیہء قارئین ہیں۔

اول یہ کہ نبی المختار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطعی طور پر صاحب اختیار اور مختارِ کل ہیں آپؐ مأمور من اللہ اور ماؤن من اللہ

ہیں آپ کو کبھی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہے کہ جس کے لئے بھی چاہیں کوئی بات مخصوص کر دیں مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جناب سلمان فارسی اور جناب اسامہ بن زیدؓ کو فرمانا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ہم اس کے علاوہ سینکڑوں ایسے امور یہاں بیان کر سکتے ہیں جن میں حضور سرور کونینؐ نے متعدد لوگوں کے لئے مختلف تخصیصات فرمائی ہیں لیکن طوالت سے بچنے کے لئے صرف وہی ایک دلیل پیش کی ہے جو بالعموم خارجی لوگ ”اہل بیت مصطفیٰ“ کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ اس دلیل سے یہ لوگ منحرف ہونے کی ہرگز کوشش نہیں کریں گے اور تسلیم کریں گے کہ ایسے ہی سرکارِ دو عالمؐ نے اپنے نواسوں کو اپنا عہد میں شامل فرمایا تھا۔

دوم یہ کہ اگر مباہلہ ہوتا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لیتے نہ کہ نواسوں کو، تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جب اہل نجران مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو بعض روایات کے مطابق اُس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حسرت آیات ہو چکی تھی۔ ثقہ روایات کے مطابق آپؐ نے ۱۶ ماہ کی عمر مبارک میں ہی ربیع الثانی ۱۰ھ میں انتقال فرمایا جب کہ نجرانی عیسائی اسی سال بَجب المَرَجَب کے مہینہ میں مدینہ منورہ پہنچے۔

بعض روایات کے مطابق نجرانی عیسائی اسی ماہ میں آئے تھے جس

مہینے میں جناب ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا۔

ایک روایت کے مطابق وہ جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال مبارک سے دو مہینے پہلے یعنی صفر المظفر میں آئے تھے اور اگر اس روایت کو ہی درست تسلیم کر لیا جائے تو رسول غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرست رسالت کو خراج عقیدت پیش کرنا پڑے گا کہ آپ نے محض اس وجہ سے انہیں شامل نہیں کیا ہو گا کہ اگلے چند روز میں ان کا انتقال ہونے والا ہے اور اگر مباہلہ کے فوراً بعد جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارِ خداوندی میں پہنچ جاتے تو عیسائیوں کے علاوہ یہودیوں اور مشرکین وغیرہ پر اس کا ردِ عمل کیا ہوتا۔

قرین قیاس یہی ہے کہ یا تو نجرانی عیسائی رجب المرجب نہ اھ میں آئے تھے یا پھر صفر المظفر اھ میں یہ واقعہ پیش آیا تھا کیونکہ عیسائیوں کے صلح نامہ میں ہر سال دو ہزار جوڑے کپڑے جزیہ کی صورت میں ادا کرنے کے لئے جو دو قسطیں مقرر ہوئیں ان میں انہیں دو مہینوں کا نام لکھا گیا تھا یعنی عیسائی کپڑوں کا ایک ہزار جوڑا رجب میں اور ایک ہزار جوڑا صفر کے مہینہ میں ادا کرتے رہیں گے۔

علاوہ ازیں ثقہ روایات کے مطابق جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش دولت کدہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے ایک لوہار کی

بیوی کے سپرد تھی جو دایہ کے فرائض سرانجام دیتی تھی اور اس کا گھر آپ کے گھر سے کافی دور تھا تاہم اگر جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت بقید حیات ہوتے اور آپ انہیں شامل فرمانے کا ارادہ رکھتے تو انہیں گھر میں منگوا لینا اتنا مشکل بھی نہیں تھا مگر فرستِ نبوت کو چیلنج کرنا بذاتِ خود ایک شرمناک جسارت اور رزالت و ضلالت کی انتہا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتخاب پر جرح قدح کرنا سوائے اسلام سے رُوگردانی کے اور کچھ بھی نہیں۔ اس قسم کی خرافات کہ ایسا تھا تو ایسا ہونا چاہیے تھا یہ کیوں ہوا۔ اگر ایسے ہوتا تو حضور کو ویسا کرنا چاہیے تھا وغیرہ وغیرہ سب کی سب شیطنت اور کفر و ضلالت ہے۔

سوم یہ کہ محض مباہلہ کے دن پر ہی یہ امر موقوف نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حسنین کریمین کو اپنے بیٹے فرمایا بلکہ آپؐ اکثر طور پر اپنے بیٹے ہی فرمایا کرتے تھے اور آپؐ کا یہ ارشاد خارجیوں کے نزدیک بھی ثقہ ترین کتب احادیث میں موجود ہے کہ تمام پیغمبروں کی نسل اُن کی پُشت سے چلی اور میری نسل صُلبِ علی سے چلی ہے۔

علاوہ ازیں یہ حدیث تو خوارج کو بار بار پیش کرنا پڑتی ہے کہ امیر معاویہ اور حسن علیہ السلام کے درمیان صلح کی پیش گوئی فرماتے ہوئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ، میرا یہ بیٹا دو مسلمان گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔

کیا یہ مقام حیرت نہیں کہ اُس حدیث میں تو بڑے دھڑلے کے ساتھ جناب امام حسن علیہ السلام کو ابن رسول اللہ تسلیم کیا جاتا ہے اور آیت مباہلہ کے وقت اس قسم کی تاویلیں کی جاتی ہیں کہ امام حسن و حسین تو آپ کے نواسے تھے آپ نواسوں کو بیٹے کیسے قرار دے سکتے تھے لہذا ابناء نامیں جناب حسنین کریمین آہی نہیں سکتے وغیرہ وغیرہ اگرچہ ہماری خواہش ہے کہ مسئلہ میں انتہائی اختصار سے کام لیا جائے لیکن وضاحت طلب امور بغیر تفصیل میں جانے کے تشنہ تکمیل رہتے ہیں۔

حالانکہ ابناء نام کی بحث اب بھی مزید تشریح کی متقاضی ہے لیکن اُسے یہاں اس لئے قلم انداز کر دیا گیا ہے کہ وہ نہایت لطیف واضح اور بے شمار حوالہ جات سے مزین پوری کی پوری بحث ہماری کتاب ”شہید ابن شہید“ جلد دوم میں موجود ہے قارئین اگر اس مسئلہ کی وضاحت کا مزید اشتیاق رکھتے ہوں تو کتاب مذکورہ بالا کا مطالعہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں جن مفسرین کرام نے انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آیت مباہلہ میں ابناء نام سے مراد جناب حسنین کریمین علیہما السلام ہی ہیں۔ اُن کی تفصیل بھی لفظ اَنْفُسَنَا کی بحث میں ملاحظہ کریں کیونکہ جن مفسرین نے اَنْفُسَنَا سے حضور سرور کو نبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مراد لیا ہے وہ سب کہ سب نساء نام سے جناب سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ

علیہا اور ابناءِ منا سے جناب حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذواتِ مبارکہ کو ہی مراد لیتے ہیں۔

انہی الفاظ پر اس بحث کا اختتام کیا جاتا ہے تاہم آئندہ اوراق میں ہم کئی ایک معروف ثقہ کتابوں کے حوالہ جات آیتِ مباہلہ کے ضمن میں پیش کر رہے ہیں۔ جن میں قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ آیتِ مباہلہ کی تفسیر بننے والے پختن پاکؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔

علی نفس رسول نہیں؟

جیسا کہ ہم سابقہ اوراق میں بتا چکے ہیں کہ خوارج کی بھنوائی میں بعض سنی العقیدہ حضرات بھی جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نفسِ رسول ماننے سے گریز کرتے ہیں حالانکہ ایسا گمان کرنا قطعی طور پر خلاف واقعہ اور غیر حقیقی بات کو درست مان لینے کے مترادف ہے۔

اس سے پہلے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نفسِ رسول اور جانِ مصطفیٰ ہونے کے تفصیلی شواہد پیش کئے جائیں اختصار کے ساتھ ان چند احادیث کے ترجمہ کو اجمالی خاکہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے جن کی تصویر سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک مصرع میں اس طرح کھینچی ہے۔

لحمک لَحْمی جِسْمک جِسمی فرق نہیں مابینِ پیا

حضور امام الانبیاء تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام
اُمت کو مخاطب کر کے یہ اعلان فرما رکھا ہے کہ:

علی سے محبت کرنا ہم سے محبت کرنا ہے اور ہم
سے محبت کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔
علی سے عداوت اور بغض رکھنا ہم سے بغض و
عداوت رکھنا ہے اور ہم سے بغض و عداوت رکھنا اللہ
عزوجل سے دشمنی اور بغض رکھنا ہے۔

علی سے دوستی رکھنا، ہمیں دوست بنانا ہے اور
ہمارے ساتھ دوستی رکھنا اللہ تبارک و تعالیٰ کو دوست
بنانا ہے۔

علی کو تکلیف و ایذا دینا، ہمیں تکلیف و اذیت
دینا ہے اور ہمیں اذیت دینا خدا تعالیٰ کو اذیت دینا
ہے۔

علی سے محبت کرو ہماری وجہ سے اور ہم سے محبت کرو
اللہ تبارک و تعالیٰ کی وجہ سے۔

علی کا اکرام ہماری وجہ سے کرو اور ہمارا اکرام اللہ
تبارک و تعالیٰ کی وجہ سے کرو۔

علی کا گوشت ہمارا گوشت ہے اور علی کا خُون ہمارا خُون ہے۔

علی کا جسم ہمارا جسم ہے اور علی کی رُوح ہماری رُوح ہے۔

علی کا تعلق ہم سے ایسے ہے جیسے سر اور جسم۔

علی کا تعلق ہم سے ایسے ہے جیسے جسم اور رُوح۔

علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔

علی کا نور اور ہمارا نور ایک ہے۔

علی اور ہم ایک نور سے ہیں۔

علی اور ہم ایک درخت سے ہیں۔

علی ہمیں ایسے ہے جیسے ہماری جان۔

علی ہمارے بعد تمام مومنوں کے ولی ہیں اور جس کے ہم ولی ہیں اُس کے علی ولی ہیں۔

علی تمام مومنوں کے مولا ہیں جس کے ہم مولا ہیں اس کے علی مولا ہیں۔

جس نے علی سے صلح رکھی اُس نے ہم سے صلح رکھی اور جس نے علی سے جنگ کی اُس نے ہمارے ساتھ جنگ کی۔

ہر نبی کا وارث وصی ہوتا ہے اور ہمارا وارث وصی علی ہے۔

ہمارا پیغام سوائے علی کے کوئی دُوسرا نہیں پہنچا سکتا۔ اپنا پیغام یا ہم خود پہنچائیں گے یا علی پہنچائیں گے۔

سرکارِ دُعا لعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم بارگاہِ الہی میں عرض کرتے ہیں۔

یا اللہ! علی سے محبت کرنے والوں کو اپنا دوست بنا اور علی سے دشمنی رکھنے والوں کو اپنا دشمن بنا۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے حضور تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یا علی جس نے تمہاری اطاعت کی اُس نے ہماری اطاعت کی اور جس نے ہماری فرمانبرداری کی اُس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی اور جس نے تمہاری نافرمانی کی اُس نے ہماری نافرمانی کی اور جس نے ہماری نافرمانی کی اُس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کی اور سرکشی کی۔

یا علی تمہاری محبت ہماری محبت ہے اور تمہارا دوست اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے۔ تمہارا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ اور ہمارا دشمن اللہ تبارک و تعالیٰ کا دشمن ہے۔

یا علی ہمارا فارق اللہ تبارک و تعالیٰ میں فرق کرنے والا ہے اور جس نے تم میں فرق کیا اُس نے ہم میں فرق کیا۔

تُو اور نہی میں اور نہی

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند ارشاداتِ عالیہ کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد ہم اہل انصاف حضرات سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ

اگر کوئی شخص کسی ایک روایت کو مختلف تاویلوں کی نظر بھی کر دے تو اسے حاصل کیا ہوا اور اُس نے اس بے جا کوشش سے اہل سنت و جماعت کی کون سی خدمت سرانجام دی۔

تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تعلقات کو جن جن صورتوں میں واضح فرمایا ہے، وہ کسی دوسری دلیل کے محتاج نہیں اور نہ ہی وہ کسی تاویل کا سہارا طلب کرتے ہیں۔ بلکہ قطعی طور پر اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں۔

تاکس نہ گوید بعد ازیں
من دیگرم تُو دیگرِ

آیتِ مباہلہ کے ضمن میں ہم قدما مفسرین کی متعدد تفاسیر کی روشنی میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ واضح کر چکے ہیں کہ رسول ہاشمی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادِ ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے نساءِ نامیہ میں جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اور ابناءِ نامیہ میں جناب حسین کریمین علیہما السلام کو اور انفسنا میں اپنی ذاتِ ستودہ صفات کو اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شامل فرمایا تھا۔

اگر ان تمام روایات کی تشریحات اور متن کو جو ہم اب تک آپ کے سامنے پیش کر چکے ہیں رکھ کر تجزیہ کیا جائے تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جانِ رسول مان لینے اور انفسنا میں شامل کر لینے میں عقلی طور پر بھی

کوئی امر مانع نظر نہیں آتا۔

جان نہیں داماد

بائیں ہمہ جو صحت مند لوگ، ٹھوس اور درست مسلک کے پیروکار ہونے کے باوجود محض ایک گروہ کی مخالفت کے پیش نظر افسنا میں حیدر کرار کو شامل کرنے سے گریز کرتے ہیں اُن کی بات کیسے تسلیم کی جاسکتی ہے۔ حالانکہ وہ نہ تو خارجیوں کی طرح آیت مباہلہ میں پیچتن پاک کی شمولیت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اُن کے دل میں بظاہر بغضِ اہل بیت کا کوئی شائبہ موجود ہے۔

ان حالات میں اُن کی من گھڑت تاویل کا سختی سے نوٹس لینا کس قدر مشکل کام ہے کہ حضرت علی افسنا میں نہیں ابناء میں شامل تھے کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد تھے اور داماد بیٹے کی جگہ ہوتا ہے۔

ہم اُن کی اس خود ساختہ دلیل کو مسترد کر دینے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں جبکہ ہمارا واسطہ تو اُن لوگوں سے پڑا ہوا ہے۔ جو اہل بیتِ مصطفیٰ کی شان میں آنے والی ہر روایت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے مذموم عزائم لے کر میدانِ عمل میں آچکے ہیں۔

بہر حال قارئین کرام کو اتنا ضرور بتائیں گے کہ اگر کوئی شخص حضرت

علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اَنفَسَا کی بجائے اِبناءءِنا میں شمار کرتا ہے یہ تو اس کی اپنی رائے اور ذاتی خیال ہے بلکہ فی الحقیقت یہ تفسیر بالرائے ہے، کیونکہ جمہور مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ اَنفَسَا سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذواتِ مبارکہ ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم ضمن میں متعدد تفاسیر کے حوالے ہدیہء قارئین کریں۔ اس امر کی نشاندہی کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آخر اس قسم کی تفسیر بالرائے کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور وہ کون سی مصلحت ایسی تھی جس کی بناء پر ایک سیدھی سی بات کو چستان بنانا پڑا۔

مصلحت یہ تھی

ایک مسلمہ حقیقت سے انحراف کی وجہ وہ خود ہی اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ

ایک گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جانِ رسول ہونے کی حیثیت سے خلیفہ رسول بلا فصل ثابت کرتا ہے۔

یہ تھی وہ وجہ جو تفسیر بالرائے کرانے کا موجب بنی، حالانکہ یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ کسی گروہ کی تردید میں حقیقت کو تبدیل کرنے کی کوشش کر ڈالی جائے،

ہم کہتے ہیں کہ روافض کے اس خیال کی تردید کرنے کے لئے

تھوڑی سی محنت کر لی جاتی تو روایت کو غلط تاویل کی نذر کرنے کے بغیر بھی کام چلایا جاسکتا تھا۔

من گھڑت تفسیر کرنے کی بجائے خارجیوں کے باوا آدم ”ابن تیمیہ“ کا اس قسم کا قول دہرا دینا ہی کافی تھا کہ اگرچہ یہ روایت پنجتن پاک کے حق میں ہے اور انفسنا سے مراد بھی حضور سرور کونین اور حضرت علیؑ ہیں مگر اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔

ابن تیمیہ کیوں ؟

ہمارا یہاں یہ مقصد نہیں کہ لازمی طور پر ابن تیمیہ کا ذکر یہاں کیا جائے یہ ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ایک تو خارجیوں پر ایک بار پھر واضح ہو جائے کہ وہ آیت مباہلہ کو پنجتن پاک کے ہی حق میں مانتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ تفسیر بالرائے کرنے سے بہتر ہے کہ مخالفین کے غلط استدلال کو محکم سے مسترد کر دیا جائے۔

صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آیت مباہلہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نفس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلیم کر لینے کے بعد پوری قوت سے تحریر فرماتے ہیں کہ ”ان احادیث سے جنہیں ایک گروہ اپنے جواز میں پیش کرتا ہے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بلا فصل ہیں۔“

علاوہ ازیں دیگر متقدمین مفسرین کی سینکڑوں ایسی تحریریں مل سکتی تھیں جنہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بالفصل کے ثبوت میں پیش کیا سکتا ہے۔

اگرچہ اس میں قدرے مشقت تو ضرور ہوتی، تاہم ایک تو تفسیر بالرائے کرنے سے نجات حاصل ہو جاتی اور دوسرے اہلسنت وجماعت کے لئے انتہائی کارآمد ذخیرہ جمع ہو جاتا۔

بہر حال قارئین کرام! پہلے تو چند معتبر کتب تفسیر کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جن سے واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”ابناء نا“ میں نہیں بلکہ ”انفسنا“ میں شامل فرمایا تھا لہذا علی نفس رسول اور جان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

﴿۱﴾ عن شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
انفسنا وانفسکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم وعلی کرم اللہ وجہہ الکریم .

ابناء نا وابتاء کم الحسن والحسین .
نساء نا ونساء کم فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہم .

﴿دلائل النبوة صفحہ ۲۹۸﴾

﴿۲﴾ ﴿انفسنا وانفسکم﴾ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی ابن ابی طالب.

﴿ابن کثیر ص ۳۷۱﴾

﴿۳﴾ ﴿انفسنا وانفسکم﴾ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی ابن ابی طالب.

﴿تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۹﴾

﴿۳﴾ ﴿انفسنا وانفسکم﴾ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی .

﴿در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۸﴾

﴿۵﴾ ﴿وانفسنا﴾ عن نفسه وعلیا.

﴿خازن جلد ۱ صفحہ ۱۶۳﴾

﴿۶﴾ ﴿وانفسنا﴾ عن نفسه وعلیا.

﴿معالم التنزیل جلد ۱ صفحہ ۱۶۳﴾

﴿۷﴾ ﴿انفسنا وانفسکم﴾ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی ابن ابی طالب.

﴿عرائس البیان جلد ۲ صفحہ ۳۵۱﴾

﴿۸﴾ ﴿انفسنا وانفسکم﴾ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی .

﴿تفسیر مدارک جلد ۱ صفحہ ۱۶۱﴾

﴿۹﴾ ﴿انفسنا وانفسکم﴾ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی .

﴿تفسیر ابی سعود جلد ۲ صفحہ ۶۹۸﴾

﴿ ۱۰ ﴾ انفسنا وانفسکم ﴿ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی ابن ابی طالب:

﴿ الاتقان جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ ﴾

﴿ ۱۱ ﴾ انفسنا وانفسکم ﴿ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی ابن ابی طالب:

﴿ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۵ ﴾

﴿ ۱۲ ﴾ انفسنا وانفسکم ﴿ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی کرم اللہ

وجہہ .

﴿ زاد المعاد صفحہ ۲۹۱ ﴾

﴿ ۱۳ ﴾ انفسنا وانفسکم ﴿ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ .

﴿ فتح الباری ﴾

تاویل بیگار ہے

اگرچہ اس ضمن میں دیگر بے شمار حوالہ جات بھی پیش کئے جاسکتے ہیں تاہم اہل علم و دانش کے لئے یہی کیا کم ہیں۔

ہماری مخلصانہ تحقیق کے مطابق یہ قطعی اور آخری بات ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”اَنفُسَنَا“ میں شامل فرمایا ہے لہذا اس کے خلاف جو کچھ بھی بیان کیا جائے گا وہ محض ایک ایسا مفروضہ ہوگا جو حقیقت سے کوسوں دُور ہو۔

بایں ہمہ اگر کوئی شخص من گھڑت تاویلوں میں الجھنا چاہتا ہے تو یہ اُس کا اپنا ذوق ہے ہم اُسے کیا کہہ سکتے ہیں۔

البتہ اتنا ضرور ہم بتائیں گے کہ اگر آیت مُباہلہ میں پیش کردہ ان تمام حقائق سے رُوگردانی کرتے ہوئے ان تمام حوالہ جات سے صرفِ نظر

بھی کر لیا جائے تو جب بھی ایسی بے شمار احادیثِ مصطفیٰ موجود ہیں جن سے جنابِ علی علیہ السلام کا جانِ رسول ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اس لئے صرف ایک اس روایت میں تاویلیں پیش کرنا بے کار محض ہے۔

گذشتہ اوراق میں قارئین متعدد ایسی احادیث کا ترجمہ ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اپنے مخصوص ربط و تعلق کی کھلی وضاحت فرما رکھی ہے آخر پر اسی ضمن میں دو روایتوں کا ترجمہ مزید ملاحظہ فرمائیں۔

علی جان رسول ہیں

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے ارضِ جذام جسے السلاسل بھی کہتے ہیں روانہ فرمایا۔

﴿کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۶﴾

وہاں سے کامیاب ہو کر لوٹنے کے بعد میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی عزیز نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں نے اپنا یہ خیال بارگاہِ مصطفویٰ میں پیش کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! فداک امی وابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ عزیز کون ہے ؟

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! عائشہ
میں نے عرض کیا ! میں نے عورتوں کے متعلق سوال نہیں کیا، تو
آپ نے فرمایا ! عائشہ کا باپ

میں نے عرض کی ! ابو بکر صدیقؓ کے بعد کون پیارا ہے ؟

آپ نے فرمایا ! حفصہ

میں نے پھر عرض کی کہ میں نے عورتوں کے متعلق نہیں پوچھا تو
آپ نے فرمایا ! حفصہ کا باپ

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان
ہوں علی کہاں گئے ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو
مخاطب کر کے فرمایا اس کو دیکھو یہ میری جان کے متعلق سوال کرتا ہے۔

﴿اسد اللہ صفحہ ۲۷﴾

درج ذیل روایات کی تفصیل قارئین غزوہ طائف اور بنو ثقیف کے
اسلام قبول کرنے کے ضمن میں مع حوالہ جات ملاحظہ فرمائی چکے ہیں اس
لئے محض ترجمہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ
جب فتح مکہ کے بعد طائف میں پہنچے تو سترہ یا انیس راتوں کا محاصرہ کے بعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

اُس خطبہ میں آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد

فرمایا کہ میں تمہیں اپنی عزت کے ساتھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اور اس کے عوض کو حق کوثر کا وعدہ کرتا ہوں اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم نے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیا تو تمہاری طرف ہماری جانب سے ایک ایسا شخص آئے گا جو تمہاری گردنیں اُڑا دے گا اور وہ شخص مجھے ایسے ہے جیسے کہ میری جان اور پھر آپ نے جناب حیدر کرار کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ وہ شخص یہ ہے۔

اور یہی خطبہ آپ نے بنو ثقیف کے وفد کے سامنے ارشاد فرمایا جو بغرض صلح مدینہ منورہ آیا تھا۔ آپ نے انہیں واضح طور پر فرمایا کہ اگر تم نے احکامات خداوندی میں فروگزاشت کرنا چاہی تو وہ شخص جو مجھے میری جان کی طرح ہے تمہاری گردنیں اُڑا دے گا اور وہ شخص علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

حوالہ جات

اب آپ آیت مباہلہ کے ضمن میں حوالہ کی ان کتابوں کے نام ملاحظہ فرمائیں جن میں شرکائے مباہلہ بچتے ہیں پاک ہی کو بتایا گیا ہے۔

- ﴿۱﴾ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۸
- ﴿۲﴾ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۳۶
- ﴿۳﴾ المستدرک للحاکم جلد ۲ صفحہ ۵۹۴
- ﴿۴﴾ تلخیص ذہبی جلد ۲ صفحہ ۵۹۲
- ﴿۵﴾ مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۴۲۴
- ﴿۶﴾ تحفۃ الاخوان شرح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۲۲
- ﴿۷﴾ فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۳
- ﴿۸﴾ مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲ صفحہ ۳۶۲
- ﴿۹﴾ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۷
- ﴿۱۰﴾ اشعات اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۶۸۴
- ﴿۱۱﴾ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۱۴۶

- ﴿١٢﴾ لمعات شرح مشکوٰۃ جلد ٨ صفحہ ٣٣٩
- ﴿١٣﴾ مرآۃ شرح مشکوٰۃ جلد ٧ صفحہ ٢٣٢
- ﴿١٤﴾ دلائل النبوة صفحہ ٢٩٨
- ﴿١٥﴾ البدایہ والنہایہ ٣٥/٨
- ﴿١٦﴾ زاد المعاد ﴿ابن قیم﴾ جلد ١ صفحہ ٢٩١
- ﴿١٧﴾ الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ٢ صفحہ ٥٠٢
- ﴿١٨﴾ الاستعیاب
- ﴿١٩﴾ اسد الغابہ جلد ٣ صفحہ ١٢
- ﴿٢٠﴾ مدارج النبوة جلد ٢ صفحہ ٢٣٢
- ﴿٢١﴾ نسیم الریاض شرح شفاء جلد ٣ صفحہ ٢٦٤
- ﴿٢٢﴾ ریاض النضرۃ فی مناقب عشرۃ مبشرہ جلد ٢ صفحہ ٢٨٢
- ﴿٢٣﴾ صواعق محرقة صفحہ ١٠٤
- ﴿٢٤﴾ تاریخ الخلفاء صفحہ ١١٥
- ﴿٢٥﴾ معارج النبوة جلد ٢ صفحہ ٣٠٦
- ﴿٢٦﴾ طبقات ابن سعد جلد ١ صفحہ ٣٠١
- ﴿٢٧﴾ شرح فقہ اکبر صفحہ ١٣٢
- ﴿٢٨﴾ نور الابصار صفحہ ١٢٢
- ﴿٢٩﴾ اسعاف الراغبین صفحہ ١٠٦

- ﴿٣٠﴾ سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۵۴۴
- ﴿٣١﴾ سیرت رسول عربی صفحہ ۳۶۱
- ﴿٣٢﴾ الشرف المؤبد صفحہ ۱۰۶
- ﴿٣٣﴾ الکوکب الدرۃ صفحہ ۱۴۵
- ﴿٣٤﴾ مرعاة شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴
- ﴿٣٥﴾ کنز الاعمال جلد ۵ صفحہ ۱۱۲
- ﴿٣٦﴾ تاریخ اسلام جلد ۲ صفحہ ۱۱۹
- ﴿٣٧﴾ تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۳۰۱
- ﴿٣٨﴾ تفسیر روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۳۱
- ﴿٣٩﴾ تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۱۱۴
- ﴿٤٠﴾ تفسیر بحر الحیث جلد ۲ صفحہ ۴۴۵
- ﴿٤١﴾ تفسیر قرطبی جلد ۲ صفحہ ۱۰۵
- ﴿٤٢﴾ نہایہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷
- ﴿٤٣﴾ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴
- ﴿٤٤﴾ خصائص نسائی صفحہ ۱۴
- ﴿٤٥﴾ ینایج المودۃ صفحہ ۱۰۵
- ﴿٤٦﴾ مودۃ فی القربی صفحہ ۱۴
- ﴿٤٧﴾ مکتوبات مجدد

- (۴۸) تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۱۷۰
- (۴۹) تفسیر جامع البیان جلد ۱ صفحہ ۲۳۱
- (۵۰) تفسیر مواہب الرحمن جلد ۱ صفحہ ۴۲۶
- (۵۱) تفسیر فتح البیان جلد ۱ صفحہ ۴۰۵
- (۵۲) تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۳۶۹
- (۵۳) تفسیر جمل علی الجلالین جلد ۱ صفحہ ۲۸۳
- (۵۴) تفسیر صاوی علی الجلالین جلد ۲ صفحہ ۱۰۵
- (۵۵) تفسیر دُر منثور جلد ۲ صفحہ ۶۱
- (۵۶) زرقانی علی المواہب جلد ۵ صفحہ ۳۷
- (۵۷) ارشاد الساری شرح بخاری
- (۵۸) فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۳۲۲
- (۵۹) تحفہ اثناء عشریہ صفحہ ۱۲۳
- (۶۰) تفسیر مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۱۴۷
- (۶۱) تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۹۹
- (۶۲) فتوحات مکیہ
- (۶۳) تفسیر نیشاپوری حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۱
- (۶۴) تاریخ ابن خلدون
- (۶۵) تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۳۰۲

﴿۶۶﴾ تفسیر معالم التنزیل جلد ۱ صفحہ ۳۰۲

﴿۶۷﴾ تفسیر جلالین جلد ۱ صفحہ ۱۵۰

﴿۶۸﴾ تفسیر عرأس البیان جلد ۲ صفحہ ۳۵۱

﴿۶۹﴾ تفسیر ابوسعود جلد ۲ صفحہ ۶۹۸

﴿۷۰﴾ تفسیر مدارک نفی جلد ۱ صفحہ ۱۴۱

﴿۷۱﴾ تاریخ طبری

﴿۷۲﴾ تفسیر حقانی جلد ۱ صفحہ ۱۵۳

﴿۷۳﴾ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۱

﴿۷۴﴾ تفسیر عدة الابرار جلد ۱ صفحہ ۲۲۸

﴿۷۵﴾ تفسیر مراح لبید صفحہ ۱۴۶

﴿۷۶﴾ تفسیر نعیمی جلد ۲ صفحہ ۶۳۷

﴿۷۷﴾ تفسیر بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۱۱۲



وَالطَّيْرُ وَالْطَّامُ عَلَى حَقِّهِمْ مَكِينًا
وَرَيْمًا وَأَسِيرًا

﴿سورة الزمر﴾

اعتذار

ناظرین ہمیں افسوس ہے کہ باوجود کوشش کے منتخب مضامین کو اُس صورت میں نہیں پیش کر سکے جو ہمارا منشا تھا، ہم چاہتے تھے کہ علی فی القرآن کے زیر عنوان مولائے کائنات سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں آنے والی تین صد آیات کو یکے بعد دیگرے نقل کر کے حوالوں سے مؤثرین کرتے مگر ہماری یہ کوشش اس لئے ثمر بار نہ ہو سکی اور نہ ہو سکتی ہے کہ جس ہولناک دور سے ہم گزر رہے ہیں اُس میں ایسا ہونا ممکن ہی نہیں، خوارج کی شورشوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور فیصلہ شدہ امور از سر نو نام نہاد ریسرچ کی زد میں آتے جا رہے ہیں حالانکہ یہ تحقیق سرے سے تحقیق کہلانے کی مستحق ہی نہیں بلکہ تحقیق جدید کے نام پر قرار واقعی حقائق کو مسخ کر دینے کی ایک گستاخانہ جرات اور مذموم کوشش ہے۔

اندریں صورت اُس ترتیب کو قائم رکھنا نہایت مشکل امر ہو کر رہ گیا ہے ہر ثقہ روایت اعتراضات کے بوجھ تلے دبائی جا رہی ہے اور ان خوارج کے اعتراضات کو رفع کرتے وقت کسی بھی بحث کا طویل ہو جانا لازم ہے۔ علاوہ ازیں ایسی کر بھاک صورت سے بھی گزرنا پڑتا ہے جو ہمیں ہرگز پسند

نہیں اور وہ صورت یہ ہے کہ کچھ ایسے لوگ بھی بحث میں شامل کرنا پڑتے ہیں جو الگ ہی رہتے تو اچھا تھا۔

بہر کیف ! اپنا ذوق پورا کرنے کے لئے آئندہ جلد میں زیادہ سے زیادہ آیات کو زینت بنانے کی کوشش کی جائے گی فی الحال آپ جناب شیر خدا علیہ السلام کی شان میں دو آیات مزید ملاحظہ فرمائیں،

jabir.abbas@yahoo.com

تاجدارِ ہل اُتی

امام المتَّقین، الشَّیخ الاجْمَعین، امیر المؤمنین، تاجدارِ ہل اُتی، مَرْتضیٰ، مشکشا، شیرِ خُدا، امام الاَوْصیاء سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حیاتِ طیبہ طاہرہ اور مبارکہ اور معظمہ کا ہر گوشہ اس قدر منور، اس قدر تابندہ اور اس قدر درخشندہ ہے کہ اس کی آفتابی شُعاعوں اور ماہتابی کرنوں کا راستہ روکنے والے تعصُّب و عناد کے ہزاروں ابرِ سیاہ کے ٹکڑے اُٹ اُٹ کر آتے رہے مگر خود ہی پاش پاش ہو کر وادیِ فنا میں گم ہوتے گئے۔

درج ذیل واقعہ اور اس کے ضمن میں آنے والی آیتِ کریمہ جنابِ حیدر کرار علیہ السلام کی عظمت و رفعت کی وہ ائمہ تصویر ہے جسے کسی بھی طرح دھندلایا نہیں جاسکتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باایں ہمہ یہ واقعہ بھی عقل کے دامِ فریب میں جکڑے ہوئے لوگوں کی دستِ برد سے محفوظ نہیں رہ سکا۔

ہم آئندہ اوراق میں اس واقعہ کی اہمیت کم کرنے والے حضرات کے عقلی دلائل کا شاخسانہ پیش کرنے کے بعد انشاء اللہ العزیز اس کا ردِ بلیغ بھی ہدیہء قارئین کریں گے۔ فی الحال آپ وہ واقعہ تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں جس کی وجہ سے جنابِ علی شیرِ خدا علیہ السلام کو تاجدارِ ہل اُتی کہا جاتا ہے۔

تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی زیر آیت وَيُطْعَمُونَ
الطَّعَامَ عَلَىٰ حَبِّهِ مَسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا“ نقل فرماتے ہیں،

بیماری میں منت ماننا

تفسیر واحدی اور دوسری تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت امامین
حسین کریمین علیہما السلام ایک دفعہ بیمار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اپنے صاحبزادگان والا شان کی عیادت کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ
علیہم اجمعین کی کثیر جماعت کے ساتھ تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ
تعالیٰ عنہم سے ایک شخص نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی
خدمت میں مشورۂ عرض کیا! آپ اپنے صاحبزادگان علیہم السلام کی
مرض سے رہائی کے لئے نذر مقرر فرمالیں اور منت مان لیں۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس مشورہ کو شرف قبولیت سے
نوازتے ہوئے فرمایا کہ میں خُداوندِ قدوس جلّ وعلا کے لئے تین روزے
نذر کرتا ہوں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ نذر مقرر کی تو سیدۃ النساء
العالمین، بضعة الرسول خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور آپ
کی کنیز جناب فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اپنے اپنے لئے یہی نذر مقرر
کر لی، یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ صاحبزادگان کو صحت یاب فرمائے تو ہم بھی تین

تین روزے رکھیں گی۔

روزوں کی منت مانی گئی تو خداوندِ قدوس جلّ مجدہ الکریم نے فضل فرمایا اور امامین کریمین علیہما السلام شفا یاب ہو گئے، چنانچہ تینوں بزرگواروں نے ایفاءِ نذر کرتے ہوئے پہلا روزہ رکھ لیا۔

خاندان رسالت کا فقیر

روزہ تو رکھ لیا گیا مگر اس روز افطاری کے لئے دولتِ کدہ بتول میں کھانے کی کوئی چیز بھی موجود نہیں تھی، جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ حال دیکھا تو آپ ایک خیریری یہودی شمعون نامی غلہ فروش کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے قرض کی صورت میں اناج طلب فرمایا۔

یہودی پھر یہودی تھا عداوتِ اسلام تو ان لوگوں کے سینوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اس نے اُدھار غلہ دینے سے پہلے تو صاف انکار کر دیا اور پھر کافی رد و کد کے بعد بارہ آثارِ جو دینے پر رضامند ہو گیا۔

جناب شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام وہ جو لے کر گھر تشریف لے آئے تو جناب سیدۃ النساء العالمین بنتِ رسول سیدہ زہرا بتول صلوة اللہ علیہا نے اُن میں سے ایک تہائی جو خود اپنے مقدس ہاتھوں سے چھٹی میں پس کر آٹا فِضّہ کنیر کے حوالے فرما دیا اور فِضّہ نے پانچ روٹیاں اہل خانہ کے اعداد کے

مطابق پکالیں، چنانچہ جب افطاری کا وقت ہوا تو وہ روٹیاں سامنے رکھ کر ابھی کھانے کی تیاری کر رہی رہے تھے کہ اچانک دروازہ پر کسی سائل نے آواز دی یا اہلبیت محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو، میں گدایانِ اسلام میں سے ایک گدا ہوں اور آپ کے دروازے پر آیا ہوں کہ مجھے کچھ کھانے کے لئے عطا کیا جائے میرے اہل و عیال پانچ افراد پر مشتمل ہیں آپ ہمیں کھانا کھلائیں اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس کے خوانہائے نعمت سے کھانا کھلائے۔

عطائے اہل بیت

حضرات اہلبیت کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے مسکین کی صدائیں تو پانچوں روٹیاں اٹھا کر اس کے حوالے کر دیں اور خود پانی سے روزہ افطار فرما لیا اور سوائے پانی کے کچھ بھی نہ کھایا۔

صبح ہوئی پھر روزہ رکھ لیا گیا اور روزِ اوّل کی طرح ایک تہائی جو پیس کر پانچ روٹیاں تیار کر کے اسی طرح افطاری کے وقت کھانے کے لئے جمع ہوئے تو اچانک دروازے پر ایک یتیم کی صدا اٹھی کہ اے اہل بیت محمد یتیم ہوں کھانا عطا کیجئے

چنانچہ اہلبیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پانچوں روٹیاں یتیم کے حوالے کر دیں اور خود پہلے دن کی طرح پانی سے روزہ افطار کر لینے پر

ہی اکتفا فرمایا،

تیسرے دن پھر آخری روزہ رکھ لیا گیا اور باقی ماندہ جو پیس کرپانچ روٹیاں پکائی گئیں، افطاری کے وقت جمع ہوئے تو دروازہ پر ایک اسیر کی آواز آئی کہ اے اہلبیت محمد اسیر ہوں بھوکا ہوں کھانا کھلائیں تو خانوادہ رسول نے اس روز بھی سب روٹیاں اٹھا کر سائل کو حوالے کر دیں اور خود پانی کے چند گھونٹ پینے پر اکتفا فرمایا۔

جب چوتھی صبح طلوع ہوئی تو سب لوگوں پر بھوک کی وجہ سے ضعف و نقاہت کا یہ عالم تھا کہ حرکت کرنے کی طاقت بھی نظر نہیں آتی تھی اور بچے بھوک سے یوں ٹڈھال تھے جیسے کسی پرندہ کے ننھے ننھے بچے لرز رہے ہوں۔

بیتابیؑ مصطفیٰ

اُسی روز سرور کائنات حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صاحبزادگان والا شان امین کریمین کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے، تو بچوں کی کمزوری اور نقاہت کو دیکھ کر بیتاب ہو گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریمؑ سے پوچھا کہ میری بیٹی کہاں ہے ؟

جناب حیدر کرار نے عرض کی ! یا رسول اللہ وہ تو اپنی محراب میں نماز پڑھنے میں مشغول ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے اور اپنی مقدس بیٹی کا

حال دیکھا۔

حضور پر نور، تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیکرِ صبر و رضائی جنابِ سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اس حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ جنابِ سیدہ کا شکمِ اطہر کمرِ مبارک کے ساتھ لگا ہوا ہے اور نقابِ تہ کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں، سرِ کارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حال دیکھا تو آبدیدہ ہو گئے۔

تاجدارِ انبیاء کی چشمانِ مبارک کو آنسوؤں سے تر دیکھا تو اُسی وقت جبریل امین علیہ السلام پیغامِ خداوندی لیکر حاضر دربار ہو گئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ سورۃ مبارکہ ”الذہر شریف“ آپ کو اور آپ کی اہلیت کو مبارک ہو اور یہ آیات پڑھیں،

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَيْثُ مَسْكِينًا وَيَتِيمًا
وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لَوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ
مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾

ترجمہ ! اور کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکینوں کو اور یتیموں کو اور اسیروں کو ﴿۸﴾ اس ارادے سے کہ ﴿۹﴾ ہم تو تم کو بس اللہ ہی کی خوشنودی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔

﴿سورۃ الذہر آیت ۸، ۹﴾

متن ملاحظہ ہو۔

در واحدی و دیگر تفاسیر مذکورہ است کہ حضرت
امامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار شدند آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم برائے عیادت ایشان تشریف آوردند
وہمراہ آجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ بسیار آمدند
﴿رضی اللہ عنہم﴾ شخصے از آں جماعت حضرت امیر
المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ گفت کہ مرض فرزندان
شما صعب اس باشد کہ نذرے مقرر کنید، ایشان گفتند
کہ من سہ روزہ برائے خدا نذر کردم۔

حضرت خاتون جنت نیز ہمیں نذر بر خود مقرر
کردند و کنیزک ایشان کہ فضہ نام داشت نیز ہمیں نذر
مقرر کرد، حق تعالیٰ فصل خود فرمود کہ حضرت امامین رضی
اللہ عنہما شفا یافتند وہ ہر کسہ موافق نذر خود روزہ دار شدند
و در آں روز از اسباب خوردنی بچ موجود نہ بود۔

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ پیش
شمعون خیبری یہودی کہ غلہ فروش بود تشریف برد
قرض خواہ شدند و او بنا بر عداوت اسلام در دادن قرض
استادگی کرد آخر بعد کدوکاوش بسیار دوازہ آثار جو با

ایشاں داد بخانہ آوردند، حضرت خاتونِ جنت چہار
 آثارِ جو در آسیہ انداختند آس کردند کنیریک ایشاں پنج
 نان را آورده پیش حضرات گذاشت می خواستند کہ
 از آں نان ہا تناول فرمایند ناگاہ بر دروازہ گدائے آمدہ
 ایستادہ گفت کہ سلامِ خدائے تعالیٰ بر شما باداے اہلبیت
 محمد گدائے از گدایانِ اسلام بر دروازہ شما آمدہ است
 چیزے بخورانید و پنج کس در عیال دار و شمار حق تعالیٰ
 از خوان ہاں ہائے جنت خواہد خورانید۔

ایں صاحبان ہر پر پنج نان را ہاں گدا حوالہ
 کردند و غیر از آب آں شب چیزے خورد و صبح روزہ
 دار برخاستند چون شام شد وقت افطار طعام معلوم
 تیار کردہ بر دستار خوان نہاوند ناگاہ پیچھے پیدائند آں روز
 طعام معلوم را بہ یتیم دادند۔

و روزے سوم اسیرے پیدائند طعام آں روز
 با سیر دادند چون روز چہارم صبح خواستند مانند چوزہ
 جانورے می لرزیدند و از شدت گرنگی اصلاً طاقت
 حرکت نہانده بود، آں حضرت در آں روز برائے
 دیدن حضرت امامین تشریف آوردند، ایں حالت

را دیدہ بیتاب شدند و فرمودند کہ دختر من گجا است ؟
حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ عرض کردند یا رسول اللہ
در محراب خود مشغول بہ نماز است ۔ آں حضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش آں خاتون جنت تشریف
برداشتند ۔

دیدند شکم ایشان بالپشت چسپیدہ است و
ہر دو چشم ایشان فرورفتہ بہ سبب دیدن این حالت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشک ریز ہند ،
در ہمیں انشاء حضرت جبرائیل نزول فرمودد گفت کہ
بگیر اے پیغمبر این سورہ را مبارک شد خدا را اہل بیت
تو و این آیات خوانند بعد از اں حق تعالیٰ فتوح ظاہری
می فرمودد باز بایں شدت فقر مبتلا نہ شدند ، گویند کہ
دریں ہر سہ شب جبرائیل بصورت گدا و یتیم و اسیر شدہ
برائے امتحان صبر اہلبیت علیہ السلام تشریف آورد
بودند ۔“

﴿تفسیر فتح العزیز مطبوعہ دہلی پارہ ۲۹ صفحہ ۲۶۷﴾

﴿مؤلفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد اللہ

تبارک و تعالیٰ نے خاندانِ مصطفیٰ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے اور اس کے بعد پھر کبھی یہ لوگ اس قسم کی شدتِ فقر میں مبتلا نہیں ہوئے۔“

مفسرین فرماتے ہیں کہ ہر سہ شبِ جبرائیل علیہ السلام سوالی کی صورت میں مسکین، یتیم اور اسیر بن کر اہلیتِ کرام کے صبر کا امتحان لینے کے لئے حکمِ خداوندِ قدوس حاضر ہوتے رہے۔

اگرچہ تفسیرِ عزیزی کی اس واضح ترین عبارت کے بعد اس ضمن میں کوئی حوالہ بھی نہ پیش کیا جائے تو جب بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ شانِ اہلیت میں آنیوالی ہر آیت اور ہر روایت کا رخ کسی نہ کسی طرح کسی دوسری طرف پھیر دینے کا فریضہ پوری قوت سے سرانجام دیتے رہے ہیں اور دے رہے ہیں، اس لئے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو اس واقعہ کی صحت پر مزید استدلال کی صورت میں چند دیگر معتبر تفاسیر کے حوالے پیش کر دیئے جائیں اور پھر بعض لوگوں کے ان مضطرب اور منتشر خیالات کو غلط محض ثابت کر دیا جائے جو اس کے برعکس متصور کئے ہوئے ہیں۔

تفسیر خازن

تفسیر معالم التنزیل

تفسیر فتح البیان

علامہ خازن تفسیر خازن میں اور علامہ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں اور نواب صدیق حسن بھوپالی تفسیر فتح البیان میں روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیات کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان اقدس میں نازل ہوئی ہیں اور اس کی تفصیل یہ ہے۔

کہ آپ کسی یہودی سے کچھ جولائے اور اُن میں سے ایک تہائی کو پس کر روٹیاں پکائیں۔ ابھی آپ نے کھانا بھی نہیں شروع کیا تھا کہ ایک مسکین نے روٹی کا سوال کیا آپ نے وہ تمام روٹیاں اٹھا کر اُسے عطا فرمادیں۔ پھر دوسری تہائی کی روٹیاں پکائی گئیں اور ابھی آپ نے کھانا شروع بھی نہیں فرمایا تھا کہ ایک یتیم نے سوال کیا تو آپ نے وہ سب کی سب روٹیاں اٹھا کر اس یتیم کے حوالے کر دیں۔

تیسری دفعہ باقی ماندہ آٹا یعنی آخری تہائی کی روٹیاں پکائی گئیں اور

ابھی آپ نے کھانا بھی شروع نہیں کیا تھا کہ مشرکین میں سے ایک قیدی نے روٹی کا سوال کر دیا تو آپ نے وہ تمام روٹیاں اٹھا کر اُس کو عطا فرمادیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی،

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا
وَأَسِيرًا ﴿٤﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نَرْيدُ
مِنْكُمْ جَزَاً وَلَا شُكُورًا ﴿٨﴾
متن ملاحظہ فرمائیں !

روى ابن عباس رضى الله عنهما انها نزلت فى
على بن ابي طالب رضى الله عنه وذلك انه
عمل ليهودى شئ من شعير فقبض ذلك
الشعير فطحن منه ثلثه واصلحوا منه شيئا يا
كلونه فلما فرغ اتى مسكين فسائل فاعطوه
ذالك ثم عمل الثلث الثانى فلما فرغ اتى يتيم
فسائل فاعطوه ذالك ثم عمل الثلث الباقي فلما
تم نفجه آتى اسير من المشكرين فسائل فاعطوه
ذالك وطووا ايونهم وليتهم فنزلت هذا الآية
ويطعمون الطعام على حبه الى آخر الآية .

﴿تفسير خازن ج چہارم ص ۱۸۶﴾

﴿تفسير معالم التنزيل ج ۳ ص ۱۸۶﴾

﴿تفسير فتح البیان جزوہم ۱۰ ص ۱۳۶﴾

تفسیر کبیر

امام فخر الدین رازیؒ زیر آیت تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مزید فرمایا کہ ہمارے اصحاب میں سے علامہ واحدی نے اپنی تصنیف کتاب البیضا میں نقل کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے اس کے بعد یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن و حسین علیہما السلام بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کو مع صحابہ کے تشریف لائے۔ الخ، آگے چل کر لکھا ہے۔

جناب فاطمہ الزہراؑ نے پانچ روٹیاں پکائیں تو مساکین میں سے ایک مسکین نے کہا اے اہل بیت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام مجھے کھانا کھلائیے اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو کھانا کھلائے گا۔

پھر لکھتا ہے کہ،

جناب علی علیہ السلام نے حضرت حسن اور حسین علیہما السلام کو ساتھ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ جناب فاطمہ الزہراؑ میں مصروف عبادت ہیں۔

دیگر متعدد تفاسیر میں مندرجہ بالا واقعات کی تفصیل اس طرح ہے کہ

یہ آیت کریمہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم، جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا اور جناب فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب حضرت حسنین کریمین علیہما السلام بیمار ہوئے تو ان تینوں نے نذر مانی کہ ہم تین روزے رکھیں گے، چنانچہ جب حضرات حسنین کریمین کو اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی تو جناب علی علیہ السلام ایک یہودی سے تین صاع جو لائے ان میں سے ایک صاع جو حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا نے پیس کر روٹیاں پکائیں اور اسی اثناء میں ایک مسکین نے کھانے کا سوال کیا۔

تو تمام روٹیاں سائل کو عطا کر دیں۔ اور اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی سے روزہ افطار کیا۔

دوسرے دن جناب فاطمہ الزہراؑ نے پھر ایک صاع جو پیس کر روٹیاں پکائیں تو ایک یتیم نے روٹی کا سوال کیا تو اہل بیت کرام نے تمام روٹیاں یتیم کو عطا فرمادیں اور پہلے دن کی طرح پانی سے روزہ افطار فرمایا۔

تیسرے روز حسب معمول جب پھر روٹیاں پکائیں گئیں تو ایک اسیر نے سوال کر دیا کہ یا اہل بیت محمدؐ بھوکا ہوں کھانا کھلائیں تو خاندان مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تمام روٹیاں اٹھا کر اس کے حوالے کر دیں اور خود پانی سے روزہ افطار فرمایا۔

ان هذا الآية نزلت في علي بن ابي طالب

عليه السلام والواحدى من اصحابنا ذكر في

كتاب البسيط انها نزلت في حق الحسن
والحسين عليهما السلام .

فروى عن ابن عباس رضي الله عنهما ان الحسن
والحسين عليهما والسلام مرضا فعادهما رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم . الخ

في اناس من شعير فطحنت فاطمه صاعا
واختبزت خمسة اقراص على عدهم فقمال
السلام عليكم مسكين من مساكين المسلمين
اطعموني اطعمكم الله اخذ على عليه السلام
الحسن والحسين ودخل على رسول الله عليه
والصلوة والسلام معهم فرائى فاطمة في
مهرابها .

﴿تفسير كبير جلد ۸ ص ۲۷۶﴾

دیگر تفاسیر میں ہے !

نزلت في علي وفاطمة وفضه جارية لهما
مرض الحسن والحسين رضي الله عنهما نذرو
اصوم ثلاثة ايام فاسقروض علي رضي الله عنه عن
يهودى ثلاثة اصوع من الشعير فطحنت فاطمة
رضي الله تعالى عنهما كل يوم صاعا وخبزت
ثلاثة عشايا على انفسهم مسكينا ویتیماً واسیراً

ولم يذوقوا الا الماء في وقت الفطار .

﴿تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۱۸﴾

﴿تفسیر نیشاپوری مع ابن جریر ج ۲۱ ص ۱۱۲﴾

﴿تفسیر مہامی ج ۱ ص ۳۷۹﴾ ﴿تفسیر کشاف ج ۲ ص ۲۳۲﴾

﴿تفسیر در منثور ج ۶ ص ۲۱۹﴾ ﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۷۲﴾

اعتراض

اس واقعہ پر بعض لوگوں نے جو اعتراض کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ چونکہ سورۃ الدھر شریف مکی ہے اور یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے اس لئے یہ آیات خاندانِ اہل بیت کی شان میں نازل ہونا قرین قیاس نہیں بلکہ واضح طور پر خلاف واقعہ ہے۔

جواب

اس انتہائی معمولی سے اعتراض کا جواب ایک تو یہ ہے کہ اصول تفسیر کی کتب کا منظر عام مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ بعض مکی سورتوں میں مدنی آیات بھی موجود ہیں اور ایسے ہی مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی بعض سورتوں میں مکی آیات موجود ہیں جیسا کہ سورۃ توبہ شریف پوری کی پوری مدنی ہے لیکن اس کی آخری دو آیات مکی ہیں یہی نہیں بلکہ اس قسم کی بیسیوں مثالیں کتب تفسیر میں موجود ہیں جن سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

دوسری خاص بات یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مسکین اور یتیم کے ساتھ اسیر کا بھی ذکر آیا ہے۔ جب کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی میں اسیر کا تصور ہی موجود نہیں چنانچہ مفسرین کرام نے بالوضاحت لکھا ہے کہ یہ اسیر مشرکین میں سے تھا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں کسی مسلمان کو قیدی بنایا ہی نہیں جاتا تھا۔

اب جبکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ طیبہ کی حیاتِ طیبہ میں بھی کسی مسلمان کے قیدی ہونے کا تصور موجود نہیں تو مکہ معظمہ میں کسی مسلمان کے اسیر ہونے کا گمان کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مفسرین قیدی کو مشرکین میں سے بتاتے ہیں جبکہ مکہ معظمہ میں مسلمانوں میں بظاہر وہ قوت ہی موجود نہ تھی، جس کے بل بوتے پر کسی کافر و مشرک کو قیدی بنا سکتے۔

مکی بھی اور مدنی بھی

چنانچہ تفسیر و منشور میں خاتم حفاظِ مصر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا دونوں اقسام کی روایات اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

اَوَّل:

نحاس سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الانسان ﴿الدھر﴾ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور ابن

مردویہ، ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں فرمایا کہ سورۃ
ہل اتی علی الانسان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ متن ہے،

اخرج النحاس عن ابن عباس قال نزلت

سورة الانسان بمكة واخرج ابن مردويه عن ابن

الزبير قال أنزلت بمكة سورة هل اتی علی

الانسان .

﴿تفسیر ذر منشور جلد ششم ص ۲۹۷﴾

دوم :

ابن غریس و ابن مردویہ اور بیہقی حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ سورۃ الانسان مدینہ منورہ ﴿ زاد اللہ
شرفہا ﴾ میں نازل ہوئی ہے متن ہے۔

واخرج ابن الغریس و ابن مردويه

والبیهقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال

نزلت سورة الانسان بالمدينة .

﴿تفسیر ذر منشور جلد ششم ص ۲۹۷﴾

اس ضمن میں دیگر بھی بے شمار آثار و اقوال اور اصول و شواہد پیش

کئے جاسکتے ہیں مگر خواہ مخواہ طوالت سے گریز کرتے ہوئے اس بحث کو انہیں

الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے۔ البتہ اگر کبھی ضرورت محسوس ہوئی تو تیسری جلد میں مزید

حوالے بھی پیش کر دئے جائیں گے۔

مسکین کو کھانا کھلانے کے لئے جناب سیدہ سے خطاب

اگرچہ تفاسیر و احادیث اور تواریخ و سیر کی متعدد کتابوں کے حوالہ جات اس ضمن میں پیش کئے جا چکے ہیں تاہم مسکین، یتیم، اور قیدی کو کھانا کھلانے کا واقعہ خود جناب حیدر کرار علیہ السلام نے اپنے اشعار میں بھی قلمبند کیا ہے جسے قارئین کی دلچسپی کے لئے نقل کیا جا رہا ہے جب مسکین نے آپ کے دروازہ پر روٹی کا سوال کیا تو آپ نے سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا سے فرمایا!

اے بزرگی کی مالک اور یقین کرنے والی فاطمہ! اور اے تمام لوگوں سے بہتر باپ کی بیٹی آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ آپ کے دروازہ پر ایک مسکین فریاد کر رہا ہے۔

اور وہ نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں دُعا کر رہا ہے اور نہایت غمزہ ہو کر ہم سے بھوک کی شکایت کرتا ہے۔
ہر شخص اپنے کئے ہوئے کام کا ذمہ دار ہے اور نیکی کرنے والا وہی ہے جو قرض دیتا ہے۔

فاطمۃ ذات الجد والیقین
یا بنت خیر الناس اجمعین

اما ترین البائس المسكين
قد قام بالباب له حين
يدعوا الى الله ويستكين
يشكروا الينا جائع حزين
كُل امرئ بكنهه رهين
وفاعل الخيرات من يدين

﴿ديوان علی علیہ السلام ص ۱۸۵﴾

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے جواب میں عرض فرمایا،
اے ابنِ عم! میں نے آپ کا حکم سنا بھی اور تسلیم بھی کیا میں ابھی
اسے کھانا کھلاتی ہوں اور مجھے بھوکے رہنے کی ہرگز کوئی پرواہ نہیں۔

امرک سمع یا ابن عم و طاعة
اطعمه ولا ابالی الساعة

﴿ديوان علی علیہ السلام صفحہ ۱۸۵﴾

یتیم کو کھانا کھلانے کے لئے سیدہ سے خطاب

اے سرورِ کونین اور بزرگ و کریم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
صاحبزادی فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا آج اس یتیم کو آپ کے دروازے

پر لایا ہے تو جو شخص اس پر رحم فرمائے گا وہ رحیم و مہربان ہوگا۔ اور اس کے لئے
اُس جنتِ نعیم کا وعدہ ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کینوں پر حرام کر رکھا
ہے۔

فاطمة بنت سید الکرم

بنت نبی لیس بالزیم

قد جاءنا لله بذالیتیم

من یرحم الیوم فهو رحیم

موعدہ فی جنة النعیم

حرما لله علی الیئم

جناب سیدہ کا جواب

اے میرے سرتاج میں اس یتیم کو کھانا ضرور عطا کروں گی۔ اور اپنی
بھوک کی ہر گز پرواہ نہ کروں گی اور اپنے بچوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کو
ترجیح دوں گی۔ میرے ان بچوں نے بھوکے رہ کر صبح سے شام کی ہے اور ان
میں سے میرا چھوٹا بچہ اچانک شہید کر دیا جائے گا۔ اور اس کے قاتل پر تباہی
اور وبال آئے گا۔

انی اعطیہ ولا ابالی

واوثر الله علی عیالی

وامسوا جیاعاً وھم شیالی

اصغر ھم یقتل باغتیالی

للقاتل الویل مع الوبال

﴿دیوان علی السلام ص ۱۶۴﴾

قیدی کو کھانا کھلانے کے لئے جناب سیدہ کو فرمایا

یا فاطمہ بنت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اے اس رسول اکرم
کی صاحبزادی جو دونوں جہان کی سردار ہیں،

اس ﴿اسیر کو﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازک گردن سے مڑین
کر کے نبیؐ، مہدیؑ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیدی بنایا ہے۔

یہ زنجیر میں بندھا ہوا اور طوق میں مقید ہو کر ہمارے پاس حد سے
بڑھی ہوئی بھوک کی شکایت لے کر حاضر ہوا ہے۔

آج جو کچھ بھی اس کو کوئی کھلائے گا، خُداوند اعلیٰ و بالا اور واحد و یکتا
کے پاس اس کا صلہ پائے گا۔

زراعت پیشہ نے جو بویا ہے وہی کالے گا۔ لہذا آپ بغیر کسی قسم کا
احساس جمائے اس کو کھانا کھلائیں، حتیٰ کہ اس کا وہ بدلہ عطا فرمایا جائے جس
کے لئے نہ زوال ہے نہ فنا۔

فاطمہ یا بنت النبی احمد
 بنت نبی سید مستردا
 قد زنه اللہ بجیرا غیدا
 هذا اسیر للنبی المہدی
 مُکبَلٌ فی غِلۃٍ متید
 يشکوا الینا الجوع قد تمددا
 من یطعم الیوم یجده فی غد
 عند العلی الواحد الموحدا
 ما زرع الزارع سوف یحصدا
 فاطمعی من غیر من انکدء
 حتی تجازی بالذی لا ینقد

جناب سیدہ کا جواب

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے جواب دیا اے سرتاج! جو کچھ آپ
 لائے تھے ان میں سوائے اس ایک صاع جو کے کچھ بھی باقی نہیں بچا اور میرا
 ہاتھ بھی پیانہ کے ساتھ جاتا رہا یعنی تھک گیا ہے۔
 خدا کی قسم میرے بچے بھوکے ہیں اور ان کا باپ نیکی اور خیرات
 کرنے والا ہے اور طرح طرح سے نیکی کرتا ہے۔

لم يبق مما جئت غير صاع
قد ذهبت كفى مع الذراع
ابنای واللہ من الجیاع
ابوہما للخیر ذو اصطناع
یصطنع المعروف باعتراع
﴿دیوان علی کرم اللہ وجہہ الکریم ص ۵۹﴾

jabir.abbas@yahoo.com

فصل دوم

محبت حیدر کرار

محبوب مومنین

تاجدارِ اہلِ اُتی امیر المومنین سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھنا مومن ہونے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔

محبت حیدر کرار علیہ السلام ایک ایسا معیار ہے جس کے پیش نظر ہر شخص آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ ایماندار ہے یا نہیں قارئین حیران ہونگے کہ یہی ایک بات بار بار کیوں کرتے ہیں جبکہ کسی ایک بات کو ایک ہی بار کہہ دینا کافی ہوتا تو اس کے جواب میں ہم آپکو یقین دلاتے ہیں کہ اس تکرار کی ذمہ داری ہم پر ہرگز عائد نہیں ہوتی بلکہ خُداوند قدوس جل وعلیٰ اور جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء نے محبت حیدر کرار کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے بار بار اس امر کا تذکرہ فرمایا ہے اور اگر وہ تمام فرامین خُدا اور رسول جو محبتِ علی کے بارے میں وارد ہیں ایک جگہ جمع کردئے جائیں تو سینکڑوں صفحات پر مشتمل ایک علیحدہ کتاب معرضِ وجود میں آ سکتی ہے اس لئے بغیر

تحرکی وادیوں میں گم ہونے کے بعد آپ یوں سمجھ لیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید فرقانِ حمید میں نماز پڑھنے کے لئے مسلسل سات سو بار اپنے ایک ہی حکم کا اعادہ کیا ہے۔

حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا کسی ایک بات کو ایک ہی مرتبہ ارشاد فرمادینا بہر صورت کافی ہے مگر اس بار بار کی تاکید میں نکتہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق کا حال بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ خالق حقیقی اور قادرِ مطلق کے علم ازلی میں یہ بات موجود تھی کہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد نمازوں سے جی چڑائیں گے۔

اور ان کا یہ تساہل ان کے لئے مصائب اور تباہیوں کا پیش خیمہ ہوگا اس لئے بار بار ایک ہی امر کا اعادہ کر کے واضح کر دیا گیا کہ انسان اپنی فطرت کے مطابق بار بار یاد دلانے پر ہی راہِ راست پر آسکے تو یہ غیر ممکن نہیں بلاتشبیہ یہی حال جناب علی علیہ السلام کی محبت کا ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکمِ ایزدی اہل اسلام کو بار بار متنبہ کیا کہ علی سے محبت رکھنا ہی مومن کی دلیل ہے۔ چونکہ امام الانبیاء رسولِ غیب دان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی طرح جانتے تھے کہ کچھ لوگ اسلام قبول کر لینے کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت سے تہی دامن ہوں گے۔

ان کے دلوں پر بغض و نفاق کی جہیں جم جائیں گی۔ اس لئے بار بار

اس امر کا اعادہ کیا گیا تاکہ جو لوگ ازلی شقاوت سے بچے ہوئے ہیں وہ راہِ راست پر آجائیں اور منافق ہونے سے بچ جائیں،

ہم آئندہ اوراق میں اس کے متعلق مزید وضاحت بھی پیش کریں گے۔ فی الحال آپ قرآن مجید کی ایک ایسی آیت ملاحظہ فرمائیں جس میں جناب حیدرِ کرار شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام کی محبت کو مومنوں کے دلوں میں اتار دینے کی ذمہ داری خود خالق کائنات جلّ مجدہ الکریم نے قبول کی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ
لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ☆

﴿سورة مريم آیت ۹۶﴾

ترجمہ: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کئے تو خدا اے رحمن اُن کے لئے محبت پیدا کر دے گا۔

مفسرین و محدثین کرام نے لکھا ہے کہ آیت مذکور تاجدارِ اہلِ اُتّی مرتضیٰ، مشکل کشا، شیرِ خدا، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ خداوندِ قدوس جلّ و علا کی طرف سے لوگوں کے محبوب کئے گئے ہیں۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ زیرِ آیت رقمطراز ہیں۔

تفسیر در منشور

ابن مردویہ اور دیلمی اپنی اپنی کتاب میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا یا علی! اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ دُعا کرو الہی مجھے اپنا وعدہ کیا گیا بنا اور مجھے اپنا محبوب بنا، اور مومنین کے دلوں میں میری محبت جاگزیں فرما، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ
لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا .

فرمایا کہ یہ آیت مولا علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

واخرج ابن مردويه والديلمي عن البراء
قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
لعلی قل اللهم اجعل لی عندک عهدا واجعل لی
عندک ودا واجعل لی فی صدور المومنین
مودّة.

فانزل الله إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا . قال فنزلت
على .

﴿در منشور جلد چہارم صفحہ ۲۸۷﴾

تفسیر کی اسی کتاب میں دوسری روایت اس طرح ہے: طبرانی اور

ابن مردویہ نے اپنی کتابوں میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے فرمایا کہ مومنوں کے دلوں میں علی کی محبت ہے۔

واخرج الطبرانی وابن مردويه عن ابن
عباس قال فنزلت في علي ابن ابي طالب ان
الذين آمنوا ، الى آخر الآية قال محبة في قلوب
المؤمنين .

﴿در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۸۷﴾

تیسری روایت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ حکیم ترمذی اور ابن مردویہ نے اپنی کتابوں میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان مَسْجَعُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وَدًّا . کا مطلب کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ محبت جو مومنین اور ملائکہ المقرّبین کے دلوں میں ہے اور پھر فرمایا، یا علی اللہ تعالیٰ مومن کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے۔

مشت و محبت اور حلاوت و ہیبت صالحین کے سینوں میں ہے۔

واخرج الحکیم الترمذی وابن مردويه عن علی

قال سئالت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
عن قوله "سيجعل لهم الرحمن ودا ما هو ؟ قال
المنحة في قلوب المومنين والملائكة المقربين
يا على ان الله اعطى المومن ثلاثة المنة والمنحة
والحلاوة والهابية في صدور المومنين .

﴿در منشور جلد ۲ صفحہ ۲۸۷﴾

انوار محمدیہ من مواہب الدنیہ ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ

سیرت کی مشہور کتاب مواہب الدنیہ میں علامہ نبھائی اور مناقب کی
عظیم کتاب ریاض النضرہ میں محبت طبری رقمطراز ہیں کہ نقاش نے ذکر کیا
ہے کہ،

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ
الرَّحْمَنُ وُدًّا .

حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے کوئی ایسا مومن نہیں دیکھا جو علی علیہ
السلام اور اہل بیت کرامؑ سے محبت نہ کرتا ہو۔

﴿گویا جس کے دل میں سیدنا حیدر کرار کی محبت نہیں وہ مومنین
کے زمرہ سے ہی خارج ہے﴾

وقد ذكر النقاش ﴿إِنَّ الدِّينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الْصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا﴾ ﴿نزلت في
علي﴾ وقال محمد بن الحنفية لا تجد مؤمنا الا
وهو يكب عليا واليية.

﴿انوار محمد من مواهب اللدنية مطبوعه مصر صفحہ ۴۳۶﴾
رياض النضرہ کی عبارت میں ہے۔ کوئی مومن باقی نہیں مگر اس کے
دل میں علی اور اہل بیت کی محبت ہے۔

لا یقی مومن الا وفي قلبه ودلعلی واهل

بیته

﴿الرياض النضره فی مناقب العشرہ جلد دوم صفحہ ۲۸۷﴾
﴿المحب طبری مطبوعه مصر﴾

تفسیر کشاف

زیر آیت علامہ زنجیری اپنی مشہور کتاب تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:
مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
الکریم کو فرمایا: یا علی کہے یا اللہ تو میرے لئے وعدہ فرما اور مومنوں کے سینوں
میں میری مودت قائم فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،
کہ بیشک جو ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے تو رحمن ﴿لوگوں کے
دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دے گا﴾

وروی ان السبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قال لعلي رضي الله عنه يا علي! قل اللهم اجعل
لي عند عهد واجعل لي في صدور المؤمنين مودة
فانزل الله هذه الآية.

﴿تفسير کشاف مطبوعه مصر جلد سوم صفحہ ۱۸﴾
﴿العلامة الزمخشري﴾

الصواعق المحرقة

طبرانی حسن سند کے ساتھ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
فرمایا جس نے ﴿علی کرم اللہ وجہہ الکریم﴾ سے محبت رکھی اُس نے مجھ سے
محبت رکھی ﴿اور جس نے مجھے محبوب بنایا اُس نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا اور
جس نے علی سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے عناد رکھا اور جس نے مجھ سے
عناد رکھا اُس نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے بغض رکھا۔

اخرج الطبرانی بسند حسن عن ام سلمة
عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال من
احب عليا فقد احبني ومن احبني فقد احب الله
ومن البغض عليا فقد البغضني ومن البغضني فقد
ابغض الله.

﴿الصواعق المحرقة صفحہ ۱۲۳﴾

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

بابِ محبت کا یہ مختصر ترین حصہ ہے جسے ہم نے یہاں ضرورتاً نقل کیا ہے ورنہ یہ تو ایک ایسا بحرِ بیکار ہے جسے ایک پوری جلد میں بھی نہیں سمایا جاسکتا، اس مقام پر چند اوراق پیش کرنے کی غایت یہ ہے کہ جو لوگ محض چند عقائد میں مقید ہو کر محبانِ علی ہونے کے دعوے دار ہیں وہ حضرت علی علیہ السلام سے ہی پوچھ لیں کہ اُن کا شیعہ اور اُن کا حیدر کون ہے چنانچہ اس سلسلہ میں ایک ثقہ روایت پیش خدمت ہے۔

محبتِ علی کا جھوٹا دعوے دار

اصح بن نباتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں جنابِ علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا، اسی اثناء میں ایک شخص بارگاہِ مرقضویٰ میں حاضر ہو کر عرض پر دار ہوا کہ اے امیر المومنین! میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہوں۔

مولائے کائنات تاجدارِ اہلِ التَّائِبِینِ، امیر المومنین، امام المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُس کا یہ زبانی دعویٰ سنا تو ارشاد فرمایا۔ اے مجھ سے دعویٰ محبت کرنے والے سن! مجھے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہزار نصیحت کی تعلیم ارشاد فرمائی ہے جن میں سے ہر ایک حدیث کا ایک ایک ہزار باب ہے۔

تمام لوگوں کی عالمِ ارواح میں ایک دوسرے سے باہم ملاقات

ہوئی تھی جس شخص کو وہاں کسی دوسرے کا تعارف حاصل ہو گیا وہ اس جہان میں بھی اس کے ساتھ خاص طور پر مانوس ہے اور ان میں اپنائیت اور یگانگت پائی جاتی ہے، اور جس شخص نے عالم ارواح میں کسی دوسرے کا انکار کیا اور اس کے لئے اپنے دل میں مغائرت کا جذبہ محسوس کیا تو وہ یقینی طور پر اس دنیا میں بھی اس سے اختلاف رکھتا ہے اور ذہنی طور پر اس کا منکر ہے۔

خُدا کی قسم! تم میرے ساتھ دعویٰ محبت میں ہرگز مخلص نہیں ہو بلکہ واضح طور پر کذب سرائی اور افتراء سے کام لے رہے ہو، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا چہرہ مجھ سے محبت کرنے والوں کے چہروں جیسا نہیں ہے اور تمہارا نام میرے محبتین کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔

محبتِ علی کا سچا دعویدار

جناب شیرِ خدا مرتضیٰ مشکل کشا علیہ السلام نے ابھی اپنی گفتگو ختم فرمائی کہ ایک اور شخص آپ کی بارگاہِ یکس پناہ میں حاضر ہو کر کہنے لگا امیر المؤمنین علیہ السلام میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی خاطر آپ کو اپنا دوست رکھتا ہوں۔

حضور مولائے کائنات علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یقیناً تم اپنے دعویٰ محبت میں سچے ہو، پھر فرمایا کہ ہماری طینت اور ہمارے حُباروں کی طینت خُداوندِ قدوس کے علمِ مقدس میں خزانہ کی صورت میں موجود ہے

چنانچہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشتِ انور میں اس سے وعدہ لیا گیا تھا کہ نہ تو اس طینت کے لوگ ایک دوسرے کو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی اس سے الگ طینت کے لوگ ان میں داخل ہو سکتے ہیں۔

اے میرے محب! تو اپنے لئے فقر کی ردا تیار کر لے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ،
خدا کی قسم! فقر ہمارے دوستوں کی طرف ڈھلوان کی طرف دوڑنے والے سیلاب سے بھی زیادہ قوت اور تیزی سے دوڑے گا۔

﴿ماخوذ ازینا بیع المنوۃ جلد اول ص ۷۴﴾

شیعانِ علی کون ہیں

عصرِ حاضر میں چند وضعی عقائد کی بناء فرقہ خود کو شیعانِ علی متصور کئے ہوئے ہے اس لئے خاص طور پر مندرجہ ذیل فرامینِ حیدر کرار علیہ السلام لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتے ہیں کاش یہ فرقہ اپنے افعال و کردار کا موازنہ ان لوگوں کے ساتھ کرتا جن کو جنابِ شیر خدا علیہ السلام نے اپنے حیدار ہونے کی سند عطا فرما رکھی ہے۔

اس حقیقت سے شاید کوئی شوریدہ سزا نکار کرے کہ ”شیعانِ علی“ کی اصطلاح جنگِ صفین کے موقع پر ہی ظہور پذیر ہوئی تھی، اگرچہ بعض لوگ بزعیم خویش اس اصطلاح کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے وقت سے ہی فرض کئے ہوئے ہیں، مگر اس مفروضہ کو نہ تو تاریخی شواہد کی

رشتی میں ہی ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی نصِ قطعی پیش کی جاسکتی ہے۔

ہاں! اگر اس لفظ کے حقیقی معنی و مطالب کو سامنے رکھا جائے تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنا دوست، اپنا مولا اور اپنا ولی سمجھتے تھے، چونکہ درج ذیل مضمون اس قسم کی مباحث کا متحمل نہیں ہے لہذا جناب شیر خُدا حضرت علی علیہ السلام کا قائم کردہ وہ معیار ہدیہء قارئین جو آپ نے اپنے شیعوں یعنی دوستوں اور حُب داروں کے لئے قائم فرمایا ہے۔

مولا علی سے پوچھ لیتے ہیں

ایک جماعت کا گذر حضرت علی علیہ السلام کے پاس سے ہوا تو وہ لوگ جلدی سے آپ کی طرف ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ کس قوم سے تعلق رکھتے ہو؟

انہوں نے کہا یا امیر المومنین ہم لوگ آپ کے شیعہ ہیں۔
آپ نے فرمایا بہت خوب! پھر اس کے بعد اُن کو مخاطب کر کے فرمایا۔

میں تم میں اپنے شیعوں کی کوئی علامت نہیں دیکھتا اور نہ ہی اپنے دوستوں کے لباس میں تمہیں ملبوس دیکھتا ہوں۔

آپ کا یہ ارشاد سنا تو وہ لوگ مارے شرم کے جواب دینے سے رُک گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ایک شخص موجود تھا نے آپ کی خدمت میں عرض کیا، میں آپ سے اُس ذات کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے آپ اہل بیت کو مکرم بنایا اور آپ کو مخصوص کیا اور آپ کو نوازا، ہمیں اپنے شیعوں ﴿دوستوں﴾ کی علامت سے آگاہ فرمائیے۔

جناب شہیر خُدا، تاجدارِ اہل اتے، مولائے کائنات، غالب علی کُلِّ غالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، ہمارے شیعہ یعنی دوست ﴿۱﴾ عارف باللہ ہوتے ہیں

﴿۲﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔

﴿۳﴾ فضائل کے مالک ہوتے ہیں اور ٹھیک بات کہتے ہیں۔

﴿۴﴾ اُن کی خوراک قُوْتِ لَا یَمُوتُ ہوتی ہے یعنی خور دن برائے

زیستن۔

﴿۵﴾ اُن کا لباس چھوٹا موٹا ہوتا ہے۔

﴿۶﴾ اُن کا چلنا تواضع ہوتا ہے۔

﴿۷﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت کرتے وقت اُس سے ڈرتے

رہتے ہیں۔

﴿۸﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کرتے وقت خشوع و خضوع

ظاہر کرتے ہیں۔

﴿۹﴾ چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو دیکھنے کی بجائے نگاہیں نیچی کر کے چلتے ہیں۔

﴿۱۰﴾ اپنے کان اپنے رب کے علم پر لگائے رہتے ہیں۔

﴿۱۱﴾ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہو جاتے ہیں۔

﴿۱۲﴾ اگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی زندگیاں مقررہ وقت تک متعین نہ کی ہوتیں تو اُن کی روحیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملاقات اور ثواب کے شوق کے جسموں میں قرار نہ پکڑتیں۔

﴿۱۳﴾ دردناک عذاب کے خوف کی وجہ سے اپنے پیدا کرنے والے کو اپنے دلوں میں بڑا سمجھتے ہیں اور اس کے سوا ہر چیز کو چھوٹا تصور کرتے ہیں۔

﴿۱۴﴾ جنت اُن کے نزدیک ایسی ہے گویا انہوں نے جنت کو دیکھا ہوا ہے۔

﴿۱۵﴾ دوزخ اُن کے نزدیک ایسے ہے گویا انہوں نے اسے دیکھا ہوا ہے اور اس میں انہیں عذاب دیا گیا ہے۔

﴿۱۶﴾ انہوں نے تھوڑے دنوں تک صبر کیا ہے۔ مگر ان کا انجام کار بہت لمبی راحت ہے۔

﴿۱۷﴾ دُنیا نے اُن کو چاہا مگر انہوں نے دُنیا کو نہ چاہا۔

﴿۱۸﴾ دُنیا نے اُن کو طلب کیا لیکن وہ دُنیا کے قابو سے باہر رہے۔

﴿۱۹﴾ میرے دوست رات کے وقت صفیں باندھ کر اپنے قدموں

پر قائم رہتے ہیں۔

﴿۲۰﴾ ترتیل کے ساتھ اجزائے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔

اور اُس کی مثالوں کی اپنے دلوں میں عزت کرتے ہیں۔

﴿۲۱﴾ کبھی اس کی دوا سے اپنے دُکھوں کا علاج کرتے ہیں۔

﴿۲۲﴾ کبھی اپنے چہروں، ہتھیلیوں، گھٹنوں، اور اپنے قدموں کو

زمین پر بچھاتے ہیں۔

﴿۲۳﴾ اُن کے آنسو اُن کے رُخساروں پر بہتے ہیں۔

﴿۲۴﴾ جبارِ عظیم کی بزرگی بیان کرتے ہیں۔

﴿۲۵﴾ اپنی گردنوں کو چھڑانے کے لئے اُس سے التجاء کرتے

ہیں یہ ان کی رات ہے اور یہ ان کا دن ہے۔

﴿۲۶﴾ یہ لوگ علماء دانا، نیک اور پرہیزگار ہیں۔

﴿۲۷﴾ پاکیزہ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتے ہیں

تھوڑے اعمال کے ساتھ راضی نہیں ہوتے اور بڑے اعمال کو بہت زیادہ خیال نہیں کرتے۔

﴿۲۸﴾ وہ اپنے نفسوں کو اتہام لگاتے ہیں۔ اور اپنے اعمال سے

ڈرتے رہتے ہیں۔

﴿۲۹﴾ ہمارا دوست دین کے بارے میں قوی اور نرمی میں احتیاط والا ہوتا ہے۔

﴿۳۰﴾ ہمارا دوست ایمان میں یقین والا، علم میں حریص۔ فقہ میں فہم والا اور صبر میں علم والا ہوتا ہے۔

﴿۳۱﴾ ہمارا دوست ارادہ میں غنی، تنگ دستی میں صاحبِ تحمل، تکلیف میں صابر اور عبادت کے وقت تواضع والا ہوتا ہے۔

﴿۳۲﴾ ہمارا شیعہ! لوگوں پر رحم کرنے والا، لوگوں کا حق دینے والا، کمانے میں نرمی برتنے والا اور حلال چیز کا طالب ہوتا ہے۔

﴿۳۳﴾ ہمارا شیعہ ہدیہ دینے میں خوش ہونے والا، خواہش ﴿نفسانی﴾ سے رکنے والا ہوتا ہے۔

﴿۳۴﴾ ان لوگوں کا کام اللہ کا ذکر ہے، ان کا فکر اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔

﴿۳۵﴾ وہ رات اس حالت میں بسر کرتا ہے کہ غفلت کی اونگھ سے ڈرتا رہتا ہے۔

﴿۳۶﴾ جو کچھ اللہ کا فضل اور رحمت حاصل ہو جاتی ہے، اس کی وجہ سے صبح خوشی کی حالت میں بسر کرتا ہے۔

﴿۳۷﴾ رحمتِ خداوندی سے جو چیز باقی رہ جائے اُس کی رغبت رکھتا ہے۔

﴿۳۸﴾ جو چیز فنا ہو جائے اُس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔
 ﴿۳۹﴾ اُس نے علم کو عمل سے ملا دینا ہے۔ اور علم کو دائمی بردباری
 سے مقرون کر رکھا ہے۔

﴿۴۰﴾ اُس کی خوشی دُور ہے اور اسکی سستی قریب ہے۔
 ﴿۴۱﴾ اُس کی آرزو تھوڑی ہے اور وہ منکسر المزاج زاہد ہے۔
 ﴿۴۲﴾ اُس کا دل اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا ہے۔
 ﴿۴۳﴾ اُس کا رب اُس کو بُری باتوں سے منع کرتا یعنی بچائے
 رکھتا۔

﴿۴۴﴾ اُس کا نفس بچنے والا اور اس کا دین غصہ پی جانے والا ہے

﴿۴۵﴾ اُس کا غصہ اس سے امن میں ہے۔
 ﴿۴۶﴾ اُس کا ہمسایہ اُس سے آرام میں ہے۔
 ﴿۴۷﴾ اُس کا حکم منقود ہے اور اُس کا صبر بہت زیادہ ہے۔
 ﴿۴۸﴾ نیکی کا کوئی کام ریاکاری کی وجہ سے نہیں کرتا اور نہ ہی اسے
 حیا کی وجہ سے چھوڑتا ہے۔

بات سن کر جان دے دی

اور پھر فرمایا ان صفات کے حامل لوگ ہمارے شیعہ اور ہمارے

دوست ہیں اور ہم لوگوں میں سے ہیں۔ اور ہمارے ساتھ ہونگے۔ ان کے ملنے کا ہمیں کتنا شوق ہے۔ آپ کے یہ ارشادات آپ کے ایک ساتھی نے سُنے تو چیخ بلند کی اور غش کھا کر گر پڑا جب اُسے ہلایا گیا تو وہ دُنیا چھوڑ چکا تھا اُس شخص کا نام ہام بن عباد بن خثیم تھا اور یہ عبادت گزار لوگوں میں سے تھا اُس کو غسل دیا گیا تو جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے اُن لوگوں کے ساتھ اُس کی نماز جنازہ پڑھی۔

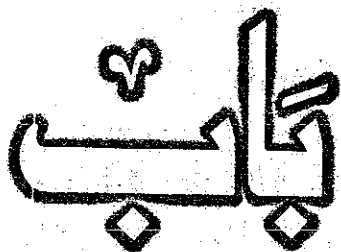
دوست کی یہ صفات

امیر المومنین، امام المہتقین، تاجدارِ اہل اُتے، مُرتضیٰ شیرِ خُدا، مشکل کشا اسد اللہ غالب جناب علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے اپنے خُباروں کی جو مندرجہ بالا نشانیاں ارشاد فرمائیں ہیں ان کے پیش نظر محبت علی کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص نہایت آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ اپنے مولا کے قائم فرمودہ معیار میں کہاں تک پورا اُتر سکتا ہے۔

زیب عنوان روایت امام ابن حجر مکی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی لا جواب کتاب الصواعق المحرقة میں بھی ہے اور دیگر کتب معتبرہ میں بھی موجود ہے جسے متن سمیت کسی دوسرے مقام پر متعدد اضافوں کے ساتھ بیان کیا جائے گا تاہم متذکرہ بالا ترجمہ شدہ اردو عبارت ہم نے دانستہ طور پر ایک ترجمہ نگاری شیعہ عالم ملک محمد شریف کی ترجمہ شدہ کتاب بیابج المودۃ شریف کے

باب نمبر ۷ سے پیش کی ہے۔ اُمید ہے کہ شیعیان علی کہلانے والے حضرات اس عبارت پر ہمدردی سے غور فرما کر مخلصانہ تجزیہ فرمائیں گے اور کوشش کریں گے کہ حق و انصاف کے قریب تر آیا جاسکے۔

مولائے کائنات حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوستوں کو جو نشانیاں بیان کی ہیں انہیں تلاش کریں ہمیں یقین ہے کہ وہ آپ کو قطب الواصلین داتا گنج بخش علی ہجویری غوث العالمین سیدنا عبد القادر جیلانی، خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور فرد فرید حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے طائفہ میں کامل طور پر نظر آجائیں گی۔



نماز میں خیرات

jabir.abbas@yahoo.com

آیت کریمہ

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ
آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ .

﴿سورة المائدہ آیت ۵۵﴾

ترجمہ

تمہارے ولی نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان
والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

تفسیر

روى انها نزلت فى على كرم الله وجهه
الكریم حسین سئاله سائل وهو فى الصلوة فنزع
خاتمہ وأعطاه له .

﴿صنای علی الجلالین ۲۵۳-۱﴾

یہ آیت

یہ آیت کریمہ قرونِ اولیٰ میں متنازعہ فیہ نہ بھی رہی تو کم از کم سات آٹھ صدیوں سے دو متحارب گروہوں کے لئے شدید دلچسپی کا باعث رہی ہے حالانکہ ان دونوں گروہوں کے مابین مفسرین و محدثین کا ایک ایسا غیر متعصب گروہ بھی موجود ہے جس نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف طور پر علیحدہ علیحدہ کر رکھا ہے۔ اور یہ گروہ قرونِ اولیٰ بھی موجود تھا اور اب بھی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ متذکرہ بالا ہر دو گروہ کسی بھی صورت میں ان کی حقیقت پسندانہ تحقیق سے مستفید ہونے کو پسند نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے ضمن میں اب تک ہزاروں صفحات سیاہ کئے جا چکے ہیں اور کئے جا رہے ہیں لیکن معاملہ بجائے سلجھنے کے مزید پیچ و خم کا شکار ہو رہا ہے۔

ہماری دلی خواہش تو یہ ہے کہ یہ معاملہ کسی طرح سلجھ جائے لیکن اس امر کا بہت کم امکان ہے کیونکہ جو لوگ جدل و مناظرہ کے ذریعے گروہ بندی کو قائم رکھنے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں ہماری گزارشات سے نہ تو خود خاطر خواہ فائدہ حاصل کر سکیں گے اور نہ ہی دوسروں کو کرنے دیں گے۔ البتہ اس بات کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ لوگ جو حقیقت پسندانہ

طرزِ عمل کو اپنانا ہی نجاتِ اخروی کا باعث خیال کرتے ہیں ہماری بے لاگ اور کھری کھری باتوں سے یقینی طور مستفید ہو سکیں گے۔

اسی امکان کے پیشِ نظر ہم اس آیتِ مقدسہ کے متعلق ہر دو متحارب اور متضاد گروہوں کے ذہنی تصورات کا وسیع تر جائزہ پیش خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ اُن لوگوں کی تحریریں بھی ہدیہء قارئین کریں گے جن کا مقصد محض اور محض پوری دیانت داری کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامینِ لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ اور وہ ان فرامینِ مقدسہ میں ذاتی طور پر کسی قسم کا تصرف کرنا پسند نہیں کرتے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد اب ہم جائین کے دلائل کا خلاصہ پیش خدمت کرتے ہیں۔ اور پھر جائین کی مختلف تحریریں جن میں بعض کافی طویل بھی ہیں ہدیہء ناظرین کرنے کے بعد پوری دیانت داری کے ساتھ اصل حقائق سامنے لانے کی کوشش کریں گے، ممکن ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے ہماری اس سعی و کوشش بعض حقیقت پسند حضرات کے لئے مشعلِ راہ بنا کر ہمارے لئے بھی نجاتِ اخروی کا باعث بنائے۔

پہلے آپ اس آیتِ کریمہ کا ظاہری مفہوم اپنے ذہن میں اچھی طرح محفوظ فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

بے شک تمہارے ولی بس اللہ اور اس کا رسول اور مومنین میں وہ

مومنین جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرتے ہیں۔

تین راستے

ایک گروہ کا خیال ہے کہ اس آیت کریمہ میں مومنوں کے ولی سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں، اس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آرہی ہے۔ یہاں تو یہ بتانا ہے کہ اس گروہ کا تصور یہ ہے کہ چونکہ یہاں اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بالتخصیص حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ولی فرمایا گیا ہے، لہذا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی مسند خلافت پر اگر کوئی متمکن ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف حضرت علی علیہ السلام ہی کی ذات والا صفات ہے۔ چنانچہ یہ گروہ یہاں ولی کے معنی حاکم خلیفہ والی قسم کے لیتا ہے اور ان معنی کی رو سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلا فصل ثابت کرنا چاہتا ہے۔

دوسرے گروہ نے پورا زور اس بات پر صرف کر رکھا ہے کہ سرے سے یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے ہی نہیں، لہذا ولی کے معنی حاکم وغیرہ کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اس گروہ میں بعض افراد ایسے بھی ہیں جو اس آیت کریمہ تفسیر کرتے وقت بے شمار من گھڑت تاویلیں بھی پیش کرتے ہیں۔ جس کا تذکرہ ابھی ہوگا۔

ان دو متخارب اور متضادم گروہوں کے بین بین ایک حقیقت پسند گروہ ایسا بھی ہے جو اس آیت کریمہ کا نزول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں تسلیم کرتا ہے، اور ان نصوص حدیث کی نشاندہی کرتا ہے جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ فی الواقع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اس وقت نازل ہوئی جب آپ نے رکوع کی حالت میں سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی۔ اور بلا شک و ریب حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مومنوں کے ولی ہیں۔ اور اگر یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نہ بھی ہوتی تو جب نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر بے شمار فرامین ایسے موجود ہیں جن سے قطعی طور پر وضاحت ہو جاتی ہے کہ حضور مولائے کائنات تاجدارِ اہل اُتی حیدر کرار جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مومنوں کے والی، ولی اور مولا ہیں، لیکن آپ کے ان اعزازات میں آپ کی اس خلافت بلا فصل کا کوئی واضح ارشاد موجود نہیں جو مابہ انتزاع ہے۔

پہلے گروہ کے لئے ہم نہایت شرح و بسط کے ساتھ مشکل کشا کی پہلی جلد میں وضاحت کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ملنے والی خلافت کس نوعیت کی تھی۔ تاہم آئندہ اوراق میں ان کے پیش کردہ استدلال کو حقائق کی روشنی میں لانے کی

مزید کوشش کی جائے گی۔ اگرچہ ہمیں یقین ہے کہ تعصب کو ہوا دینے والے حضرات ہماری گزارشات پر قطعی طور پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کریں گے۔ کیونکہ اپنی انا کو محض حق کی خاطر قربان کر دینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔

دوسرا گروہ

مقابل میں دوسرا متعصب گروہ خوارج کا ہے۔ اور اس گروہ کا واحد مقصد یہ ہے کہ ہر اس آیت اور حدیث کو جو جناب علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے یا تو دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف منتقل کر دیا جائے یا پھر ان روایات کو واہی اور باطل قرار دے دیا جائے جو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں آنے والی آیات و احادیث کی جانب نشاندہی کرتی ہیں۔

اس گروہ میں اگرچہ بڑے بڑے جہاد دی قسم کے لوگ ہو گزرے ہیں اور اب بھی اپنی تمام خبث باطنیوں سمیت پورے کروفر سے اپنے مکروہ عقائد کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں، تاہم اس گروہ کو جس قدر کثیر مگر باطل مواد ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ”منہاج السنۃ“ کے ذریعے فراہم کیا ہے اس کی مثال شاید کہیں بھی موجود نہ ہو۔

ابن تیمیہ نے اگرچہ یہ ضخیم کتاب ایک رافضی کی چھوٹی سی کتاب کی تردید میں ترتیب دی ہے تاہم اس میں اہل سنت کے مسلمہ اصول و ضوابط

اور افعال و عقائد کی جس طرح دھجیاں بکھری گئیں ہیں اور صحت مند روایات کی تکذیب کی گئی ہے اُس کی نظیر نہیں ملتی۔

منقولہ بالا کتاب کے مطالعہ سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ ابن تیمیہؒ یہ تمام تر کاوش باطلہ اور سخی ضالہ تردید و افاض کے لئے نہیں بلکہ تزیل و تنقیض اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کرتا رہتا ہے۔

مگر افسوس ہے

ابن تیمیہؒ کی یہ گمراہ کن تصنیف جب اُس وقت کے علمائے اہلسنت کے سامنے آئی تو انہوں نے حسب حیثیت پوری کوشش کے ساتھ اس کی تکذیب و تردید بھی کی اور عوام الناس کو اس گمراہ کن اور شرانگیز کتاب کے مطالعہ سے روکنے کے لئے بھی پوری پوری قوت صرف کر دی جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آئے گی، مگر افسوس اس امر کا ہے کہ بعد میں آنے والے بعض علمائے اہل سنت و افاض کے دلائل کا جواب دینے کے لئے اس رسوائے زمانہ کتاب سے استدلال کرنے لگے اور اس توازن کو برقرار نہ رکھ سکے جو اہل سنت کے مسلمہ اصول و ضوابط سے قائم تھا۔

اور اس سے بھی افسوسناک پہلو یہ ہے کہ بعض مقتدر علماء اہل سنت نے ابن تیمیہؒ کے استدلال کو براہ راست اپنے نام سے پیش کرنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہوتا کہ سوادِ اعظم کے کچھ لوگ ان گمراہ کن

دلائل کو اہل سنت کے عقیدے کا ہی ایک مجوق قرار دینے لگے۔

اگر ایسا نہ ہوتا

ابن تیمیہ کے پیش کردہ دلائل اگر اُس کی کتاب منہاج السنۃ کے حوالہ سے ہی پیش کئے جاتے تو یہ امر یقینی تھا کہ وہ لوگ جن پر مُصنّف و تصنیف کی حقیقت پورے طور پر واضح ہے کسی بھی دلیل کو اخذ کرتے وقت یقینی طور پر احتیاط کرتے مگر جب وہی استدلال باطلہ اہلسنت والجماعت کے بڑے بڑے علماء کے نام سے علمائے متاخرین کے سامنے آیا تو اُن کا اُن سے متاثر ہو جانا بد بھی امر تھا جبکہ مقابل میں فقہاء و افاضیت بھی اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ موجود ہو۔

یہ تحریریں

علمائے اہل سنت کا ابن تیمیہ کی زہر آلودہ تحریروں کو بغیر اُس کا حوالہ دے اپنی کتابوں میں نقل کر دینا ایک طرف تو عصر حاضر کے علمائے حقّہ کے ٹپوس اور صحت مند عقائد کو متزلزل کر دینے کا ذریعہ ثابت ہو رہا ہے اور دوسری طرف موجودہ دور کے خوارج کو بھی مزید کھل کھیلنے کا موقع فراہم ہو گیا۔ اور یہ لوگ ان عبارتوں کو مزید کانٹ چھانٹ اور تراش خراش کے ساتھ عوام الناس کے سامنے پیش کر کے خاندانِ مصطفیٰ سے ازلی عداوت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

متذکر بالا جن بعض علماء نے ابن تیمیہ کے معاندانہ اذکار سے متاثر ہو کر تردید و تکذیب و رافضی میں اپنا زور و قلم صرف کیا ہے ان میں مشہور محدث شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام پیش پیش ہے۔

آپ نے رافضیوں کی مزعومہ خلافت بلا فصل جو وہ حضرت علی علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے ہیں کی تردید میں اکثر انہی دلائل کا سہارا لیا ہے۔ جنہیں ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں پیش کیا ہے اور چند دلیلیں ایسی بھی بیان فرمائی ہیں جو امام فخر الدین رازی نے معتزلہ کے جواب میں فلسفہ کے زور پر پیدا کی ہیں۔

بہر حال یہ ایک ایسی خطرناک صورتحال ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں یہ مضمون وسیع سے وسیع تر کرنا پڑے گا۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی طویل ترین بحث کا معتد بہ حصہ ہدیہء قارئین کر کے ان مقامات کی نشاندہی کرنا پڑے گی جن سے سواذ اعظم اہل سنت و جماعت جن میں صوفیاء کرام کی کثیر جماعت شامل ہے کے عقائد کی تکذیب ہونے کا واضح ترین احتمال موجود ہے۔ مگر اس طویل تر اور صبر آزما بحث کے آغاز سے پہلے ہم گروہ اول کے حقیقت پسند حضرات کے سامنے خلافت بلا فصل کے متعلق چند ایسے عقلی دلائل پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کی روشنی میں حقیقت کے قریب تر آیا جاسکتا ہے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ چند لمحوں کے لئے تعصب کا دامن چھوڑ کر اور خالی الذہن ہو کر حقائق کا تجزیہ کرنا پڑے

گا۔

اور اگر ذہن پر نفرت و حقارت اور تعصب و شدا ر کے تہہ بر تہہ دبیز پردے پڑے ہوئے ہوں تو پھر ہماری یہ گذارشات قطعی بے سود اور بے اثر ثابت ہوں گی۔ تاہم ہمیں اس موقع ملا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے والہانہ محبت رکھنے کے باوجود غلا شہ رضی اللہ عنہم سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ چند متنازعہ فیہ مسائل کا قابل قبول حل بھی چاہتے ہیں۔

خلافت بلا فصل کیا ہے

بہر حال ہمارا کام نہایت دیانتداری اور خلوص سے ان حقائق سے قارئین کو روشناس کرانا ہے جو جانین کی فرقہ وارانہ شدت و جدت سے قطعی طور پر بالاتر ہوں اور عقل سلیم انہیں قبول کرنے کے لئے از خود مائل ہو۔

تاجدارِ اہل آتی مولا حیدر کرار علیہ السلام کی خلافت بلا فصل کے اثبات میں جو منتهی دلائل پیش کئے جاتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

﴿اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے قرآن مجید میں جناب مولا مشکل کشا شیر خد اعلیٰ المرتضیٰ علیہ السلام کو تمام مومنین کا ولی فرمایا ہے۔

اور ولی کے معنی حاکم ہوتے ہیں اس لئے آپ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا فصل ہیں۔

﴿۲﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مقامات پر جناب علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ، وصی، وارث، ولی، بھائی اور اپنی جان کہا ہے اس لئے آپ خلیفہ رسول بلا فصل ہیں۔

﴿۳﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے فرمایا ہے جس کا میں مولے ہوں اُس کا علی مولا ہے۔ لہذا آپ خلیفہ رسول بلا فصل ہیں۔

﴿۴﴾ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اپنے بے شمار ایسے فرامین کتب احادیث و غیر میں موجود ہیں جن میں آپ نے اپنی خلافت کا تذکرہ فرمایا، اس لئے آپ خلیفہ رسول بلا فصل ہیں۔

ان تمام تر امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نے مشکل کشا جلد اول میں جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کے متعلق بالوضاحت بتایا تھا کہ ان تمام شواہد کی روشنی میں آپ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی خلیفہ بلا فصل اور جانشین اول ہیں۔ لہذا اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت حکومت آپ کی خلافت بلا فصل کی ضد اور نقیض نہیں۔

بہر حال یہ بات تو ہو ہی چکی ہے اب آپ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اُس خلافت بلا فصل کے متعلق معلومات حاصل کریں جو بعض حضرات کے نزدیک غصب کر لی گئی اور اُس کا شاخسانہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔

نمبر ایک

حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب
اول اور خلیفہ بلا فصل ہیں۔

نمبر دو

حضرت علی علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
مسلمانوں پر اپنے بعد حاکم مقرر فرمایا تھا لیکن آپ کی خلافت سیاست کے
ذریعہ سے بزدور چھین لی گئی۔

ایک سوال

دیکھنا یہ ہے کہ تاجدارِ اہل اُمت امیر المومنین، امام المتقین جناب علی
ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ
بلا فصل تھے یا خلیفہ بلا فصل ہیں؟

اگر یہ ذرا سی بات سمجھ میں آجائے تو تمام تر اُلجھنیں خود بخود ختم
ہو جاتیں ہیں۔ اگر آپ کا یہ گمان ہو کہ جناب شیرِ خدا نبی اکرم کے خلیفہ بلا
فصل تھے، مگر آپ کی خلافت غصب کر لی گئی یا بزدور چھین لی گئی اور آپ کی
اس بلا فصل خلافت پر مسلسل تین حضرات نے ڈاکہ زنی کرتے ہوئے آپ کو
اس منصب سے محروم کر دیا تھا، تو اس تخیل سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں براہِ راست اپنا خلیفہ، وصی اور

جانشین بنایا تھا مگر کچھ لوگوں نے سازش کے ذریعہ سے یہ منصب آپ سے چھین لیا اور جو منہ حضور سرور کائنات نے آپ کے لئے مخصوص کی تھی اس پر دوسرے لوگ قابض ہو گئے۔

یہ مفروضہ

یہ مفروضہ درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر صاف صاف مطلب یہ ہوگا کہ جناب مولانا رضی کی خلافت کھجوروں کے باغ کی طرح وراثت میں دی گئی تھی لیکن دوسروں نے اس پر قبضہ کر کے یا تو بیت المال کے کھاتہ میں ڈال دی یا پھر مروانی بادشاہوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ حالانکہ وہ حضرت علی علیہ السلام کا حق تھا مگر اس سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھاتے رہے۔

اب اگر اذہان میں کسی ایسی ہی خلافت کا تصور ہو تو مشکل یہ سامنے آئے گی کہ آپ اُس خلافتِ گہری سے جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تفویض فرمائی تھی کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور جب آپ کا ذاتی طور پر کچھ نفع حاصل نہ کرنا ثابت ہے تو آپ دوسروں کو اس سے کیا فائدہ پہنچا سکتے تھے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے اہتمام سے عطا فرمائی ہوئی خلافت جسے تاقیام قیامت جاری و ساری رہنا تھا اُس کا سلسلہ وصالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پہلے ہی مرحلہ پر یا خود منقطع ہو گیا۔ اور ہمارے سامنے صرف یہ تصور رہ گیا کہ حضرت

علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ضرور تھے مگر خلافت آپ کو نہ ملی۔

تاجدارِ اہل اقی شیر خُدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشینِ اوّل تھے! مگر منہ کسی اور نے سنبھال لی۔

فاتحِ خیبر و احزاب رسول اللہ کے وارث تو ضرور تھے! مگر آپ سے وہ وراثت چھین لی گئی۔

خُدا را ذرا خیال تو کریں کہ اس تصوّر کے ساتھ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ امیر المومنین، امام المہتدین جناب علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ، جانشین، وصی اور وارث تھے یا ہیں؟

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا استحقاق خلافت چھیننے کا تصوّر قائم کر لیا جائے تو فلسفہ کا تمام زور اور منطق کی تمام قوتیں مجتمع ہو کر بھی یہ ثابت نہیں کر سکتیں کہ آپ کو اب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانشین، خلیفہ، وصی، وارث اور نائب کہا جاسکتا ہے۔

اس لئے کہ یہ سب کچھ اسی صورت میں تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اگر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے تو آپ کی خلافت چھینی نہیں کا سکتی البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی صفت انسان اس خلافت کا انکار کر دے، لیکن کسی ایک کے انکار کے باوجود بھی اس خلافت میں نقص لازم نہیں آتا۔

اسی طرح اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنا وصی فرمایا ہے تو آپ سے یہ منصب تمام دنیا بھی مل کر نہیں چھین سکتی۔
 ایسے ہی اگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب مولا مشکل کشا کو اپنا وارث قرار دیا ہے تو بخدا قیامت تک آپ ہی اس منصب پر قائم رہیں گے، کسی دوسرے کی مداخلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد "وَمَا يَخْلُقُ عَنْهُوَ" کی تفسیر اور عین فرمانِ خداوندی ہے۔ اور کسی کو خُدا اور رسول کی طرف سے دئے گئے اعزازات کوئی دوسرا چھین سکتا ہے۔

اور اگر اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب شیر خُدا علیہ السلام کو تمام مومنوں کا ولی اور مولا بنایا ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کا یہ حق ولایت کوئی دوسرا چھین لے۔

ہم حقائق پسند حضرات کو اس مقام پر پھر دعوتِ غور و فکر دیتے ہیں کہ اگر علی علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل ماننا ہے تو اسی طرح تسلیم کرو جس طرح تاجدارِ مدینہؐ نے آپ کو خلافتِ کبریٰ تفویض کی تھی، اور یہ وہی خلافتِ کبریٰ ہے جو جناب شیر خُدا علیہ السلام کی اولادِ طاہرہ کی طرف یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی اور گیارہ اماموں کے بعد اب یہ نعمتِ عظیمہ اور غیر مترقبہ جناب امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام کو تفویض ہوگی۔

آخر پر ایک بار پھر سمجھ لیں کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

خلیفہ بلا فصل تھے تو پھر یقیناً آپ سے خلافت چھن گئی ہوگی اور مانتا پڑے گا کہ آپ اس نعمت سے اسی وقت محروم ہو گئے۔

اور اگر جناب حیدر کرار علیہ السلام خلیفہ بلا فصل ہیں تو آپ کی خلافت چھن جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

انہی الفاظ پر اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے دوسرے گروہ کی سُنئے۔

علیؑ کے لئے امامتِ کبریٰ نہیں

جب دو فریقوں کی آپس میں ٹھن جاتی ہے تو ایسی کئی گفتنی اور ناگفتنی باتیں ہو جایا کرتی ہیں، جن کو معیار بنالینے سے حقیقتوں کا وجود تک چھپ جاتا ہے۔

فِرّ مناظرہ سے واقفیت رکھنے والا طالب علم جانتا ہے کہ مناظرے کی ہار جیت کا انحصار اکثر طور پر منطقی دلائل اور مناظرہ کی قوتِ بیانیہ پر ہوتا ہے۔

اگر مناظرہ حقائق کے کوہمار و اُبحار کو سینے میں بند کر لینے کے بعد منطقی استدلال اور قوتِ بیانیہ سے محروم ہو تو اس کا میدانِ جدل سے سُرخرو ہو کر آنا کسی مُعجزہ کا آئینہ دار ہی ہو سکتا ہے ورنہ اکثر طور پر نتیجہ اس کے برعکس ہی ہوتا ہے۔

۴۔

بہر حال! اس پیش منظر کی عکاسی کا مقصد محض یہ ہے کہ حضور رسالت

مَآبِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا تمام تر مقدّس و مُطہّر خاندانِ بالعموم اور سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کی ذاتِ اقدس بالخصوص چودہ صدیوں سے جہانگیر کی گفتنیوں اور ناگفتنیوں کا ہدف بنے ہوئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ علی مَعَ الْحَقِّ اور حَقِّ مَعَ الْعَلٰی ہے اور بلاشبہ سیدنا حیدر کرار علیہ السلام سرِ اِحق اور حَقِّ کے امام ہیں۔ اور آپ کا حق ہونا نہ ہونا تو حق ثابت کرنے والوں کا محتاج ہے اور نہ ہی وہ باطل کے نام کے ساتھ موصوم ہونے سے متاثر ہوتا ہے۔

تاجدارِ مملکتِ روحانیت، شہرِ یارِ سلطنتِ طریقت، امیرِ المومنین، امامِ الْمُتَّقِیْنَ، قائدِ الشُّرَاحِجَلِیْنَ، خلیفۃُ الْمُسْلِمِیْنَ وارثِ وصیِّ رسول، نائبِ رسولِ جانشینِ رسول، اُختری رسول، سیدنا و مرشدنا حضورِ ولایتِ مَآبِ غَالِبِ عَلٰی کُلِّ غَالِبِ عَلٰی ابْنِ ابی طالب علیہ السلام کی امامت و خلافتِ کُمری کے اثبات پر اہلِ طریقت حضرات نے جو کچھ اب تک تحریر کیا ہے اگر ایک جگہ پر مجتمع ہو جائے تو ہزاروں صفحات سے بھی متجاوز کر جائے، مگر جہانگیر کے جدل و مناظرہ کا نتیجہ جو ہمارے سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک فرقہ کے کچھ لوگوں کے آپ کی خلافت و امامتِ کُمری کو ایک مخصوص قسم کا لبادہ اوڑھانے کی کوشش میں دوسرے فرقہ کے کچھ لوگ سرے سے ہی آپ کی خلافت و امامتِ کُمری کا انکار کر بیٹھے۔

تعجب خیز اور حیرت انگیز

سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کی خلافت علیہ اور امامت گمراہی کا انکار کر دینے سے زیادہ سے زیادہ یہی حاصل کیا جاسکتا ہے جو اُس شخص نے حاصل کیا تھا جو آفتابِ عالم کتاب کو نصف النہار پر دیکھ کر پہلے تو کمرے میں بند ہو گیا اور پھر آنکھیں بند کر کے چلانے لگا کہ آفتاب یا تو طلوع ہی نہیں ہو یا غروب ہو گیا ہے۔

بہر کیف! حضرت علی علیہ السلام کی خلافت و امامت رُوحانیہ کو دُنیوی رنگ آمیزی سے پیش کرنے والے حضرات کو بھی تعصب سے بالاتر نہیں کیا جاسکتا تاہم اس تعصب یا ناحق آشنائی کا یہ توڑا نہائی تعجب انگیز اور حیرت انگیز ہے کہ سرے سے آپ کی خلافت و امامت گمراہی کا انکار کر دیا جائے اور اس انکار کے لئے اُن لوگوں کی منفی تحریریں پیش کی جائیں جنہوں نے اس کے اقرار و اثبات میں سینکڑوں صفحات تحریر کر رکھے ہوں۔

خطرناک صورت

جدل و مناظرہ ایک ایسا بھیانک اور ہولناک راستہ ہے جو کبھی منزل آشنائیں ہونے دیتا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس فن کو بلند یوں سے ہمکنار کرنے والے بزرگوں کی تحریریں نہ صرف اجتماع القَدین ہو کر رہ جاتی ہیں بلکہ اُن کی بزرگی کا بھی بھرم کھول دیتی ہیں۔

آئندہ صفحات میں ہم شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی متعدد صفحات پر پھیلی ہوئی ایک ایسی طویل تحریر پیش کر رہے ہیں جو اگرچہ انہوں نے مولا مرتضیٰ شیر خد اسیدنا علی علیہ السلام کی امانت و خلافت گہری کوٹھوا بیٹھنے والوں کے ردِ عمل کی صورت میں زینتِ قرطاس کی ہے مگر فی الحقیقت آپ کی اس تحریر کا ایک ایک لفظ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ ردِ عمل کا طریق عالمانہ ہوتے ہوئے بھی مناظرانہ ہو گیا ہے۔ اور مناظرہ کی صورت میں شاہ صاحب ہرگز ہرگز اپنے قلم پر قابو نہیں رکھ سکے، اور کچھ ایسی باتیں تحریر کر گئے ہیں جن کا اُن کے نام منسوب ہونا ایک نہایت ہی خطرناک ترین صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس لئے کہ ایسے خود ساختہ دلائل کی تکذیب کے لئے تین ایسے مضبوط ذرائع موجود ہیں جو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔

پہلا ذریعہ! شاہ صاحب کی اپنی ہی وہ بے شمار تحریریں جو تصویرِ بالا کے برعکس ہیں۔

دوسرا ذریعہ! آپ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کے بے شمار لطائفِ طریقت و شریعت۔

تیسرا ذریعہ! آپ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز صاحب کی مضبوط تر تحقیقِ اینق۔ بہر کیف! ہم اپنے موقف کو قوت دینے کیلئے یقیناً ان ذرائع سے بھی افادہ کریں گے، تاہم پہلے شاہ ولی اللہ صاحب کی تصویراتی نگارشات ملاحظہ فرمائیں۔

یہ آیت

حضرت علیؑ کے حق میں نہیں

آیت کریمہ اِنَّمَا وَلِيْكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ کے ضمن میں درج ذیل طویل ترین عبارت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مشہور کتاب ”ازالۃ الخفاء“ سے متنا و ترجمتاً بلفظ نقل کی جا رہی ہے، ترجمہ مولانا اشتیاق احمد دیوبندی کا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد !

اِنَّمَا وَلِيْكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ
يَقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ .

﴿۵۵-۵۵﴾

جس کو شیعہ حضرات نے حضرت علیؑ الرضیٰ کے حق میں بیان کیا اس آیت کا سیاق مرتدین کا ذکر اور ان کے ساتھ جہاد ہے

قولہ تعالیٰ ”اِنَّمَا وَلِيْكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يَقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ“ سیاق آیت ذکر مرتدین است و جہاد بایشان ایں معنی باتفاق مفسرین در حق حضرت ابوبکر صدیقؓ است، قالہ قتادہ

مُحَقِّقِیْنَ كِے حَقِّ مِیں ھے

مُؤَرِّخِیْنَ مِیں سَے كُون ھے جو یَہ یَاَد رَکھتا ھے كہ اِس لَہِی اور دَرَا ز مَدَّت مِیں حَضَرَت اَبُو بَكْر صَدِیق كَے سوا كُوءِی اور بَھِی تَھا جو یَہ وَصَف رَکھتا تَھا كہ اُس نَے لُوكُوں كو جَمع كَر كَے مَرْتَدِیْنَ كَے سَاٹھ قَتَال كِیا۔ اور لَظْفِ اِنَّمَا كَلَام عَرَب مِیں جملَہ سَابِقَہ كِی دَلِیل اور اِس كِی تَحْقِیق وَ تَبْیِیْت كَے لَئے آتا ھے۔

مَعْنٰی یَہ ھُوئے كہ اُے مُسْلِمَانُو! عَرَب كَے اِرْتِدَاد اور اِن كَے اِجْتِمَاع سَے تُم كِیوں ڈَر تَے ھو سَوائے اِس كَے كَچھ نَہِیں كَے تَھارا كَار سَا ز دَر حَقِیْقَت خُدا ھے جو كہ اِلْهَام كَرتا ھے اور اِلْهَام كَے ذَرِیْعَہ سَے تَدْبِیْر اُمُور فرماتا ھے اور اِس كَارِ رَسول كہ جِہَاد پَر تَرْغِیْب كا سلسلَہ عَالَم مِیں اُسی كِی ذَات سَے وابستہ ھے۔ اور وہ دُعائے خَیْر سَے اِپنی اُمّت كِی مدد كَرتا ھے۔ اور ظاہر ھے وَاسَباب كَے دَرجہ ۛ مِیں مُحَقِّقِیْنَ اَہْلِ اِیْمَان ھِیں جو كہ اَقَامَت وَ صَلوٰۃ اور اِیْتَاۃ زَكُوٰۃ اور

وَالْفَصْحَاك وَالْحَسَن بھری وحوادث کے دو عالم پیدا شد اول دلیل است براں از میان ازیں مورخین کیست یا ودارد کہ کسے دریں مدت متداولہ بوصف جمع رجال نصب قتال بامرتدین نمودہ باشد سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دوم آنکہ یوتون صیغہ مضارع است دلالت می کند بر استمرار تجدیدی

اس کی حمد و ثناء کرنے کے اوصاف اور خشوع سے متصف ہیں اور داعیہ الہیہ کے تحمل کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ان کے ہاتھ پر اصلاحِ عالم کی تکمیل فرماتا ہے۔

حاصل یا لا حاصل

الحاصل آیت مذکورہ انما و لیکم سیاق و سباق کی شہادت سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور ان کی اور ان کے تابعین کی طرف تعریفیں کرتی ہے۔ اور اگر صیغہ کے عموم سے ہم دلیل پکڑیں تو تمام محققین کو یہ یعنی ان سب کو جن سے اس سلسلہ میں مساعی مطلق ہوئیں شامل ہے اور اسی بناء پر ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام نے جب ان سے کہا گیا کہ یہ آیت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو فرمایا کہ وہ بھی ان مومنین میں سے ہیں۔ اخذ کیا اس کو بغوی نے اور جابر بن عبد اللہ کا یہ قول ہے کہ یہ عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی جب کے ان کو ان کی

پس اگر مفید فتیاشیں شود بحال می باید کہ چندیں دفعہ ایماز کوۃ در حن رکوع بعمل آمدہ باشد و یک بار کفایت کند والا قائل بہ

ولفظ انما کلام عرب برائے دلیل جملہ سابقہ و تحقیق و تثبیت اوی آید یعنی اے مسلمان از ارتداد عرب و جموع متجمعه چرائی تر سید غیر ازیں نیست کہ کار ساز

قوم نے چھوڑ دیا تھا۔ اب مبتدعین کی کج روی کا تماشا دیکھو کہ اس سیاق و سباق کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے کس طرح پیچھے پڑے ہیں، زیدی نے اساس میں کہا قول باری تعالیٰ واللہ ین آمنوا سے تنہا علی علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ اس پر مفسرین و اہل توارخ کا تواتر واقع ہوا ہے۔ صغیرہ جمع سے آیت کا ورود ہوا بہ اطلاق العام علی الخاص کی قسم میں سے ہیں اور اس کی نظیر یہ ارشاد ہے۔

ہم اللہ ینقولون

تواتر کہاں ہے

یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ مت خرچ کرو۔ اور مراد اس سے تنہا ابن ابی اء ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ شخص جس تواتر کو منہ سے نکال رہا ہے وہ یہاں نہیں ہو سکتا، تواتر

شمار حقیقت خدا است کہ الہام می کند و تدبیر امور ہا را الہام می فرماید و رسول او کہ سر رشته ترغیب بر جہاد اور عالم آوردہ است و بدعائے خیر و تغیر خود است و در ظاہر محققین اہل ایمان کہ با قامت صلوة و ایفاء زکوٰۃ بوصف نیائش و ششورع متصف اند و لہذا داعیہ الہیہ دارند و خدائے تعالیٰ بر دست ایشان اصلاح عالم ای فرماید۔

کے معنی یہ ہیں کہ ایک جماعتِ عظیم کو اتنے لوگوں کا عادیہ کذب پر جمع ہونا محال ہو وہ کسی چیز کو جس سے ادراک کر لیں اور اس اپنے ادراک کی خبر لیں۔

یہاں پر جس کوئی نہیں ہو سکتی بجز سمیع کے صادق و مُصدّق علیہ السلام سے۔ اور اس بارے میں کوئی مرفوع بھی ثابت نہیں تو اترا کہاں سے آجائے گا۔ اور تو اترا کے اصطلاحی معنی مردانہ لئے جائیں۔ تو یہ منع کی حد میں داخل ہے۔ جیسا کہ حضرت جابرؓ اور حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت گذر چکی ہے۔ بلکہ یہ تاویل خود ایک امر مختلف فیہ ہے۔ اس میں تاقل کرنا چاہیے۔ اگر قاعدے کے مطابق ہو تو ہم لے لیں اور خلاف قاعدہ ہو تو رد کریں۔

پس انما اولیکم بشمادۃ سیاق و سباق نازل است در باب ابو بکر صدیق و تعریف است باؤ و متابعان او و اگر بمحوم صیغہ متمسک شویم جمیع محققین را شامل است، قال ابو جعفر محمد بن علی الباقر حین قیل لہ انہا نزلت فی علی قال ہومن موشین اخرجه البغوی وقال جابر بن عبد اللہ نزلت فی عند اللہ بن سلام لما ہجرہ قومہ حالاً لیلۃ این مبتدعان را تماشا کن کہ ایں سیاق و سباق را گذشتہ در پے تروق ہوائے باطل خدا افتادہ اند،

پھر ہم کہتے ہیں کہ کوئی ضرورت پیش آئی کہ لفظ عام کے معنی خاص مراد لینے چاہئیں، بالخصوص جب کہ لفظ جمع کو مفرد مراد لینا ہو تو اس قسم کی تاویل بعید کے لئے قرینہ قویہ ہونا چاہیے اور ایسا قرینہ کہاں ہے؟

قال الزیدی فی الاساس المعنی لقوله ”والذین آمنوا علی وحدہ لوقوع التواتر بذالک من المفسرین بلفظ الجمع من باب الطلاق العام علی الخالص ونظیرہ قوله تعالیٰ ”لھم الذین یقولون لا تمفقوا علی من عنده ورسول اللہ“ والمعنی بہا این ابی وحدہ اما تواترے کہ ہاں تقوۃ می کند ممنوع است، معنی تواتر آں است کہ جماعت عظیمہ کہ تو اطور ایشاں عادیہ بر کذب ممتنع باشند محسوس ادراک کردہ باشند چیزے را و خبر دہند از اں اداراک خویش ایں جاحس غیر سمع از صادق مصدوق نمی تواند بود بیچ حدیث مرفوع ثابت نیست چہ جائے تواتر۔

و اگر بمعاد از لفظ تواتر اتفاق ارادہ کردہ شود آن در چیز منع است لما تر جابر و الباقی بلکہ ایں تاویل امریست مختلف فیہ تا ملی باید کرد در آں اگر بر قاعدہ باشند اخذ کنیم و اگر خلاف قاعدہ است رد نمائیم،

بازی گوئیم کہ کدام ضرورت پیش آمدہ کہ از لفظ عام معنی خاص ارادہ می باید کرد تخصیص آں کہ از جملہ جمع مفرد مراد باید گرفت ایں قسم تاویل بعید را قرینہ قویہ می باند و آں قرینہ کجا است،

اختراعی قصہ

فقیر کا ظن جو کچھ کام کر سکا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ بطریق تعریض اس لفظ سے حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کو سمجھ رہے ہیں اور تعریض ایک جدا امر ہے۔ تخصیص عام سے، اس جگہ عام اپنے عموم پر باقی رہتا ہے اس کے باوجود قرآن دلالت کرتے ہیں۔ عام میں صرف فرد واحد کے داخل ہونے پر بلکہ اس بات پر کہ بات کا یہ انداز بیاں اسی کے لئے تھا۔ جیسا کہ تعریضات کی فصل میں، ہم نے مفصل لکھا ہے۔ لیکن یہ شخص اپنی قلت معلومات کے سبب اس معنی کا آشنا نہیں ہے۔ اس لئے تخصیص پر محمول کر رہا ہے ہم پھر کہتے ہیں کہ یہاں تعریض اُس وقت صادق آئے گی جب کہ وَهُمْ رَاكِعُونَ حال واقع ہو تھا یَوْ تُونَ الزَّكَاةَ سے۔

آنچه ظن فقیر کاری کنند آں است کہ بعض مردم بطریق تعریض حضرت مرتضیٰ را ازین لفظ فہیدہ باشند و تعریض امر جدائی است غیر تخصیص عام ایں جا عام بر معنی عموم خود باقی است معہذا قرآن دلالت می نماید بر دخول فرد واحد در عام بلکہ بر آنکہ سوق کلام برائے او بودہ است چنانچہ در فصل تعریضات بسط نموریم لیکن ایں شخص بسبب قلت معلومات خود باں معنی آشنا نیست بر تخصیص فردوی آورد۔

بار بار انگوٹھی دیتے

اور وہ قصہ فخرہ حضرت علی سے مکرر واقع ہوا ہوا اور دونوں باتیں ممنوع ہیں تین وجہ سے نہر ایک وَهُمْ رَاكِعُونَ حال واقع ہوا ہے بعد ایسے دو جملوں کے جو ایک ہی نطق پر ارشاد ہوئے ﴿لَعَنَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ اور يَوْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ جو صلہ ﴿الَّذِينَ﴾ کے احاطہ میں داخل ہیں اور متنبی ہیں ضمیر جمع پر جو کہ اُن دونوں کی فاعل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ دونوں جملوں سے حال واقع ہوا ہوا اور اس صورت میں معنی مربوط نہیں ہوتے۔ کہ یہ صورت ہوگی کہ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ، بخلاف اس کے یوں کہا جائے کہ اِخَاشَعُونَ اللّٰهَ فِي اِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَاِتَاءِ الزَّكَاةِ اللّٰهَ کے لئے

بازی گوئم کہ ایں جا تعریض وقعے راست بیاید کہ وہم راکعون حال واقع شود از یوتون الزکوة تنہا و آں قصہ مختصر مکرر از مرتبہ واقع شدہ و کلا ہما ممنوعان بسہ وجہ یکے آں کہ وہم راکعون حال واقع شدہ بعد دو جملہ متناسقہ داخلہ در چیز صلہ در مبتنی بر ضمیر جمع کہ از ہر دو جملہ حال واقع باشد و حسیذ معنی مربوط نہ گردد کہ یقیمون الصلوٰۃ وہم راکعون بخلاف آنکہ گوئم وہم خاشعون اللہ فی اقامۃ الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ یا گوئم یقیمون الصلوٰۃ المفروضۃ و یوتون الزکوٰۃ الکتوبۃ وہم راکعون مواظبون علی النوافل،

عاجزی کرنے والے ہیں، نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے میں یا یوں کہیں ”
 یقیمون الصلوٰۃ المفروضۃ ویوتون الزکوٰۃ المکتوبۃ وہم
 راکعون مواظبون علی النوافل“، فرض نمازیں قائم رکھتے ہیں اور فرض
 زکوٰۃ ادا کرتے ہیں دراصل حالیکہ وہ رکوع کرنے والے ہیں، یعنی نوافل پر
 مواظبت رکھنے والے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یوتون صیغہ مضارع ہے جو دلالت کرتا ہے
 استمرار تجدیدی پر، تو اگر یہ حال سے مقید ہوگا تو چاہیے کہ بار بار زکوٰۃ دینا رکوع
 کے وقت عمل میں آیا ہو اور ایک بار کا عمل استمرار تجدیدی کے لئے کافی نہیں ہوتا
 اور کوئی اس کا قائل نہیں۔

یہ بھی کوئی اعزاز ہے

تیسری وجہ یہ ہے کہ جو توجہ ہم نے اختیار کی ہے وہ تہذیب نفس

دوم آنکہ یوتون صیغہ مضارع است دلالت می کند بر استمرار تجدیدی پس
 اگر مقید شود بحال می باید کہ چندیں دفعہ ایثار زکوٰۃ در حین رکوع بعمل آمدہ باشد
 و یک بار لم آیت نمی کند ولا قائل بہ

سوئم آنکہ توجہی کہ ما اختیار کردیم ادخل است در تہذیب نفس و اوفق
 است بکتاب و سنت زیرا کہ خشوع در وقت صلوٰۃ و صدقہ مطلوب شرعی است و

میں بڑا دخل رکھتی ہے۔ اور کتاب وسنت کے ساتھ پوری موافقت رکھتی ہے اس لئے خشوع نماز کے وقت میں اور صدقہ دونوں مطلوب شرعی ہیں اور ہزاروں دلائل شرعیہ اُن کے مطلوب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح فرائض کو قائم رکھنا اور نوافل پر مواظبت شریعت میں مدوح ہے اور افراد بشر کی فضیلت و اکملیت کا ان پر مدار واقع ہوا ہے۔ بخلاف رکوع کے وقت صدقہ دینے کہ کوئی مناسب الاصل شرعیہ کے ساتھ اس میں واضح نہیں ہے بجز اس کے کہ صدقات میں مسرعت پر فی الجملہ دلالت اور اس صورت میں حسن عبارت یہ ہوگی کہ یوں کہیں گے وہم یسارعون فی الصدقہ خصوصیت رکوع کا اس میں کوئی دخل نہیں کہ مدح اس پر دائر ہو۔

ہزاراں دلیل شرعی بر مطلب آں دلالت می نماید و چہاں اقامت بر فرائض یا مواظبت بر نوافل مدوح است در شریعت سوا را فضیلت و اکملیت افراد بشر قبح شدہ بخلاف صدقہ دادن در وقت رکوع کہ بیچ مناسبت مقاصد شریعہ انہی کند الا آنکہ فی الجملہ دلالت دارد بر مسرعت در صدقات و حنیہ حسن ت آں باشد کہ گویند وہم یسارعون فی الصدقہ خصوصیت رکوع و داخل بیت ایں ما جرادست بر مشرکان عرب بابلغ وجوہ کہ می گفتند لولا انزل ان علی رجل من القرینین عظیم چوں معنی آیت دانستہ شدی گویم ایں جا

میں بڑا دخل رکھتی ہے۔ اور کتاب وسنت کے ساتھ پوری موافقت رکھتی ہے اس لئے خشوع نماز کے وقت میں اور صدقہ دونوں مطلوب شرعی ہیں اور ہزاروں دلائل شرعیہ ان کے مطلوب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح فرائض کو قائم رکھنا اور نوافل پر مواظبت شریعت میں مدوح ہے اور افراد بشر کی فضیلت و اکملیت کا ان پر مدار واقع ہوا ہے۔ بخلاف رکوع کے وقت صدقہ دینے کہ کوئی مناسب الاصلہ شرعیہ کے ساتھ اس میں واضح نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ صدقات میں مسارعت پر فی الجملہ دلالت اور اس صورت میں حسن عبارت یہ ہوگی کہ یوں کہیں گے وہم یسارعون فی الصدقہ خصوصیت رکوع کا اس میں کوئی دخل نہیں کہ مدح اس پر دائر ہو۔

ہزاراں دلیل شرعی بر مطلب آں دلالت می نماید و پچاساں اقامت بر فرائض یا مواظبت بر نوافل مدوح است در شریعت سو مارا فضیلت و اکملیت افراد بشر واقع شدہ بخلاف صدقہ دادن در وقت رکوع کہ هیچ مناسبت مقاصد شریعہ پیدا نمی کند الا آنکہ فی الجملہ دلالت دارد بر مسارعت در صدقات و حید حسن عبارت آں باشد کہ گویند وہم یسارعون فی الصدقہ خصوصیت رکوع و داخلے و در حکایت ایں ماجرا دوست بر مشرکان عرب بابلغ وجہ کہ می گفتند لولا انزل ہذا القرآن علی رجل من القریتمین عظیم چوں معنی آیت دانستہ شدی گوئم ایں جا

مَت تسلیم کریں

پھر اگر ہم تسلیم کر لیں کہ یہ آیت حضرت مُرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ دلالت اس بات پر ہوگی کہ حضرت علی المرتضیٰؑ مسلمانوں کو مدد دینے والے ہیں اور یہ بات حسب واقعہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے مرتضیٰؑ (علیہ السلام) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مواقعِ قتال میں توفیقِ عظیم عطا فرمائی تھی یہاں تک کہ ان سے اُمورِ عجیبہ کا ظہور ہوا جیسا کہ روزِ بدر اور غزوہٗ اُحد میں آپ کا معاملہ کرنا اور عمرو بن عبدود کو قتل کرنا غزوہٗ خندق میں اور واقعہٗ خیبر میں قلعہ کا فتح کرنا اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ اور یہ نصرِ مسلمینؑ (یعنی مسلمانوں کی مدد) تھی خلافت کہاں سے مفہوم ہوگئی اور دوسرا تحقیقی امر یہ ہے، کہ قرآن میں جس جگہ لفظِ ولایت آیا ہے اُس کے معنی نصرت یعنی

اصلاً ذکرِ خلافت نہیں و مدلولِ آیت بامسئلہ ماسا سے نہ دارِ دوذکر نبوت و وحی است و علی التسلیم لفظِ ظالم ہیتاً بر شخصے مطلق است کہ در وقت وقوع مضمون جملہ باشد نہ ہر شخصے کہ در زمانے کہ قبل اوست یا بعد اوست ظالم بود اطلاق عصیر بر غمر یا غمر بر عصیر مجاز است بالاتفاق و ابو بکر صدیق در وقت نیلِ خلافت ظالم نہ بود،

مدد لئے گئے ہیں۔ سورۃ انفال میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا اِلَیْهِ
﴿۸-۷۳﴾ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے
مال اور جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد بھی کیا اور جن لوگوں نے رہنے کو جگہ
دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں
چھوڑا تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک کہ وہ گھر نہ چھوڑ آئیں
اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے اُن کی مدد کرنی۔
اور سورۃ مائدہ میں ہے،

لَا تَتَّخِذُوا الْيَہُوْدَ اِلْحٰۤیۃً ﴿۵۱،۵۲﴾

اے ایمان والو! مت بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں یا رو
مددگار ہیں ایک دوسرے کے ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ خصوصاً اس آیت
میں سیاق و سباق نصرت کے معنی پر صاف صاف دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ
اول یہ فرما کر پھر آگے یہ فرماتے ہیں۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ يَرْتَدُّ اِلَيْكُمْ ﴿۵۳،۵۴﴾

اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے تو اللہ
تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا کر دے گا جن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی اور اللہ
تعالیٰ کو اُن سے محبت ہوگی۔ اِلْحٰۤیۃً اور یہ نصرت کی طرف ہی اشارہ ہے اس کے
بعد فرماتے ہیں،

وَمِنْ يَتَوَلَّی اللّٰہَ اِلْحٰۤیۃً ﴿۵۵-۵۶﴾

اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سوا اللہ کا گروہ بے شک غالب ہے،

اور یہ نصرت کے معنی صریح ہے۔ انصاف کرو کہ یہ دلیل فی نفسہ حضرت مرتضیٰ کی خلافت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے؟ یا ہوائے نفس کی بیماری سے اپنے سینے کو ہلکا کرنے کے لئے دُور دراز سے کھینچ کر اپنے مدعا پر آیت کو ڈال دیا ہے۔

مقلد اسلام شاہ ولی اللہ صاحب کی فکر انگیزیوں کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔

زیب عنوان آیت کے ضمن میں مخالفین کی پیش کردہ یہ حدیث رسول کہ اے علی کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تم مجھے ایسے ہو جیسے موسیٰ کو ہارون، اب شاہ صاحب کے زیر تبصرہ ہے ملاحظہ فرمائیں۔

جیسے موسیٰ کو ہارون

اصل قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت علی المرتضیٰ (علیہ السلام) کو اپنی خانگی

قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا ترضی ان تكون منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لانی بعدی اصل قصہ آں است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصلحتوں کی وجہ سے گھر میں چھوڑا۔ اس کی وجہ سے ایک گونہ ملال حضرت مرتضیٰ کے دل میں پیدا ہوا کہ جنگ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ ہونگے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ہو جو ہارون کا مرتبہ تھا موسیٰ کے ساتھ

متوجہ شد بغزوہ تبوک و حضرت مرتضیٰ را در خانہ گذاشت بجہت مصلحت خانہ خود از یں وجہ گونہ ملا لے بخاطر حضرت مرتضیٰ بہم رسید کہ وقت جنگ چرا ہمراہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ باشد۔۔

آنحضرت فرمود والا ترضی ان تكون منی بمنزلتہ ہارون من موسیٰ اخرج الترمذی والحاکم من حدیث سعد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لعلی وخلفہ فی بعض مغازیہ فقال لہ علی یا رسول اللہ تخلفنی مع النساء والصبیان فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما ترضی ان تكون منی بمنزلتہ ہارون من موسیٰ الا انہ لاناؤۃ اجدی حاصل آں است کہ حضرت موسیٰ در وقت غیبت خود از بنی اسرائیل بسوئے طور حضرت ہارون خلیفہ ساخت پس حضرت ہارون جمع کرد در میان سہ خصلت از اہل بیت حضرت موسیٰ بود و خلیفہ او بود بعد غیبت بنی بود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوں مرتضیٰ را خلیفہ ساخت در غزوہ تبوک حضرت مرتضیٰ،

اخذ کیا ترمذی اور حاکم نے سعد کی حدیث سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرما رہے تھے اور بعض غزوات میں آپ نے اُن کو نائب بنا کر چھوڑ دیا تھا تو حضرت علی (علیہ السلام) نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں کے پاس چھوڑ رہے ہیں تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ وہ رہا جو ہارون کا مرتبہ تھا موسیٰ کے ساتھ بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

امامت بھی گنی

حاصل یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے طُور کی طرف جاتے ہوئے اپنی

تشبہ پیدا کر دے حضرت ہارون درود و خصلت ثالثہ کہ نبوت است اس میں معنی بخلاف کبریٰ کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد چچ ربط نہ دارد،

زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در ہر غزوہ شخصے را امیر مدینہ مقرر می ساخت خلافت کبریٰ دیگر است و خلافت صغریٰ در وقت غیبت از مدینہ و اگر دلالت کند بر آنکہ مرتضیٰ حقیق است بانکہ تفویض امور با و فرمائید،

غیر حاضری تک بنی اسرائیل پر حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ تو حضرت ہارون میں یہ تین خوبیاں جمع ہو گئیں تھیں۔

﴿۱﴾ یہ کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اہل بیت میں سے تھے۔

﴿۲﴾ اُن کی عدم موجودگی میں اُن کے خلیفہ ہوئے۔

﴿۳﴾ یہ کہ نبی تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت علی المرتضیٰ ﴿علیہ السلام﴾ کو خلیفہ بنایا غزوہ تبوک میں تو حضرت علی المرتضیٰ ﴿علیہ السلام﴾ نے حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ دو خوبیوں میں مشابہت حاصل کر لی۔

اول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیبت کے وقت اُن کی خلافت دوسری اہل بیت نبوت میں سے ہونا۔

تیسری خوبی جو نبوت تھی اُس میں مشابہت نہ ہوئی۔ یہ مفہوم خلافتِ کبریٰ کے ساتھ جو آنحضرت کی وفات کے بعد ہوگی کوئی ربط نہیں رکھتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر غزوے میں کسی شخص کو امیرِ مدینہ مقرر کرتے تھے۔

خلافتِ کبریٰ

خلافتِ کبریٰ اور بات ہے اور خلافتِ صغریٰ مدینہ سے غیر حاضری

کے وقت میں اور بات ہے۔ اور اگر یہ ارشاد نبوی اس بات پر دلالت کرے کہ حضرت علی المرتضیٰ (علیہ السلام) اس بات کے حق دار ہیں کہ امورِ مہمہ اُن کے سپرد فرمائیں تو اس خیال کا ہمارے مذہب سے کوئی اختلاف نہیں اور اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد خلافت کبریٰ ہوتی تو آپ حضرت یوشع کے ساتھ تشبیہ دیتے جو حضرت موسیٰ کے خلیفہ ہوئے ان کی وفات کے بعد کیونکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی بجانب طورِ غیبت کے وقت ان کے خلیفہ ہوئے تھے نہ ان کی وفات کے بعد حضرت ہارون کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چند سال قبل ہوئی۔

اب شیعوں کی بہت دھرمی دیکھنے کے قابل ہے کہ اس دلیل کو صحیح

اس معنی باندھب ما خلافت ندارد اگر مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت کبریٰ می بود تشبیہ می داد یوشع کہ خلیفہ حضرت موسیٰ بجانب طور خلیفہ او بود نہ بعد وفات او موت حضرت ہارون قبل حضرت موسیٰ است چند سال حال تغت شیعه،

باید دید کہ برائے تصحیح اس دلیل گفتہ اند ہذا یدل علی ان جمیع المنازل الثابتہ لہارون من موسیٰ ثابتہ لعلی من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا صحح الا شتاء ومن المنازل الثابتہ بہارون من موسیٰ استحقاقہ للقیام مقامہ بعد وفاتہ لو عاش لانه لو عزله کان منفراد لک غیر جائز علی الانبیاء۔

بنانے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ کلام دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ تمام منازل ﴿مراتب﴾ جو ہارون کے لئے ثابت ہیں موسیٰ کی جانب سے وہ تمام علی ﴿علیہ السلام﴾ کے لئے ثابت ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اگر ایسا نہ ہوگا تو استننا صحیح نہ ہوگا اور ان منازل میں سے جو ہارون کے لئے موسیٰ کے لئے کی جانب سے ثابت ہیں وہ ان کا استحقاق ہے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن کا قائم مقام بننے کا اگر زندہ رہیں۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اگر اُن کو برخاست کر دیا ہوتا تو اس سے نفرت دلانے والے ہوتے اور انبیاء کے حق میں یہ جائز نہیں۔

اور نیز کہا ہے کہ ان منازل میں سے جو ہارون کے لئے موسیٰ کی جانب سے ثابت ہیں۔ یہ کہ وہ ان کے شریک تھے رسالت میں اور اس کے لوازم میں سے ہے استحقاق طاعت کا موسیٰ کی وفات کے بعد اگر وہ باقی رہیں تو ضروری ہوا کہ یہ سب اوصاف ثابت کئے جائیں حضرت علی ﴿علیہ السلام﴾ کے لئے بھی سوائے اس کے کہ رسالت میں ان کی شرکت ممتنع ہوگئی تو واجب ہوا کہ بغیر رسالت کے اُن کو اُمت پر اس حیثیت کے ساتھ ان کی اطاعت واجب ہو باقی رکھا جائے۔ اور یہی معنی امامت کے ہیں۔ ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ہارون کے مرتبہ میں ہونا بہ نسبت موسیٰ کے تشبیہ کی ایک نوع ہے اور تشبیہ میں وہی اوصاف معتبر ہوتے ہیں جو مشہور ہوتے ہیں اور زبانوں پر اُن کا ذکر آتا رہتا ہے نہ کہ دور دراز کے اوصاف، یہ ایسی ہی

بات ہے کہ کوئی شخص ”زید بمنزلۃ الاسد“ زید شیر کے مرتبہ میں ہے زید کے شیر جیسے دانت اور لمبے بال بھی سمجھ بیٹھے، یا بیعت میں زید کی شرکت کا ادراک کرے۔ حضرت ہارون کی مشہور خوبیوں میں سے وہی تین خوبیاں ہیں ﴿جو ہم نے ذکر کی ہیں﴾ کوئی ذی عقل اس قسم کے کلام سے بعد وفات خلافت کے استحقاق کے معنی نہیں سمجھ سکتا، خصوصاً اس جوڑ کے لگا دینے کی وجہ سے۔

ٹھہریے اور دیکھیے

قارئین کرام کو یہ اندازہ تو ہو ہی چکا ہو گا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ زیب عنوان آیت کریمہ ”انما ولیکم اللہ ورسولہ“ کو کسی بھی صورت میں سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کے حق میں ماننے کے لئے تیار نہیں اور تردید و انقض کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ ساتھ سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کا یہ عظیم اعزاز بہر صورت دُوسروں کی جھولی میں ڈال دینے کا فرض بھی ادا کر رہے ہیں۔

چونکہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکمل طور پر اس امر خاص کا تہیہ کر چکے ہیں اس لئے ہر اُس روایت کا بھی پوری شدہ و مد کے ساتھ محاکمہ اور محاسبہ فرمانے کی قسم کھا چکے ہیں جس سے اس آیت کریمہ کے حضرت علی علیہ السلام کے حق ثابت ہونے کی توثیق و تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ ایسی تمام روایات کو پورے اہتمام کے ساتھ پہلے تو نقل فرماتے ہیں اور پھر بزور عقل اُس کو اس قسم کے معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں جو اُن کے مشن کی تکمیل میں کل پُر زوں کا کام دے سکیں، اور امیر المؤمنین، امام المہتیین سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کی خلافتِ کبریٰ کی ناقابلِ تردید حقیقت کو سیوتا کر کرنے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔

بہر کیف! مولائے کائنات جناب حیدر کرار علیہ السلام کے حق میں آنے والی زیر بحث آیتِ کریمہ کی توثیق و تائید سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ اقدس بھی پورے طور پر فرماتا ہے کہ
 ”من كنت مولاه فعلي هذا مولاہ“

یعنی جس کے ہم مولا ہیں، اُس کے علی مولا ہیں، لہذا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مختلف اسناد سے آنے والی اُن روایات کا کثیر حصہ نقل فرما رکھا ہے جن میں ”من كنت مولاه فعلي هذا مولاہ“ کا فرمانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے۔

شاہ صاحب قبلہ چاہتے تو اس سلسلہ کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنا سکتے تھے مگر شاید آپ نے اس خیال سے تمام روایات یکجا کر دی ہیں تاکہ بعد میں دُوسروں کو ان میں سے کوئی دُوسری روایت پیش کرنے کی ہمت باقی نہ رہے۔

اگرچہ ہم نے بھی یہ تمام روایات باب ”غدرِ ختم“ میں نقل کر رکھی ہیں

اور انہیں بے شمار ثقہ کتابوں کے حوالوں سے بھی مزین کر رکھا ہے تاہم یہاں پر بھی یہ روایات شاہ صاحب کی تالیف ”ازالۃ الخفاء“ کی وساطت سے اس ضرورت کے تحت نقل کی جا رہی ہیں کہ شاہ صاحب کی موجودگی میں ذریت کو کم از کم یہ تو باور کرایا جاسکے کہ شاہ صاحب ان روایات کو تمہاری طرح واپسی اور باطل نہیں سمجھتے، بلکہ ان سب روایتوں کو صحت مند مان کر غیر صحت مند تبصرے کی نذر کرتے ہیں اور پھر مترجم صاحب نے خطوط وحدانی کا سہارا لے کر جن خطوط پر کام کیا ہے وہ شاید شاہ صاحب کے بس میں بھی نہیں تھا۔

بہر نوع! انہی الفاظ پر اس وضاحتی مضمون کو ختم کیا جاتا ہے اور شاہ صاحب کی کتاب سے وہ تمام تر روایات نقل کی جاتی ہیں جن سے مولا مشکل کشا، شیر خدا کے ہر اس مومن کا مولا ہونا ثابت ہوتا ہے جس کے حضور رسالت مآب التحیات والتسلیمات مولا ہیں۔

دوستی کا حکم دیا تھا

اصل قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کو یمن کی جانب بھیجا، وہاں اُن کے اور ان کے لشکر والوں کے درمیان کچھ ناگواری واقع ہو گئی۔ جب حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب حاضری سے مشرف ہوئے تو آپ کے لشکر والوں نے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شکایت پیش کی،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند روز تو قف فرمایا اور حضرت
علی المرتضیٰ علیہ السلام سے حقیقت حال دریافت کی۔ جب اصل قصہ آپ
کے خیال مبارک میں منبج ہو گیا تو آپ کو لشکر والوں کی آپ کے ساتھ سرکشی
معلوم ہو گئی۔

حجۃ الوداع سے واپسی کے دوران میں آپ نے اہل بیت کے
ساتھ حسن سلوک کے بارے میں ایک خطبہ پڑھا اور آخر خطبہ میں مروی ہے
کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ منہ کلانی پر لوگوں کو جھڑکا اور ان
کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم دیا۔

لیکن در حقیقت

اخذ کیا مسلم نے بروایت اسماعیل بن ابراہیم از ابی حبان از زید بن
حبان، انہوں نے بیان کیا کہ میں حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم
کے پاس گئے، جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے کہا کہ اے زید !
آپ کو خیر کثیر نصیب ہوئی کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا
اور آپ کا کلام سنا اور آپ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی
بیشک اے زید ! آپ کو خیر کثیر نصیب ہوئی،

اے زید ! آپ ہم سے کوئی ایسی بات بیان کیجئے جو آپ نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی۔

زید نے فرمایا اے بھتیجے ! واللہ میری عمر بڑی ہو گئی اور میرا زمانہ پرانا ہو گیا اور بعض وہ باتیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُن کر یاد کی تھیں بھول گیا ہوں تو جو کچھ میں نے تم سے بیان کی ہیں اُن کو قبول کرو اور جو نہیں کیں اُن پر مجھے تکلیف نہ دو۔ پھر کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے خطبہ دینے کے لئے اُس مقام پر کھڑے ہوئے جس کو خم کہا جاتا ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور وعظ و نصیحت کی، پھر فرمایا ! اَمَّا بَعْدُ، یاد رکھو اے لوگو ! میں ایک بشر ہوں وہ وقت قریب ہے کہ میرے رب کا قصد

یازید خیر اکثر رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال یا ابن ابی
واللہ لقد کبرت منی و قد مر عہدی و نسیت بعض الذی کنت اعی من رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فما حد شکم فاقبلوا و اما فلا تکلفونی ثم قال قام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوماً ضیناً خطیباً بماء یدعی خمساً بین مکہ و المدینۃ ثم حمد اللہ
و دے واٹھنے علیہ دو وعظ و ذکر ثم قال اما بعد الا یا ایہا الناس فانما انا بشر یوشک ان
یاتی رسول و ے فاحسب و انا تارک فیکم ثقلین اولہما کتب اللہ فی الہدی و النور
فتخذوا بکتاب اللہ و استمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ و رغب فیہ ثم قال و اہل بیتی
و ذکر کم اللہ فی اہل بیتی،

آجائے اور میں اُس کی دعوت قبول کروں اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، اُن میں سے پہلی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو کتاب اللہ کو پکڑو اور اس کو سنبھالے رہو تو آپ نے کتاب اللہ پر لوگوں کو ابھارا اور اُس کی طرف رغبت دلائی۔

کس کس کیلئے

پھر فرمایا ! اور ﴿دوسری چیز﴾ میرے اہل بیت ہیں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں ﴿کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے﴾ میرے اہل بیت کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، تو اُن میں سے حصین نے کہا کہ اے زید ! اہل بیت نبی کون ہیں، کیا آپ کی بیبیاں اہل

فقال حصین ومن اہل بیتہ یازید ایس نساء من اہل بیتہ قال نساء من اہل بیتہ ولكن اہل بیتہ من حرم الصدقة بعده قال ومن ہم قال ہم آل علی وآل محمیل وآل جعفر وآل عباس قال کل ہولاء حرم الصدقة قال نعم ومن طریق محمد ابن فضیل وخریر عن ابی حبان نحو حدیث اسماعیل ومن طریق سعید بن مسروق عن یزید بن حبان نحوہ ایں قدر خود صحیح است مذکور در صحیح مسلم در زیادۃ قصہ امر تاس بموالاة مرتضیٰ ایں جائزہ کو نیست و اہل حدیث داران زیادۃ مختلف اند طائفہ صحیح دابند و طائفہ غریب مطلق و میل بندہ ضعیف ہاں است لیکن نہ بدرجہ حدیث مسلم اخرج الحاکم من طریق سلیمان الاعمش من حبیب بن ابی ثابت لمن زید بن ارقم۔

بیت میں سے ہیں ؟ لیکن ﴿در حقیقت﴾ آپ کے اہل بیت وہ ہیں کہ آپ کے بعد جن پر صدقہ لینا حرام کیا گیا، حصین نے کہا ! وہ کون ہیں ؟

زید نے فرمایا کہ وہ آل علی، آل عقیل و آل جعفر ہیں اور آل عباس

ہیں۔

حصین نے کہا کہ کیا ان سب پر صدقہ لینا حرام ہے ؟

زید نے کہا ! ہاں

یہ اضافہ بھی ٹھیک ہے

اور بروایت محمد بن فضیل اور جریر از ابی حبان مثل حدیث اسماعیل ﴿مذکورہ بالا﴾ اور بروایت سعید بن مسروق از یزید بن حبان اُس طرح اتنی بات بلاشبہ صحیح ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے اور حضرت علی المرتضیٰ کی موالاة کے قصہ کا اضافہ یہاں مذکور نہیں اور اس اضافہ کے بارے میں اہل حدیث مختلف الرائے ہیں ایک جماعت نے صحیح قرار دیا اور ایک جماعت نے غریب مطلق اور بندہ ضعیف کا رجحان یہ ہے کہ یہ اضافہ بھی صحیح ہے لیکن حدیث مسلم کے درجہ میں نہیں، اخذ کیا حاکم نے بروایت سلیمان بن الاعمش من حبیب بن ابی ثابت از ابی الطفیل، زید بن ارقم،

قریبی دوست

حاکم نے اور ترمذی نے بھی اُسی طرح مروی ہے عمران بن حصین سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور اُس پر امیر بنایا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اور علی سریہ میں بڑھے جارہے تھے کہ انہوں نے ایک جاریہ پر اپنا قبضہ کر لیا اُن کی یہ بات لوگوں کو ناگوار ہوئی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملنے کے لئے چار نے باہم یہ طے کر لیا کہ جو کچھ علی (علیہ السلام) نے کہا ہے اُس کی ہم آپ کو خبر دیں گے۔

ذوالحاکم والترمذی نحوہ عن عمران بن حصین قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سریۃ واستعمل علیہم علی ابن ابی طالب علیہ السلام فمض علی فی السریۃ فاصاب جاریۃ فاکتروا ذالک علیہ فتعاقد اربعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ التینا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخبرناہ بما صنع علی قال عمران وکان المسلمون اذا قدموا من سفر براد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ففطر والیہ سلموا علیہ ثم یصرفون الی رجاہم فلما قدمت السریۃ سلموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقام احد الاربعۃ فقال یا رسول اللہ الم تر ان علیا صنع کذا فاعرض عنہ ثم قام الثانی فقال مثل ذلک فاعرض عنہ ثم قام الثالث

عمران کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ معمول تھا کہ جب سفر سے آیا کرتے تو ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع کرتے اور آپ کی طرف دیکھتے اور آپ کو سلام کرتے پھر اپنے کجاووں کی طرف واپس ہوتے۔

تو جب سریہ آیا لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا تو ان چاروں میں سے ایک کھڑا ہوا اور بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کو علم نہیں کہ علی علیہ السلام نے ایسا کیا، تو آپ نے منہ پھیر لیا، پھر دوسرا کھڑا ہوا تو اس نے بھی ایسا ہی کہا تو آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔

فقال ذلک فاعرض عنہ ثم قام الرابع فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الم تر ان علیا صنع کذا وکر ان قیل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والغضب فی وجهہ فقال یا تریدون من علی ان علیا منی وانا منہ وانا ولی کل مومن واخرج الحاكم عن عمرو شاش الاسلمی وکان من اصحاب الحدیث قال خرجنا مع علی علیہ السلام الیمن فجھائے فی سفرہ ذلک حۃ وجدت فی نفسے فلما قدمت اظہرت شکایتہ فی المسجد حۃ بلغ ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ذرخلت المسجد۔

پھر تیسرا کھڑا ہوا اُس نے بھی ایسا ہی کہا، آپ نے اُس سے بھی

منہ پھیر لیا،

پھر چوتھا کھڑا ہوا اور اُس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 علی علیہ السلام نے ایسا اور ایسا کیا تو اُس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم متوجہ ہوئے تو آپ کے چہرہ پر غضب کے آثار تھے اور آپ نے فرمایا
 کہ تم لوگ علی ﴿علیہ السلام﴾ کے بارے میں کیا ارادہ رکھتے ہو؟

بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اُس سے، یعنی نہ میں
 علی کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ علی مجھے چھوڑ سکتا ہے اور ہر
 مومن کا قریبی دوست ہوں۔

اور اخذ کیا حاکم نے، روایت ہے عمرو شاش الاسلمی اور وہ اصحابِ
 حدیبیہ میں سے تھے۔ کہا کہ ہم علی کے ساتھ یمن کی طرف نکلے تو انہوں نے
 اس سفر میں مجھے تکلیف پہنچائی یہاں تک کہ میرے دل میں رنج پیدا ہو گیا
 جب میں مدینہ آیا تو میں نے مسجد میں لوگوں کے سامنے ان سے جو شکایت
 کی تھی اس کا اظہار کیا یہاں تک کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 تک پہنچ گئی عمرو نے کہا کہ میں اگلے دن صبح کو مسجد میں داخل ہوا۔

کہا کہ جب واپس ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ
 الوداع سے اور اترے غدیر خم میں۔ تو آپ نے حکم دیا سیڑھیوں کے متعلق تو
 اُن کو صاف کر دیا گیا جن پر آپ نے مع اصحاب کے آرام فرمایا۔ پھر آپ

نے ایک خطبہ دیا جس کے دوران میں آپ نے فرمایا گویا کہ میں پکار لیا گیا ہوں اور جواب قبول بھی دے چکا ہوں۔

میں ٹم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے کتاب اللہ اور میرے اہل بیت، تو دیکھو کہ ان دونوں

قال لما رجع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من حجة الوداع ونزل غدير خم امر بدرجات فقمين قال اكنتي قد وعيت فاجبت اني قد تركت فيكم الشقلين احدهما اكبر ان آلاخر كتاب الله تعالى وعترتي فانظروا كيف تخلفوني فيها فانها لن ينفرك حنن يردا على الحوض ثم قال ان الله عز وجل مولاي وانا ولي كل مؤمن ثم اخذ بيد علي عليه السلام فقال من كنت وليه فهذا وليه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وذكر الحديث بطوله واخرج الحاكم من طريق سلمة بن كهيل عن ابيه عن ابي الطفيل انه سمع زيدا بن ارقم يقول نزل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بين مكة والمدينة عند سمرة خمس درجات عظام فلنس الناس ماتحت السمرة ثم راح رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عشية فصلت ثم قال خطيب محمد الله واخني عليه وذكرو وعظ فقال ماشا الله ان يقول ثم قال ايه الناس اني تارك فيكم امرين لن تغفلوا ان اتعبتو هما وهما كتاب الله واهل بيتي عترتي ثم قال العملون اني اولي بالمؤمنين من انفسهم ثلاث مرات قالوا نعم فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من كنت مولاه فعلي مولاه۔

کے ساتھ میرے بعد تمہیں کیا معاملہ کرنا ہے۔ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے۔

پھر آپ نے فرمایا! بے شک اللہ عز و جل میرا مولا ﴿محبوب﴾ ہے اور میں دوست قریبی ہوں ہر مومن کا، پھر آپ نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس کا دوست میں ہوں یہ بھی اُس کا دوست ہے اے اللہ آپ اُس سے محبت کیجئے جو علیؑ سے محبت کرے اور اس سے دشمنی کا معاملہ کیجئے جو علیؑ سے دشمنی کرے۔

اور کیا چاہتے ہو

اور ذکریا زید بن ارقم نے حدیث کو اس کی تفصیل کے ساتھ اور اخذ کیا حاکم نے بروایت سلمہ بن کہیل از کہیل از ابی الطفیل کہ انہوں نے زید بن ارقم سے سنا وہ کہتے تھے کہ اترے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان نزدیک سمرہ کے درختوں کے پانچ بڑے درجات میں، تو لوگوں نے سمرات کے نزدیک زمین پر جھاڑو دے دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آرام فرمایا عشاء تک پھر نماز پڑھی پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اللہ کی حمد و ثناء کی اور اللہ کا ذکر اور وعظ کیا اور جو اللہ کو منظور تھا کہ آپ کہیں، وہ آپ نے کہنے کے بعد فرمایا اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم نے ان دونوں کا اتباع کیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ

دونوں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت اور عترت یعنی خاص اقربا ہیں پھر آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنین کے ساتھ ان کے نفسوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتا ہوں یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا ﴿ہر مرتبہ﴾ لوگوں نے کہا ”نعم“، یعنی بے شک پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے ﴿یعنی ولی و محبوب﴾

اخذ کیا حاکم نے بریدہ اسلمی سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے یمن کی طرف علیؑ علیہ السلام کی معیت میں جہاد کیا وہاں میں نے ان میں لغزش دیکھی۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے علیؑ کا ذکر کیا اور ان کی برائی بیان کی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو متغیر ہوتے ہوئے دیکھا پھر آپ نے فرمایا اے بریدہ! کیا میں مومنوں کے ساتھ ان کے نفسوں سے زیادہ تعلق والا نہیں ہوں؟

واخرج الحاکم عن بریدة الاسلمی قال غزوت مع علی الی یمن فرایت منه جفوة فقد مت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فذکرت علیاً فقصت فرایت وجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا بریدة الست اولی بالمومنین من انفسهم قلت بلی یا رسول اللہ فقال من کنت مولا فطی مولا واخرج۔

میں نے جواب دیا بے شک یا رسول اللہ۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھے تو جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو اپنی دونوں آنکھوں کو مجھ پر جمادیا۔ راوی نے کہا کہ ان کا یہ کہنا تھا کہ آپؐ نے میری طرف تیز نظر سے دیکھا یہاں تک کہ جب میں بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے عمرو! خبردار بخدا تو نے مجھے اذیت پہنچائی،

میں نے کہا! کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، اس بات کی کہ میں آپؐ کو اذیت پہنچاؤں یا رسول اللہ۔
آپؐ نے فرمایا! کیوں نہیں جس نے علیؑ کو اذیت پہنچائی اُس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

ذات عداۃ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لی ناس من اصحابہ
قلما رآنی ابدنی عینیۃ قال یقول حداد الی النظر حتی اذا جلست قال یا عمرو
اما واللہ لقد آدمیتنی فقلت اعوذ باللہ ان اوذیک یا رسول اللہ قال بللی من اذی
علیا فقد اذانی واخرج الحاکم عن ابی سعید الخدری شکی الناس علی ابن ابی طالب
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ما فینا خطیبا فسمعتہ یقول ایہا الناس لا تشکلو
علیا فواللہ انہ لا خیش فی ذات اللہ و فی سبیل اللہ

اخذ کیا حاکم نے روایت کی ابو سعید خذری نے کہ لوگوں نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے ہمارے سامنے بحیثیت خطیب کھڑے ہوئے تو میں نے سنا آپ فرما رہے تھے کہ لوگو! علی کی شکایت نہ کرو، واللہ وہ اللہ کی ذات، یا فرمایا کہ وہ اللہ کی راہ کے بارے میں کچھ تشدد ہے۔

علی کی نافرمانی نبی کی نافرمانی ہے

اخذ کیا ترمذی نے مروی ہے براء سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لشکر بھیجے اور ان میں سے ایک پر امیر بنایا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اور دوسرے پر خالد بن ولید کو اور فرمایا کہ جب قتال ہو تو علی پورے لشکر کے امیر ہوں گے ﴿براء نے﴾ کہا کہ پھر علی علیہ السلام نے ایک قلعہ فتح کیا اور ﴿غنیمت میں سے﴾ ایک جاریہ لے لی، اس کے بعد خالد بن ولید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خط لکھ کر میری معرفت بھیجا جس میں علی علیہ السلام کی مخبری کی تھی۔

اخرجه الحاکم من حدیث ام سلمہ وازاں جملہ خطاب فرمود بحضرت مرتضیٰ من اطاعتی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاعک فقد اطاعنی ومن عصاک فقد عصانی اخرجہ الحاکم من حدیث ابی ذر وازاں جملہ حب علی آیتہ الایمان وبلغض علی آیتہ النفاق۔

براء نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جب ﴿وہ خط لے کر﴾ پہنچا جب آپ نے وہ خط پڑھا تو آپ کا رنگ بدل گیا، پھر فرمایا کہ !

”تو اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے جو محبت کرتا ہے اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ اور اُس کا رسول اُس سے محبت کرتے ہیں میں نے کہا ! میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اُس کے رسول کے غضب سے میں تو صرف ایک ایچی ہوں تو آپ خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لا علاج بیماری کے معالجہ کی بڑی کوشش فرمائی ہے اور سخت تنبیہات بھی کی ہیں اُن میں سے یہ ہے کہ فرمایا ! جس نے علی ﴿علیہ السلام﴾ کو گالی دی اُس نے مجھے گالی دی۔“

اس کو اخذ کیا حاکم نے حدیث ام سلمہؓ سے اور اُن میں سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے تیری اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

اس کو حاکم نے اخذ کیا حدیث ابو ذرؓ سے اور ان میں سے یہ ہے کہ

علی علیہ السلام کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ اور علیؑ سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

اس کو بخاری نے اخذ کیا۔ اور فرمایا، یا علیؑ مبارک ہے وہ شخص جس نے تجھ سے محبت کی اور بد انجام ہے وہ شخص جس نے تجھ سے بغض رکھا اور تجھ پر جھوٹ بولا اور یہ تمام الفاظ قریب قریب معنی کے ہیں اور ان کے فرمانے کے اوقات بھی قریب قریب تھے۔ جب یہ حدیث اور اس کا سبب ورود مؤرخ ہو گیا تو اب ہم اصل بات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

کائنات بدل دیا

اہل بیت کے حق کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت بڑی نیکی ہے نیک برتاؤ کرنا اپنے باپ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ۔

اس کو اخذ کیا مسلم نے حدیث ابن عمرؓ سے اور اس میں شک نہیں کہ جب باپ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ نیک برتاؤ مطلوب شرعی ہے تو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدرجہ اولیٰ مطلوب ہے۔ اور یہ بات قرین عقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرمائیں اور حضرت عباسؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور ازواج طاہرات سب اس امر میں داخل ہیں۔

عبدال مطلب ابن ربیع سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں غصہ میں بھرے ہوئے آئے اور میں آپ کے پاس موجود تھا، آپ نے فرمایا کہ آپ کو کس بات پر غصہ آرہا ہے ؟

انہوں نے کہا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ قریش کا یہ کیا معاملہ ہے، کہ جب یہ لوگ باہم ایک دوسرے سے ملتے تو مخندہ پیشانی ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ان کا حال بدل جاتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آ گیا یہاں تک کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا پھر فرمایا !

قسم سے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول

احمر وجہ ثم قال والذي نفس لا يدخل قلب رجل الايمان حتى يحكمكم الله ورسوله ثم قال ايها الناس من اذن فقد اذ اني فانا نعم الرجل صنابيه اخرجه الترمذي وعن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان يقول نساءه ان امركن فما هميني من بعدى ولن تبصر عليكن الا الصابرون الصدقيون قالت عائشة ليني المتصد قين ثم قالت عائشة ابى سلة بن عبد الرحمن سقى الله اباك من سلسيل الجنة وكان ابن عوف قد تصدق على امهات المؤمنين بحديقته بيعت باربعين الفا

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے محبت کرے۔

پھر آپ نے عوام سے فرمایا اے لوگو! جس نے میرے چچا کو اذیت پہنچائی اُس نے مجھے اذیت پہنچائی کیونکہ کسی شخص کا چچا باپ کی ایک شاخ یعنی باپ کے مرتبہ میں ہے۔

اس کو اخذ کیا ترمذی نے اور مروی ہے حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ﴿ایک مرتبہ﴾ اپنی بیبیوں سے فرما رہے تھے کہ تمہارا معاملہ میرے بعد میرے لئے اہم امور میں سے ہے، تمہاری خدمت پر کمر بستہ ہرگز کوئی نہ ہوگا۔ بجز صابروں اور صدیقیوں کے، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آپ کی مراد ﴿لوجه اللہ﴾ دینے والوں سے تھی۔

پھر فرمایا عائشہؓ نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے کہ اللہ نے تیرے باپ کو جنت کی نہر سلسبیل سے سیراب کیا اور ابن عوف نے اُمہاتِ مومنین پر ایک بہت بڑا باغ صدقہ کیا تھا جو چالیس ہزار میں فروخت ہوا تھا۔ اخذ کیا اس کو ترمذی نے اور سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ اپنی ازواج سے فرما رہے تھے کہ جو

اخرجه الترمذی وعن ام سلمة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول ازواجه ان الذي منحوا عليكن بعدى هو الصادق البار اللهم اسق عبد الرحمن ان عوف من سلسبيل الجنة۔

شخص میرے بعد تم سے سخاوت کا معاملہ کرے گا وہ صادق اور نیک کردار ہوگا
اے اللہ! عبدالرحمن بن عوف کو سلسبیل جنت سے سیراب کر۔

روایت کیا اس کو احمد نے اور کتاب اللہ اور اسکے ساتھ دوسروں کو جمع
کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جب تک کتاب اللہ پر ایمان لانا واجب ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقارب و ازواج کے ساتھ حسن سلوک
بھی واجب ہے اور اس کلام کا سیاق اس حدیث کے سیاق کے قریب ہے کہ
جو شخص تم سے اللہ اور یوم قیامت پر ایمان لاتا ہے، اُس کو چاہیے کہ اپنے
مہمان کا اکرام کرے۔ یہ معنی زید بن ارقم کی حدیث میں مسلم کے الفاظ سے
جو اس کے سب سے زیادہ صحیح الفاظ ہیں ظاہر ہیں۔ اس میں کوئی خفا نہیں
ہے۔ رہا حضرت مرتضیٰ کے لئے آپ کا غصہ کرنا اور ان کو ایذا سے باز رہنے
کی تاکید کرنا سب قرین عقل ہے،

رواہ احمد و معنی جمع در کتاب وغیرہ آں است تا وقتے کہ ایمان بکتاب اللہ واجب
است صلا اقارب و ازواج آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز واجب است و
سیاق این کلمہ قریب بسباق این حدیث است

من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم صیغہ و این معنی از لفظ مسلم در
حدیث زید بن ارقم کہ اصح الفاظ اوست ظاہر است لا خفا لہ و اما غضب برائے
مرتضیٰ

اور کیا چارہ تھا

جب حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کا حق پر ہونا ظاہر ہو گیا اور ان کے حق میں بدگوئی کرنے والوں کا جھوٹا ہونا واضح ہو گیا تو حق کا اتباع کرنے والے یعنی ﴿آ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کے لئے بغیر تاکیدات کے اور کیا چارہ کار ہوتا اور خارجہ عدل الہی سے اس سختی کے علاوہ اور کیا ظاہر ہوتا۔ ملکوت کا جوش میں آ جانا حضرت عائشہ پر تہمت لگائے جانے کے وقت شہر میں معلوم ہی ہو چکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا جب کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے مابین ایک گونہ رنجش پیدا ہوئی تھی کیا تم میرے رفیق کا میری خاطر پیچھا نہ چھوڑو گے۔ الخ

تم پڑھ ہی چکے ہو ﴿اسی طرح آپ نے﴾ دوستی علی المرتضیٰ علیہ السلام کے لئے اس کلمہ سے وصیت کی ”الست اولیٰ بکم“ کیا میں تم

و تاکید در نہی ایذاء او نیز معقول المعنی است چوں حق مرتضیٰ ظاہر شد و نعت بدگویاں در حق او واضح گردید از متبع حق بغیر اس تاکیدات چه بروز نماید جوشید ن ملکوت ہنگام افک حضرت عائشہ دانستہ،

وقول آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقتی کہ ملا لے در میان ابوبکر صدیق و حضرت عمر رفت ہلا شتم تار کون لے صاجے الحدیث خواندہ

سے تمہاری جانوں کی بہ نسبت قریب تر نہیں ہوں سب نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا کہ من کنت مولیٰ، الخ تو میں جس کا مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے اے اللہ جو علی سے محبت کرے اُس سے آپ محبت کیجئے اور جو علی سے عداوت کرے اُس سے آپ عداوت کیجئے۔

اور اس کلمہ ”الست اولیٰ بکم“ سے ابتداء کے یہ معنی ہاں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق امت پر یہ ہے کہ اپنی تمام مصالح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصالح کے سپرد کر دیں۔

سپردم بتو کامیہ خویش را
تودانی حساب کم و بیش را
اور اُن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے کوئی اختیار

وصیت دوستی مرتضیٰ را بایں کلمہ نمود الست اولیٰ بکم من انفسکم قالوا بلی قال من کنت مولیٰ فعلی مولا اللهم وال من والاه وعاد من عاداه ومعنی ابتداء ایں کلمہ آں است کہ حق پیغامبر صلوٰت اللہ وسلامہ بر امت آں است کہ جمیع مصالح خور را تفویض بحساب وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمایند وایشاں را با پیغامبر حیرتے واستقلالے باشند مانند طفل در دایہ یا مانند اعمیٰ در دست قائد بے اختیار باند بور پس آنا نکہ با مرتضیٰ عداوت داشتہ باشند و وجوہ شکایت او تقریر کنند بر نفس و عقل خود اعتماد نہ نمایند

نہیں اور استقلال نہ رہے گا جس طرح بچہ دایہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ یا اندھا رہبر کے ہاتھ میں، اس طرح خود بے اختیار ہو جانا چاہیے تو جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ عداوت رکھتے ہوں اُن سے شکایت کی وجہ بیان کریں وہ اپنے نفس و عقل پر اعتماد نہ کریں اور پیغمبر کے حکم کے تابع نہ رہیں۔

اور مولیٰ کے معنی ہیں دوست، اس کو قرینہ ہے ”اللہم وال من والاہ“ ارح اور بہت سی احادیث اس کا قرینہ ہیں جن کا بیان ہم کر چکے ہیں مثلاً وتبغض ولا تشکوا یعنی نہ بغض رکھ نہ شکایت کر۔
علی کی محبت ایمان کی علامت ہے جس نے علیؑ کو گالی دی اُس نے

وتابع حکم پیغمبر باشندو معنی مولیٰ دوست است بقرینہ اللہم وال من والاہ وعاد من اعادہ و بقرینہ احادیث بسیار کہ مذکور کر دیم

لا تبغض ولا تشکواحت علی آیت الایمان من حب علیا نقد سی الی غیر ذلک چوں ایں معنی واضح شد باید دانست کہ ایں حدیث با مسئلہ ایجاب اختلاف مسا سے ندارد ایں جا تعظیم صلہ اہل بیت مراد است و امر بدوستی حضرت مرتضیٰ و نہی از دشمنی او است و ایں نوع در حق مرتضیٰ تنہا نہ فرمودہ اند بلکہ در حق عباس و اولاد او در حق ازواج طاہرات نیز وارد شدہ و در حق ابو بکر صدیق نیز ہل اہم تارکون لی ابا بکر الحدیث

مجھے گالی دی۔ وغیر ذلک جب یہ معنی واضح ہو گئے تو جاننا چاہیے کہ اس حدیث کا مسئلہ ایجاب و استخلاف سے کوئی دُور کا علاقہ بھی نہیں۔ یہاں صرف اہل بیت کے ساتھ حُسنِ سلوک کی عظمت کا بیان کرنا مقصود ہے اور حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی دوستی کا حکم اور اس سے دشمنی رکھنے کی ممانعت مراد ہے اور اس قسم کی گفتگو آپ نے تنہا حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام ہی کے حق میں نہیں فرمائی بلکہ حضرت عباسؓ اور اُن کی اولاد اور ازواجِ طاہرات کے حق میں بھی فرمائی ہے اور ابو بکر صدیقؓ کے حق میں بھی ”ہل انتم تار کون لی ابا بکر“

تختِ شیعہ را تماشا کن چوں دریں حدیث ہم جائے ناخن بودند
 ندیدند گفتند مولیٰ بمعنی اولیٰ است و اولیٰ متصرف در حق تمام امت می گیرم و
 اولیٰ بتصرف در حق جمیع امت امام است پس حضرت مرتضیٰ امام باشد گویم
 مولیٰ بمعنی محبوب است از جهت قرینہ اسباب متقدمہ و از جهت احادیث کہ
 قریب بمضمون ایں حدیث و نزدیک بزمان او وارد شدہ و از جهت قرینہ اللہم
 وال من والاہ و عاد من عادہ و از میگویم مولیٰ بمعنی معنق و معنق مشہور است و
 بمعنی ناصر و مالک نیز آمدہ لیکن بمعنی ولی امر نیامدہ هیچ فعل بمعنی فعلیل نخواہد
 ایم باز میگویم اگر مولیٰ بمعنی اولیٰ باشد یا در لفظ ذکر اولیٰ آمدہ باشد ہنوز دارد گیر
 جاری است از کجا کہ ولایت در تصرف امور ملکیت مراد است،

علی امام نہیں معاذ اللہ

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں! شیعوں کی دروغ بیانی کا تماشا دیکھو جن اُن کو اس حدیث پر ناخن رکھنے کی جگہ نہ ملی تو کہنے لگے بمعنی اولیٰ ہے اور اولیٰ کو ہم تمام اُمت کے حق میں تصرف کرنے والے کے معنی میں لیتے ہیں الایہ النبی اولیٰ بالمؤمنین الخ اور جو تمام اُمت کے حق میں اولیٰ بن صرف ہے وہ امام ہے پس حضرت مرتضیٰ امام ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ مولیٰ کے معنی ہیں محبوب اُن اسباب کے قرینت جو بیان ہو چکے اور اُن احادیث کے قرینہ سے جو اس حدیث کے مضمون سے قریب ہیں اور اس حدیث کے زمانہ کے نزدیک ہی وارد ہوئی ہیں اور ان کلمات کے قرینہ سے ”اللهم وال من والاہ الخ“ ہم پھر کہتے ہیں کہ مولا معتق ﴿آزاد کرنے والے﴾ اور معتق ﴿آزاد کردہ غلام﴾ کے معنی میں مشہور ہے اور ناصر و مالک کے معنی میں بھی آیا ہے۔

﴿ان الله مولاہ الذین آمنوا وان لکفرین لا مولیٰ لهم﴾
ولی امر کے معنی میں نہیں آیا اور کوئی فعل بمعنی فاعیل ہم نے نہیں پڑھا۔

یعنی یہ لوگ اولیٰ کے جو بروزن افعل ہے اور ولی کے جو بروزن فاعیل ہے ایک معنی بنا رہے ہیں ﴿ہم پھر کہتے ہیں کہ﴾ بالفرض ﴿اگر﴾

مولے بمعنی اولیٰ ہویا ﴿کسی حدیث کے﴾ لفظ میں ذکر ولی کا آ بھی گیا ہو تو پھر بھی یہ گرفت کرنے کا موقع موجود رہے گا کہ ولایت کو امورِ ملکیت میں تصرف کرنے کے معنی میں مراد کہاں سے لے لیا گیا۔

یہ تھا فلسفہ

شاہ ولی اللہ صاحب کی طویل ترین عبارت مع ترجمہ بلفظ پیش خدمت کر دی گئی، مترجم صاحب کی ترجمہ بازیوں کی تفصیل بھی کافی طویل ہے، تاہم ناگزیر مقامات پر ان کی وضاحت کر دی جائے گی۔ اب اس طویل عبارت کے بعض حصوں کو زیر بحث لا کر قارئین پر حقیقتِ حال واضح کرنے کی مخلصانہ کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ متلاشیانِ حق کے لئے اس بحث کو یقیناً کارآمد بنائے گا۔

بہر کیف! سب سے پہلے اس طویل ترجمہ کا اختصار بارہ نکات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

بارہ نکات

- ﴿۱﴾ انما ولیکم اللہ جس کو شیعہ نے حضرت مرتضیٰ کے حق میں بیان کیا ہے۔ اس آیت کا سیاقِ مرتدین کا ذکر اور ان کے ساتھ جہاد ہے اور یہ معنی باتفاقِ مفسرین حضرت ابو بکر صدیق کے حق میں ہیں۔
- ﴿۲﴾ اس کے قائل قتادہ، ضحاک اور حسن بصری ہیں۔

﴿۳﴾ مؤرخین کے نزدیک اور کون ہے جس نے صدیق اکبر کے سوا طویل اور دراز مدت تک لوگوں کو جمع کر کے مُرتدین سے قتال کیا۔

﴿۴﴾ لفظ، انما کلام عرب میں جملہ سابقہ کی دلیل اور اس کی تحقیق و تثبیت کے لئے آتا ہے، معنی یہ ہوئے،

”مسلمانوں تم عرب کے ارتداد سے کیوں ڈرتے ہو، سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تمہارا کارساز درحقیقت خدا ہے جو الہام کرتا ہے اور اُس کا رسول جہاد پر ترغیب کا سلسلہ عالم میں اُسی کی ذات سے وابستہ ہے اور وہ دُعاے خیر سے اپنی اُمت کی مدد کرتا ہے اور محققین اہل ایمان ہیں جو کہ اقامتِ صلوٰۃ اور ایثارِ زکوٰۃ اور اُس کی حمد و ثناء کرنے کے اوصاف اور خشوع سے مُتصف ہیں۔“

﴿۵﴾ الحاصل آیت مذکورہ ”انما ولیکم“ سیاق و سباق کی شہادت سے حضرت صدیق اکبر کے بارے میں نازل ہوئی۔

﴿۶﴾ اگر صیغہ کے عموم سے دلیل پکڑیں تو تمام محققین شامل ہیں۔

﴿۷﴾ ابو جعفر محمد بن علی الباقر سے جب کہا گیا کہ یہ آیت حضرت علی کے حق میں ہے تو انہوں نے کہا کہ علی مومنین میں سے ہیں۔

﴿۸﴾ بغوی نے کہا کہ جابر بن عبد اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ آیت عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی جب کہ اُن کی قوم نے اُن کو چھوڑ دیا

تھا۔

﴿۹﴾ اب مبتدعین کی کج روی کا تماشہ دیکھو کہ اس سیاق و سباق کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

﴿۱۰﴾ زیدی نے کہا کہ یہ آیت تو اتر سے حضرت علیؑ کے حق میں ہے یہ شخص جس تو اتر کو منہ سے نکال رہا ہے ہو یہاں نہیں ہو سکتا اور اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث بھی ثابت نہیں تو اتر کہاں سے آجائے گا۔ جیسا کہ جابرؓ اور باقرؑ۔

﴿۱۰﴾ ہم کہتے ہیں کہ کون سی ضرورت پیش آئی کہ لفظ عام سے معنی خاص مراد لئے جائیں بالخصوص جب کہ لفظ جمع کو مفرد مراد لینا ہو تو اس قسم کی تاویل بعید کے لئے قرینہ قویہ ہونا چاہیے اور ایسا قرینہ کہاں ہے۔

﴿۱۱﴾ فقیر کاٹن جو کچھ کام کر سکا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ بطریق تعریض اس لفظ سے حضرت مرتضیٰؑ کو سمجھے ہوں اور تعریض ایک جدا امر ہے تخصیص عام سے اس جگہ عام اپنے عموم پر باقی رہتا ہے۔ اس کے باوجود قرائن دلالت کرتے ہیں عام میں صرف فرد واحد کے داخل ہونے میں۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ یہاں تعریض اس وقت صادق آئے گی جبکہ وہم راکعون حال واقع ہو تبنا ”یوتون الزکوۃ“ سے اور وہ قصہ مختصر حضرت مرتضیٰؑ سے مکرر واقع ہوا ہو۔ اور دونوں باتیں ممنوع ہیں۔ تین وجہ سے ایک یہ کہ ”وہم راکعون“ حال واقع ہوا ہے بعد دوا یسے جملوں کے جو ایک ہی نسق پر ارشاد ہوئے یقیمون الصلوۃ اور یوتون الزکوۃ جو

صلہ الذین کے احاطہ میں داخل ہیں اور متنی ہیں ضمیر جمع پر جو کہ اُن دونوں کی قائل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ دونوں جملوں سے حال واقع ہوا ہو اور اس صورت میں معنی مربوط نہیں ہوتے، بخلاف اس کے یوں کہا جائے۔ ”خاشعون اللہ فی اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ و ہم را کعون مواظبون علی النوافل“ یعنی اللہ سے ڈرتے ہیں، نماز قائم کرنے میں اور ادائے زکوٰۃ میں اور رکوع کرتے ہیں اور نوافل پر مواظبت رکھنے والے ہیں۔

﴿مترجم صاحب﴾ فرض نمازیں قائم رکھتے ہیں اور فرض زکوٰۃ ادا کرتے ہیں درآں حالیکہ وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یُسُوْتُوْنَ صیغہ مضارع ہے جو دلالت کرتا ہے استمرار تجدیدی پر تو چاہیے کہ رکوع میں بار بار زکوٰۃ دینا عمل میں آیا ہو،

تیسری وجہ یہ ہے کہ جو توجیہ ہم نے اختیار کی ہے وہ تہذیب نفس میں بڑا دخل رکھتی ہے۔ اور کتاب وسنت کے ساتھ پوری موافقت رکھتی ہے

﴿۱۲﴾ پھر اگر ہم تسلیم کر لیں کہ آیت حضرت مرتضیٰؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ دلالت اس بات پر ہوگی کہ حضرت مرتضیٰؑ

مسلمانوں کو مدد دینے والے ہیں اور یہ بات حسب واقعہ ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مرتضیٰؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مواقع قتال

میں توفیق عظیم عطا فرمائی تھی یہاں تک کہ اُن سے امور عجیبہ کا ظہور ہوا جیسا کہ بدر و احد میں آپ کا جنگ کرنا اور غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود کو قتل کرنا

اور خیبر کا قلعہ فتح کرنا اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں کہ آپ نے مسلمانوں کی امداد کی مگر اس سے خلافت کہاں مفہوم ہو گئی۔

ایک تعارف

اس میں شک نہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی گونا گوں خوبیوں کے مالک اور علم و فضل کے بحرِ ناپیدا کنار ہیں۔ مگر اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ اپنی تالیفات میں نہ صرف ہر رطب و یابس جمع کر دینے کی کوشش میں مصروف رہے ہیں بلکہ کثرت سے تضادیات کا بھی شکار ہوتے رہے ہیں۔ ممکن ہے اس کی وجہ آپ کا بہت سے علوم پر دسترس رکھنا اور ان سب باتوں کو کتابوں کی صورت میں محفوظ کر لینا ہو جو کسی نہ کسی طرح آپ کے علم میں آ جاتی ہوں۔

علاوہ ازیں آپ کا فلسفیانہ اندازِ فکر بھی آپ کو کسی ایک بات پر جمنے نہیں دیتا شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف پوری کی پوری ایک دوسری سے متصادم اور متخالف نظر آتی ہیں۔

بعض محققین کے نزدیک آپ کی علمی زندگی دو ادوار میں منقسم ہے، آپ کی علمی زندگی کے پہلے دور پر بھی اگرچہ فلسفے کی گہری چھاپ ہے تاہم آپ مسلکِ طریقت کو شریعتِ مطہرہ سے متصادم خیال نہیں فرماتے بلکہ اس دور کی آپ کی اکثر تصانیف سلوکِ شریعت و طریقت کا حسین امتزاج ہیں۔

جبکہ آپ کے دوسرے دور کی تصانیف اُن کے پہلے افکار کی تردید و تکذیب پر مشتمل ہیں۔ ہم اس مضمون کے اختتام پر آپ کی چند ایسی متضاد تحریریں ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کریں گے جو ایک دوسرے کی نفیض ہونے کے ساتھ ساتھ اس امر پر بھی شاہدِ عدل ہوں گی کہ آپ جب فلسفہ کے زیرِ اثر ہو کر استدلال کرتے ہیں تو نصوصِ صریحہ و قطعیہ کو بھی اپنی تاویلات پر قربان کر دینے میں باک نہیں سمجھتے۔

پہلا نکتہ

زیب عنوان آیت کی تفسیر میں اگرچہ آپ بُنِیادی طور پر اس تسمیہ کے افکار سے ہی متاثر نظر آتے ہیں تاہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے اپنے طور پر بھی متعدد دُموشگافیاں فرمائی ہیں۔ بلکہ آپ اپنی بات منوانے کے لئے دانستہ طور پر انحرافِ صداقت کی حدود تک جا پہنچے ہیں۔

مثلاً گذشتہ اوراق میں نقل کردہ ”بارہ نکات“ پر مشتمل تاویلات میں پہلا نکتہ آپ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ اس آیت سے پہلی آیت میں چونکہ مرتدین کا ذکر ہے۔ اس لئے یہ معنی باتفاقِ مفسرین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں ہیں۔

اگرچہ آپ کے اس ارشاد سے قبل مترجم نے یہ دم چھلا بھی اپنی

طرف سے لگا رکھا ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ انما ولیکم اللہ حضرت علیؑ کے حق میں ہے۔ چونکہ مترجم صاحب نے اپنے نام کیساتھ اپنی انفرادیت بیان کرنے کے لئے لفظ ”دیوبندی“ کا بھی اضافہ کر رکھا ہے اس لئے وہ قابل اصلاح دکھائی نہیں دیتا۔ اور اگر اُس کی اس معمولی خیانت کو اُچھالا بھی جائے تو اس کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑے گا سوائے اس کے کہ یہ وضاحت ہو جائے کہ شاہ ولی اللہ سے اگر کوئی کسر رہ گئی تھی تو وہ اس نے پوری کر دی۔

اور پھر جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ اس طائفہ کی گھسی پٹی نشانی ہے جس کی کذابیت کے سامنے لفظ کذب بھی ندامت سے سر جھکا لیتا ہے۔ تو اس معمولی سی بات پر گرفت کرنا مناسب ہی کہنا پڑے گا۔

علاوہ ازیں اُس کی اس حرکت کو نظر انداز کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اُس نے اپنے ہی بزرگ کی عبارت میں جرم خیانت کا ارتکاب کیا ہے ہمیں ناراض ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ البتہ اتنا ضرور بتائیں گے کہ اُن شیعوں کے نام کیا ہیں جو اس آیت کو حضرت علیؑ علیہ السلام کے حق میں مانتے ہیں۔

بہر حال یہاں تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جناب شاہ صاحب نے کس خوبصورتی سے آیت سیاق کا سہارا لے کر اس آیت کا رخ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف موڑ دیا ہے۔

اگرچہ امام فخر الدین رازی نے بھی اس مقام کا ہلکا سا تاثر دینا چاہا ہے تاہم اُن کے فلسفہ میں اس قدر تمازت نہیں کہ حقائق ہی پچھلے لگیں۔

شاہ صاحب کا یہ فرمان محض اس حد تک درست ہے کہ انما ولیکم اللہ سے پہلی آیت میں مرتدین کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے اور جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں مرتدین کی سرکوبی کے لئے عساکر اسلامی کو بھیجا لہذا بلا شک و ریب اس آیت میں وہ بھی شامل ہیں۔

مگر یہ قطعی طور پر امرِ باطل ہے کہ مذکورہ آیت کے ساتھ ساتھ آیت کریمہ ”انما ولیکم اللہ“ بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حق میں ہے حقیقت یہ ہے کہ جس آیت کریمہ میں مرتدین سے جہاد کے متعلق فرما کر جہاد کرنے والوں کو اعزاز دیا گیا ہے اُس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے علاوہ دیگر متعدد حضرات بھی شامل ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ سیاق آیت کی وجہ سے آیت کریمہ ”انما ولیکم اللہ“ بھی سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے حق میں ہے قطعی طور پر غلط اور مفسرینِ کرام پر کذب و افتراء باندھنے کی بدترین مثال ہے۔

بارہ نکاتی پروگرام میں شاہ صاحب نے اس تصوّراتی اجماع کو تقویت دینے کے لئے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اس امر کے قائل قدامہ، ضحاک اور حسن بصری ہیں۔ لیکن آپ نے یہ ارشاد فرمادینا مناسب نہیں سمجھا

کہ یہ اجماع کب ہوا۔

پہلے پہلی آیت کا فیصلہ کر لیں

بہر حال! اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیت کریمہ ”انما ولیکم اللہ ورسولہ“ کی تفسیر بیان کرنے سے پہلے اس کے سیاق کی آیت کی تفسیر بیان کر دی جائے تاکہ شاہ ولی اللہ کی فلاسفری کا زور کچھ تو کم ہو اس کے لئے ہم پہلے شاہ صاحب اور آپ کے کاسہ لیسوں کے نزدیک ثقہ مفسر حافظ ابن کثیر کی تفسیر کی عبارت پیش کرتے ہیں اور بعد میں مزید چند تفاسیر کے حوالہ جات ہدیہ قارئین کریں گے تاکہ شاہ صاحب کے مزمومہ اجماع کی وضاحت میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ پہلے آیت ملاحظہ فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ،

اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ اللہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہوئے۔

﴿سورة المائدة آیت ۵۴﴾

تفسیر ابن کثیر

زیر آیت حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

﴿۱﴾ حضرت محمد بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قریش سے دوستی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

﴿۲﴾ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایام ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ارتداد کرنے والوں کے متعلق نازل ہوئی ہے

﴿۳﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ﴿پھر اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں﴾ اہل قادیسیہ کے حق میں ہے

﴿۴﴾ لیث بن ابی سلیم حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ یہ قوم سبا کے لوگوں کے حق میں ہے۔

﴿۵﴾ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ”فسوف یأتی اللہ یحبہم ویحبونہ“ فرمایا کہ یمن والوں میں سے کچھ لوگوں کے لئے ہے۔ پھر کندہ والوں میں سے پھر سکون والوں میں سے

﴿۶﴾ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”فسوف یأتی اللہ یحبہم ویحبونہ“ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ قوم اہل یمن

سے پھر کندہ پھر سکون میں سے، اور یہ حدیث غریب ہے۔

﴿۷۷﴾ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت
 ”فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ“ نازل ہوئی تو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قوم یہ ہے کہ ﴿یعنی ابوموسیٰ اشعری کی
 قوم﴾

اور ایسی ہی حدیث امام ابن جریر نے شعبہؒ نے بیان کی ہے۔

قال محمد بن كعب نزلت في الولاء من قریش
 وقال الحسن بصری نزلت في اهل الردة ایام ابی
 بكر وقال ابن عباس فسوف یأتی اللہ بقوم
 یحبهم و یحبونہ ہم القادسیہ.

وقال لیث بن ابی سلیم عن مجاهد هم قوم من
 سبا.

عن ابن عباس قوله فسوف یأتی اللہ بقوم یحبهم
 و یحبونہ قال ناس من اهل اليمن ثم من كندہ ثم
 من الكون.

عن جابر بن عبد اللہ قال سئل رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم عن قوله فسوف یأتی اللہ
 بقوم یحبهم و یحبونہ قال یؤلاء قوم من اهل
 اليمن ثم كندہ ثم من السكون و هذا حدیث

غریب.

عن ابی موسیٰ الاشعری قال لما نزلت فسوف
ياتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم قوم ہذا ورواہ ابن

جریر من حدیث شعبہ بنحوہ انتہی.

﴿تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۳۶۶﴾

تفسیر صاوی

علامہ صاوی زیر آیت رقم طراز ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے زمانہ میں تین فرقے مُرتد ہوئے جب کہ آپ کے بعد سات
فرقے ابو بکر صدیق کے زمانہ میں مُرتد ہوئے اور ایک فرقہ نے عمر ابن
الخطاب کے زمانہ میں ارتداد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جب اسود غسی جو کہ
گدھے کے نام سے مشہور تھا اور کاہن تھا نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تو
بنو مدج اور اس کے سردار دین اسلام کو چھوڑ کر اس کی اتباع کرنے لگے حتیٰ
کہ ان لوگوں نے شہروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ
گورنروں کو نکال دیا اور خود متولی بن بیٹھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صورت حال کے پیش نظر
گورنر یمن حضرت معاذ بن جبل اور یمن کے دوسرے سرداروں کو ان کی

سرکوبی کے لئے والا نامہ لکھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسود غنسی کو فیروز دہلی کی ہاتھوں ہلاک کروادیا، جس رات اسود غنسی ملعون قتل ہوا اُسی رات مدینہ منورہ میں رسول غیب دان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اس کے قتل کی خوشخبری سنادی، جسے سن کر مسلمانوں نے اظہار مسرت کیا، چنانچہ اس کے اگلے روز اُس کے قتل کی اور فتنہ ارتداد ختم ہونے کی اطلاع آ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بنو حنیفہ اور ان کی قوم نے اس وقت ارتداد کیا جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ لوگ اسلام کا انکار کر کے اُس کی اتباع کرنے لگے۔

مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں اس لئے آدھی زمین میری ہے۔ اور آدھی زمین آپ کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں لکھا ”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف ”اما بعد، بیشک زمین اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور وہ جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے اپنے بندوں سے اور آخرت پر ہیزگاروں کے لئے ہے۔

مسیلمہ کذاب خلافت ابو بکرؓ کے زمانہ میں وحشی کے ہاتھوں مارا

گیا۔

وقد ارتد جماعة بعد موت النبی ای و ہم

ثمان فسيق سبعة فی خلافتہ ابی بکر و فرقة من

زمن عمر وار تدت ثلاث فرق ايضاً في زمن
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم نبو مدلج
 ور يسهم ذو الحمار لقب به لانه كان له حمار
 يا عرا مرو نيتي بنتيه وهو لا سود الغسي بفتح
 العين وسكون النون وكان كاهنا متنبأ باليمن و
 استولى على بلاوه واخرج عمال رسول الله
 صلى الله عليه وآله وسلم .
 فكتب رسول الله صلى الله عليه وآله
 وسلم الى معاذ بن جبل وسادات اليهم فاهلكه
 الله تعالى على يد فيروز الديلمي .
 فاخبر رسول الله صلى الله عليه وآله
 وسلم بقتله ليلة قتله فسر المسلمون وقبض
 رسول الله من الغدو اتى خبر قتله .
 وبنو خنيفة وهم قوم مسلمة الكذب
 تنبأوا كتب الى رسول الله صلى الله عليه وآله
 وسلم من مسلمة رسول الله اما بعد فان الارض
 نصفها نى ونصفها لك فكتب اليه رسول الله
 صلى الله عليه وآله وسلم من محمد رسول الله
 الى مسلمة الكذاب اما بعد فان الارض لله
 يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين و

ہالک فی خلافة ابی ابکر علی بدو حشی

﴿تفسیر صاوی ج ۱ ص ۲۵۲﴾

زیر آیت نواب صدیق حسن بھوپالی نہایت وضاحت کے ساتھ
تفسیر فتح البیان میں رقمطراز ہیں، کہ!

مسلمانوں کو کفار سے موالات ترک کرنے کے بعد احکام المرتدین
کا بیان شروع ہوتا ہے۔ کشاف نے ارتداد کرنے والوں کے متعلق بتایا ہے
کہ یہ عرب میں گیارہ فرقے تھے۔

ان میں تین فرقوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ
میں ہی ارتداد کیا اور یہ بنو مدیج اور اس کے سردار تھے اور دوسرا فرقہ بنو حنیفہ تھا
اور وہ مسیلمہ کذاب کی قوم تھی تیسرا فرقہ بنو اسد اور وہ طلحہ بن خویلد کی قوم تھی۔
اور سات فرقوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ارتداد کیا۔
اور وہ تھے۔

﴿۱﴾ قرارہ قوم عینیہ بن حق فزاری۔

﴿۲﴾ غطفان قوم قرۃ بن سلمہ قشیری۔

﴿۳﴾ بنو سلیم قوم فجاء بن عبد۔

﴿۴﴾ بعضے تم قوم سجاح بن منذر۔

﴿۵﴾ کندہ قوم اشعث بن قیس کندی۔

﴿۶﴾ بنو بکر بن وائل۔

﴿۷﴾ قومِ حطمی ابنِ یزید۔

پس ان ساتوں فرقوں نے مرتد ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھوں پر کفایت فرمائی۔

اور ایک فرقہ حضرت عمر ابن الخطابؓ کے زمانہ میں مرتد ہوا اور وہ عمان تھا قومِ جبلیہ بن ابیہم سے، پس اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر انہیں کفایت فرمائی۔

فسوف یاتی اللہ بقوم،، کی تفسیر کرتے ہوئے مزید لکھا ہے،
اس سے مراد وہ قوم ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ ان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا لشکر جن میں وہ صحابہ اور تابعین بھی ہیں جنہوں نے مرتدین کو قتل کیا۔ کیونکہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مرتدین سے قتال کا ارادہ ظاہر فرمایا تو بعض صحابہ کرام نے آپ کے اس خیال سے اتفاق نہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ اہل قبلہ ہیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تلوار میان سے باہر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ان لوگوں سے اکیلا جنگ کرونگا۔
حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پہلے تو ہم آپ کے اس کام پر ناخوش ہوئے لیکن بعد میں اس کی تعریف کرتے تھے۔

حضور نے کیا فرمایا

﴿۸﴾ اور امام ابو عبداللہ حاکم صاحبِ مستدرک و امام بیہقی اور

ان کے علاوہ دیگر محدثین حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو آپ نے مجھے فرمایا اے ابو موسیٰ! یہ تمہاری قوم کے لوگ ہیں اہل یمن سے ﴿۲﴾ اور ابن ابی حاتم اور ابو شیخ جابر بن عبد اللہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فسوف یأتی اللہ بقوم،، کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ قوم ہے اہل یمن میں سے پھر فرمایا کندہ میں سے پھر فرمایا سکون میں سے پھر فرمایا تجیب میں سے۔

اور حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ قوم اہل قادسیہ

ہیں۔

اور وہ انصار تھے

اور سدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ انصار کہ حق میں نازل ہوئی کیونکہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و اعانت کیا کرتے تھے۔ دین کو ظاہر کرنے میں اول اولیٰ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اوصافِ عظیم پر مشتمل ان کی انتہائی تعریف و توصیف فرمائی۔

وقال السدی نزلت فی الانصار لا منهم

هم الذین لفرز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ودر عانہ علی اظہار الدین والا ول اولیٰ

ثم وصف الله سبحانه هؤلاء القوم بالاوصاف
العظيمة المشتملة على غائته المدح ونهايت
الثناء فقللا يحبهم ويحبونه. انتهى.

﴿تفسير فتح البيان مطبوعه مصر جلد دوم ص ۷۸ تا ۷۹﴾

﴿از نواب صدیق حسن بھوپالی﴾

تفسیر ذرّ منشور

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان فسوف یأتی
اللہ بقوم یحبهم و یحبہ کے متعلق نقل کیا کہ ضحاک کا قول یہ ہے کہ وہ
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اصحاب ہیں۔ کیونکہ جب بعض
عرب قبائل اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اُن سے جہاد کیا حتیٰ کہ وہ اسلام کی طرف لوٹ
آئے۔

واخرج ابن الجریرو ابن ابی حاتم عن
الضحاک فی قوله فسوف یأتی اللہ بقوم یحبهم
ویحبونه قال هو ابوبکر و اصحابه لما ارتد من
العرب عن الاسلام جاہدہم ابوبکر و اصحابه
حتى ردہم الی الاسلام،

اور روایت نقل کی عبد بن حمید نے اور ابن جریر نے اور ابن المنذر
نے اور ابن ابی حاتم نے اور ابوشیخ نے خیمہ ترابلسی نے کتاب فضائل صحابہ

میں اور بیہقی نے کتاب دلائل النبوة میں حسن بصریؒ سے کہ آیت کریمہ
 ”فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ“، سے وہ لوگ مراد ہیں جو
 حضرت ابوبکر صدیقؓ اور آپکے وہ ساتھی جنہوں نے بعض عرب کے مُرد
 ہونے پر اُن سے قتال کیا۔

واخرج عبد بن حمید و ابن جریر و ابن
 المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ و خیمتہ الا
 ترابلسی فی فضائل الصحابہ و البیہقی فی
 الدلائل عن الحسن فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم
 و یحبونہ قال ہم الذین قاتلوا اهل الروۃ من
 العرب بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 ابوبکر صحابہ ،

اور روایت نقل کی ابن جریر نے صریح بن عبید سے کہ جب آیت
 کریمہ ”یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی
 اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ“ تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! کیا اس سے مراد میری قوم
 ہے؟

تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد ابوموسیٰ اشعری اور اس کی
 قوم ہے۔

اور نقل کیا ابن سعد نے طبقات میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں اور عبد بن حمید نے اور حکیم ترمذی نے اور ابن جریر نے اور ابن منذر نے اور ابن ابی حاتم نے اور ابوشیخ اور طبرانی اور ابن مردویہ نے اور حاکم نے صحیح میں اور بیہقی نے دلائل میں کہ حضرت عیاض اشعری فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ ”فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ“ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس سے مراد اسکی قوم ہے۔

واخرج ابن الجریر عن صریح بن عبید
قال لما نزل اللہ یا ایہا الذین آمنوا امن یرتد
منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم
و یحبونہ قال عمرانا وقومی ہم یارسول اللہ قال
بل هذا وقومہ یعنی ابا موسیٰ لا شعری .

اور روایت نقل کی ابوشیخ نے اور ابن مردویہ نے اور حاکم نے شعبہ کی حدیثوں کی جامع میں اور بیہقی نے کہ ”فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ“، آیت کریمہ کے متعلق حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے موسیٰ اس سے مراد تمہاری قوم اہل یمن سے ہے۔

اور روایت نقل کی ابن حاتم نے اور حاکم نے کتاب ”الکافی“ میں اور

ابو شیخ نے اور طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے اچھی سند کے ساتھ کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آئیت کریمہ ”فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ“ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد اہل یمن سے، کُندہ، سکون، اور تحجیب قبائل کے لوگ ہیں۔

اور روایت نقل کی ابن ابی شیبہ نے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آئیت کریمہ ”فسوف یأتی اللہ بقوم“ سے مراد اہل قادیسیہ ہیں۔

اور بخاری نے اپنی تاریخ میں قاسم بن محیرہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ شریف لائے اور میرے لئے مرحبا فرمایا اور پھر آپ نے آئیت کریمہ ”من یرقد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ“ تلاوت فرمائی اور پھر میرے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ خُدا کی قسم یہ لوگ اہل یمن میں سے تین قبائل ہیں۔ اور روایت نقل کی ابو شیخ نے حضرت مجاہد سے کہ آئیت کریمہ فسوف یأتی اللہ بقوم سے مراد قوم سبا ہے۔

واخرج ابن سعد وابن ابی شیبۃ فی مسند

تہ عبد بن حمید والحکیم ترمذی وابن

جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ

والبطراني وابن سويه والحاكم وصحيفة
والبيهقي في الدلائل عن عياض الأشعري قال
لما نزلت فسوف يأتي الله بقوم يحبهم ويحبونه
قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم هم قوم
هذا وأشار إلى أبي موسى الأشعري ،

وأخرج أبو الشيخ وابن مردويه والحاكم
في جمعه الحديث شعبة والبيهقي فسوف يأتي
الله بقوم يحبهم ويحبونه فقال النبي صلى الله
عليه وآله وسلم قومك يا أبا موسى أهل اليمن ،
وأخرج ابن أبي حاتم والحاكم في الكنى
وأبو الشيخ والطبراني في الأوسط وابن مردويه
بسند حسن عن جابر بن عبد الله قال سئل رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم عن قوله فسوف
يأتي الله بقوم يحبهم ويحبونه قال هؤلاء قوم من
أهل اليمن من كنيسة ثم من السكون ثم من
التجيب ،

وأخرج البخاري في تاريخه وابن أبي
حاتم وأبو الشيخ عن ابن عباس فسوف يأتي الله
بقوم يحبهم ويحبونه قال هم قوم من أهل اليمن
ثم كنيسة من السكون وأخرج ابن أبي شيبة عن

ابن عباس فسوف یأتی اللہ بقوم قال ہم اهل
القادسیہ ،

واخرج البخاری فی تاریخہ عن القاسم بن
مخیمرہ قال اتیت ابن عمر فرحب بی ثم تلامن
یرتد منکم عن ونبہ فست یأتی اللہ بقوم یحبہم
ویحبونہ ثم ضرب علی منکبی وقال احلف باللہ
انہم لمنکم اهل الیمن ثلاثہ واخرج ابو شیخ عن
مجاہد فسوف یأتی اللہ بقوم قال ہم قوم سبا ،

﴿تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۵۲﴾

ایک آیت بھی پوری نہیں

اگرچہ اس ضمن میں مزید متعدد کتب معتبرہ سے سینکڑوں حوالہ
جات پیش کئے جاسکتے ہیں تاہم اسناد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی احادیث اور اقوال صحابہ کرام کی روشنی میں یہ پتہ چلا لینا مشکل امر نہیں
ہے کہ یہ آیت اگرچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان ساتھیوں
کے حق میں بھی یقیناً بیان کی گئی تاہم اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے زمانہء مبارک میں مرتدین سے جہاد کرنے والے لوگ بدرجہ اولیٰ شامل
ہیں۔ اب یہ کہ ایک آیت پوری کی پوری محض حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق
میں ثابت نہیں کی جاسکتی تو تسلیم کرنا ہوگا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ

تصور غلط محض ہے کہ اس آیت کے بعد آنے والی آیات بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

تفسیر قرآن کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اعراض کرتے ہوئے محض ذاتی انا کی تسکین کے لئے غلط سلط تاویلیں کرنا کسی محدث کی شایان شان ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ہم آئندہ اوراق میں مُحدّد ثقہ کُتب سے بالوضاحت اس قسم کی روایات نقل کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل ارتداد سے جنگ کرنے والے لوگوں کے حق میں آنے والی آیت کے مابعد کی آیت بلا شک و ریب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

بارہ نکاتی فارمولہ کا جواب

علاوہ ازیں اگر شاہ صاحب ”انما“ کا سہارا لیکر سیاق و سباق کو صرف فرد واحد کے حق میں بیان کرنے پر مُصر ہیں تو ایک انتہائی عجیب و غریب صورت حالات سامنے آنے کے امکانات ہیں۔ اس لئے فی الحال اس بحث کو دانستہ قلم انداز کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ بحث اس لئے بھی غیر ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اہل علم حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ قبلہ شاہ صاحب کا یہ تصور قرآن مجید کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ

”انما“ کا سیاق و سباق آپس میں ملا دینے سے ہرگز یہ معنی نہیں دے سکتا کہ یہ اور ہر دو آیات ایک ہی معنی و مفہوم پر مشتمل ہیں اور یہ کہ یہ دونوں کسی ایک ہی شخص کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم شاہ صاحب کے باقی نکات کو زیر بحث لائیں عظیم فقیہ اور مفسر حضرت ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیرات احمدیہ کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں جو آپ نے نماز میں عملِ قلیل سے نماز کے فاسد نہ ہونے کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ کسی فقیہ کا کسی روایت کو مسئلہ کی صورت میں بیان کرنا، بہر صورت اُس روایت کی ثقاہت پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ آیت ”انما ولیکم اللہ ورسولہ کے ضمن میں رقمطراز ہیں۔

تفسیرات احمدیہ

وہم راکعون ، کا معنی امام زاہد کے نزدیک مشطو و نوافل ادا کرنے والے، یعنی فرض نماز اور فرض زکوٰۃ ادا کرنے کے ساتھ نفل نماز پڑھتے ہیں اور نفلی طور پر صدقہ کرتے ہیں۔

دیگر مفسرین لکھتے ہیں کہ ”راکعون“ صلوٰۃ و زکوٰۃ دونوں کا حال ہے اور اس کے معنی خشوع کرنے والے یعنی خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے

ہیں اور خشوع کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

کشاف و مدارک میں ہے کہ یہ صرف ”يُؤْتُونَ“ سے حال ہے مطلب یہ کہ نماز کے دوران حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اس معنی کے لحاظ سے یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی اور اس معنی کے لحاظ سے ہم نے اسے اپنے عنوانوں کے لئے بطور دلیل پیش کیا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز کے دوران حالت رکوع میں تھے کہ کسی سائل نے سوال کیا۔ آپ نے اپنی انگوٹھی اس کی طرف پھینک دی چونکہ انگوٹھی انگلی میں گھلی اور ڈھیلی تھی اس لئے اُسے اتارنے میں عمل کثیر کی ضرورت نہ تھی۔

اسی بنا پر انہوں نے دوران نماز ہی انگوٹھی اس کی طرف پھینک دی اس کے بعد صاحب کشاف و مدارک لکھتے ہیں کہ آیت سے معلوم ہوا کہ دوران نماز صدقہ جائز ہے۔ اور یہ کہ عمل قلیل سے نماز نہیں ٹوٹی۔

﴿تفسیرات احمدیہ جلد اول ص ۴۱۶﴾

﴿از حضرت ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ﴾

دوسرا نکتہ

شاہ صاحب کا نکتہ نمبر ۲ ہے کہ یہ ہر سہ آیات سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ہیں اور اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔ اور اس

کے قائل، قتادہ، ضحاک اور حسن بصری ہیں یہ نکتہ ایسا نقطہ ہے جو غلطی سے بے نقاط حروف پر لگ جائے اور اچھے بھلے بمعنی لفظوں کو مہمل بنا کر رکھ دے اہل علم حضرات نے متعدد تفسیروں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائے ہیں کہ نہ صرف ہر سہ آیات میں بلکہ پہلی آیت کریمہ میں بھی حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرفوع حدیث اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہما متعدد صحابہ کرام کے اقوال اس فرضی اجماعِ مفتسرین کے سراسر مخالف ہیں۔

حیرت ہے کہ شاہ ولی اللہ جیسے پڑھے لکھے لوگ بھی اس قسم کے ذہنی مفروضوں کو حقیقت کی صورت میں لوگوں پر مسلط کرنے میں اپنی قابلیت خیال کرتے ہیں۔

تیسرا نکتہ

اندریں حالات تیسرا نکتہ بالکل ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تا دیر مرتدین سے قتال کیا جبکہ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ پہلی آیت دیگر متعدد لوگوں کے علاوہ ابو بکر صدیق کے جیوش کو بھی شامل ہے۔

چوتھا نکتہ

نکتہ نمبر ۴ تھوڑی سی وضاحت کا مقتضی ہے اور اس نکتہ آفرینی میں

شاہ صاحب نے اپنی نکتہ رس طبیعت کو بھی اضمحلال کی نذر کر دیا ہے۔
یعنی لفظ (انما) کلام عرب میں جملہ سابقہ کی دلیل اور اس کی تحقیق و
تبہیت کے لئے آتا ہے۔ اور معنی یہ ہوئے کہ مسلمانوں تم ارتداد سے نہ ڈرو
کیونکہ تمہارا کارساز اللہ ہے اور اس کا رسول تمہیں جہاد کی ترغیب دیتا ہے
اور محققین اہل ایمان ہیں، جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی اس نکتہ آفرینی نے تو آپ کی نکتہ شناس طبیعت کا
بھرم ہی کھول کر رکھ دیا اور ثابت کر دیا ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی بڑا عالم و
فاضل کیوں نہ ہو جب جدل و مناظرہ کے اسٹیج پر آ جائے تو پھر اپنی اُنا کو تحفظ
دینے کے لئے وہ قرآن و حدیث کی نصوص کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔

آئندہ اوراق میں معتبر تفاسیر اور دیگر ثقہ کتب کے حوالہ جات محض
اس ضمن میں پیش خدمت کئے جائیں گے کہ اہل ارتداد اور اُن سے جہاد
کرنے والوں کے حق میں آنے والی آیت جہور مفسرین کے نزدیک اگلی
آیت سے الگ تھلگ ہے اور اُس کا شان نزول واضح طور پر حضرت علی کرم
اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔ نیز یہ کہ جن تین تابعین کا ذکر شاہ ولی اللہ
نے مندرجہ بالا تحریر میں کرتے ہوئے مفسرین کا اجماع اپنے حق میں ثابت
کرنا چاہا ہے، اُن کے اقوال بھی شاہ صاحب کے اس فلسفیانہ خیال کی واضح
طور پر تردید کرتے ہیں۔

پانچواں نکتہ

نکتہ نمبر ۵ میں شاہ صاحب نے بہت ہی اونچی اڑان لی ہے جس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا کہ اتنی ہی بلندی سے آپ کو سر کے بل آنا پڑے کیونکہ شاہ صاحب کا ”انما ولیکم“ کے متعلق مزعومہ شان نزول سیاق و سباق کی روشنی میں کسی بھی صورت میں پہلی آیت کے مخاطبین پر منحصر نہیں کیا جاسکتا اور ہمارے اس دعویٰ کی دلیل شاہ صاحب نے اپنے اسی بارہ نکاتی فارمولہ میں چھپا رکھی ہے جس کا ابھی ذکر ہوگا۔ افسوس تو یہ ہے کہ شاہ صاحب کی جلالت علمی کے تحت ہم یہ مقولہ بھی نہیں دہرا سکتے کہ دروغ گور حافظہ نہ باشد۔

چھٹا نکتہ

بہر حال نکتہ نمبر ۶ میں شاہ صاحب ہمارے دعویٰ کی دلیل بن کر پورے جاہ و جلال کے ساتھ رقمطراز ہیں کے صیغہ کے عموم سے دلیل پکڑیں تو یہ آیات مذکورہ خاص طور انما ولیکم اللہ ورسولہ، تمام محققین کو شامل ہے، شاید کسی نے ایسے ہی کسی موقع پر کہا ہو کہ جادو وہ جو سر چڑھ بولے۔

ساتواں نکتہ

اور نکتہ نمبر ۷ تو شاہ صاحب کے نکتہ رس، نکتہ دان، نکتہ بین نکتہ چین، نکتہ آفرین اور نکتہ راز ہونے پر حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے یعنی

اَب تک جس قدر نکتہ بازیاں ہوئیں تھیں سب کی سب اپنے ہاتھوں
صورتِ معکوس ہو گئیں،

آپ بھی اس نکتہ سے محظوظ ہوں جو انتہائی بے خیالی کے عالم میں
قلم سے سیاہی چھڑکتے وقت پہلے تو اچھی بھلی تحریر کے ایک حصہ پر سیاہ نقطہ کی
صورت میں گر جائے اور پھر بے خیالی ہی میں اُسے صاف کرتے وقت ایک
بڑے دھبے کی صورت میں پوری تحریر کو ہی معدوم کر دے۔ اور وہ نکتہ یہ ہے
کہ جب امام برحق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے یہ کہا گیا کہ یہ
آیت کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے؟ تو آپ نے
فرمایا کہ علی علیہ السلام مومنین میں سے ہیں۔ یعنی یہ آیت سب مومنین کے
حق میں ہے۔ اور علی بھی مومنوں میں سے ہیں۔

اگرچہ یہ قول دیگر مفسرین کرام نے بھی نقل کیا ہے لیکن اس سے
پہلے وہ مرفوع احادیث اور اقوال صحابہ سے اس آیت کا حضرت علی کے حق
میں ہونا ثابت کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں حیرت تو اس امر کی ہے کہ جب بقول شاہ صاحب یہ
آیت انما کی وجہ سے آیت سیاق سے وابستہ ہے اور قطعیت کے ساتھ ابو بکر
صدیق کے لئے ہے۔

اور اگر اسے عموم میں بھی شامل کر لیا جائے تو ان تمام محققین کے
لئے ہوگی جنہوں نے اہل ارتداد سے جنگ کی۔

مگر طرفہ تماشا یہ ہے کہ اگر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پیش کردہ قول کی روشنی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عام مومنین کی صفات میں شامل کر کے عمومیت کی صورت میں اس کا اطلاق آپ پر کیا جائے تو اس سے شاہ صاحب کے وہ تمام تانے بانے تارِ عنکبوت کی صورت میں منشر ہو جائیں گے جو آپ نے اب تک بزورِ فلسفہ بنے تھے اور آپ کی اب تک کی تمام کارکردگی ہباءِ منشور ثابت ہوگی کیونکہ آیتِ سیاق میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُن جیوش میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہرگز ہرگز شامل نہیں تھے جنہوں نے اہل ارتداد سے جنگیں لڑیں۔

لہذا واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آیتِ کریمہ انما ولیکم اللہ میں ایک عام مسلمان کی حیثیت میں بھی شامل نہیں ہو سکتے حالانکہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منسوب قول کم از کم مولائے کائنات کے لئے اس قدر رعایت تو فراہم کرتا ہے کہ انفرادی طور پر نہ سہی اجتماعی طور پر آپ عام مسلمانوں کے ساتھ اس اعزاز کے ضرور مستحق ہیں۔

آٹھواں نکتہ

بہر حال شاہ صاحب کے پیدا کردہ پہلے چھ نکات اُن کے اپنے ہی بیان کردہ ساتویں نکتے کی زد میں آ کر مکمل طور پر سخت مجروح ہو چکے ہیں۔

اور اگر ان میں زندگی کی کچھ رت باقی تھی بھی تو آپ کے آٹھویں ٹکٹے نے ان سب کو باقاعدہ طور پر فنا کی وادیوں میں دھکیل دیا ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب کا آٹھواں ٹکٹہ جسے آٹھواں عجوبہ کہنا زیادہ درست ہو گا یہ ہے کہ،
 بغویؒ نے کہا ہے کہ جابر بن عبد اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ آیت عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جبکہ اُن کی قوم نے اُن کو چھوڑ دیا تھا۔
 اگرچہ شاہ صاحب جلدی میں بغویؒ کی پوری عبارت نقل نہ کر سکے ورنہ علامہ بغویؒ نے صاف طور پر وضاحت فرما رکھی ہے کہ آیت کریمہ انما ولیکم اللہ ورسوله متعین شدہ فرد واحد کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ فرد واحد اور وہ فرد فرید شیر خدا تاجدار اہل اُتے مشکل کشا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

بہر حال یہ آٹھواں ٹکٹہ شاہ صاحب کے ساتویں ٹکٹہ سے پہلے چھ نکاتی پروگرام کی قطعی طور پر تغلیظ و تکذیب اور تردید و بطلان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے اس واپسی طرز استدلال کی بھی دھجیاں اڑا دیتا ہے۔ حالانکہ شاہ صاحب اپنے ان دلائل کو انتہائی قوی اور زوردار سمجھتے ہوئے دُوسروں کی تذلیل ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ ”مبتدعین کی کج روی کا تماشا دیکھو کہ اس سیاق و سباق کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں“ آپ کے اس جارحانہ انداز کے متعلق ہم کیا کہہ سکتے ہیں قارئین خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ آپ نے خود تو حقائق کو مسخ کرنے میں پوری قوت

صرف کر دی ہے اور اپنی عقلِ ناتمام پر نصوصِ صریحہ و قطعیہ کو قربان کر دیا ہے اور غصّہ دوسروں پر نکال رہے ہیں۔ دانستہ طور پر صراطِ مستقیم سے اعراض خود کرتے ہیں اور کج رو دوسروں کو کہتے ہیں۔ ریسرچ کے نام پر نئی نئی بدعات کو خود جنم دیتے ہیں اور مبتدعین کے خطاب سے دوسروں کو نواز رہے ہیں۔

بہر حال شاہ صاحب نے اس مسئلہ میں قرآن و حدیث کی نصوص کو نظر انداز کرنے میں جس جرأت و جسارت سے کام لیا ہے یا تو آپ کی شان کے ہرگز لائق نہیں تھا یا پھر یہ آپ ہی کام تھا ورنہ عام مسلمان تو اس تصور سے ہی کانپ اٹھتا ہے کہ تفسیر بالرائے کرنے والوں میں اس کا شمار ہو جب کہ یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہو کہ، من فسر القرآن بوائہ فقد کفر۔

بعض حضرات کے لئے یقیناً یہ امر خالی از استعجاب نہیں کہ شاہ صاحب قبلہ اصولِ تفسیر سے کافی حد تک واقف ہونے اور فقیہانہ طرزِ استدلال کو جاننے کے باوجود اس مقام پر اس قدر گھسے پٹے دلائل دینے پر کیوں مجبور ہو کر رہ گئے،

لیکن یہ تحیر و تعجب اُس وقت بالکل ختم ہو جاتا ہے جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ حقائق کو مسخ کرنے کے لئے آپ نے دانستہ طور پر پیچیدگیاں پیدا کی ہیں۔

نواں نکتہ

اب آپ کا نکتہ نمبر ۹ ہی لیجئے آپ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ
 انما ولیکم اللہ ورسولہ (الخ) کا حضرت علیؑ کے حق میں ہونا تو اتر سے
 ثابت نہیں بلکہ اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث بھی ثابت نہیں پھر تو اتر
 کہاں سے آجائے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس تو اتر کی نفی میں جو جواز
 پیش کیا ہے وہ حضرت جابرؓ اور حضرت امام باقر علیہ السلام کے یہ دو قول ہیں
 (۱) یہ آیت عبد اللہ بن سلام کے حق میں ہے،

(۲) یہ آیت عام مومنین کے لئے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 الکریم بھی مومن ہیں لہذا اس آیت میں آپ شامل ہیں۔

شاہ صاحب کے نزدیک کسی ایک روایت کو تو اتر کے درجے سے
 گرا دینے کے لئے یہی کافی ہے کہ متعدد مختلف اسناد سے آنے والی روایات
 کے ساتھ دو قول ایسے بھی ہیں کہ ایک قول ان میں بالواسطہ اسی روایت کی
 تاکید کرتا ہے۔ یعنی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا
 گیا کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں بحیثیت
 مومن اس آیت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شامل ہیں۔ حالانکہ اس
 سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سائل جانتا تھا کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ
 وجہہ الکریم کے حق میں ہے اور حضرت جابر بن عبد اللہ کے قول میں صرف یہ

بات ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نہیں۔ جبکہ اس کے ساتھ ساتھ مفسرین صحابہ میں سے عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی۔

علاوہ ازیں اس آیت کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرفوع حدیث بھی موجود ہے جس میں آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایثار سے خوش ہو کر بارگاہِ خداوندی میں ان کو اپنا وزیر بنانے کی استعداد کی اور یہی نہیں بلکہ دیگر متعدد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین نے اس روایت کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں بیان کیا ہے جسے ثقہ مفسرین کے علاوہ فقہا کرام نے بھی پورے صدقِ دل سے قبول کیا اور نماز میں عملِ قلیل کے بارے میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے انگلی اُتروانے کے فعل کو حجت قرار دیا۔

اور یہ معاملہ کسی ایک خاص زمانہ کے لئے محدود نہیں بلکہ طوعاً و کرہاً تقریباً سبھی مفسرین کرام کو کسی نہ کسی طریقہ سے اس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں ماننا ہی پڑا ہے۔ اب خدا جانے شاہ صاحب کے نزدیک تو اتر کے خاص معنی اور کیا ہیں، بہر حال محبندہ اوراق میں آپ متعدد ثقہ کتب کی ایسی تحریریں ملاحظہ فرمائیں گے جن میں اقوال صحابہ کے ساتھ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرفوع حدیث بھی شامل ہوگی۔
 ہمیں یقین ہے کہ اُن عبارات کی موجودگی میں قارئین کو شاہ
 صاحب کا استدلال واضح طور پر ایک تخیلاتی مفروضہ نظر آئے گا۔
 علاوہ ازیں شاہ صاحب سے یہ پوچھنا تو بھول ہی گئے کہ جناب
 والا! یہ تو فرمائیے کہ آپ نے آیت سباق کے مفہوم کو آئندہ آنے والی
 آیات کے مفہوم میں جو بردستی گنڈ کرنے کی کوشش فرمائی ہے، اس کے
 لئے شرط تو اتر قائم فرمانے میں پہلو تہی کا کیا نام رکھا جائے۔

دسواں نکتہ

نکتہ نمبر ۱۰ میں شاہ صاحب کی نکتہ شناس طبیعت کی داد دینا پڑتی ہے
 آپ کا ارشاد ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ لفظ عام سے خاص معنی مراد لینے کی کیا
 ضرورت پیش آئی جب کہ لفظ جمع کو مفرد مراد لینا ہو تو ایسی تاویل کے لئے
 قرینہ قوی ہونا چاہیے لیکن ایسا قرینہ کہاں ہے؟

سُبْحَانَ اللہ اور پھر سُبحَانَ اللہ! شاہ صاحب ذرا یہ تو فرمائیے کہ آپ
 نے تو اس سے پہلی آیت کی بدولت اس آیت کریمہ کو بھی جناب ابو بکر رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فرما رکھا ہے، پھر اس سے بڑھ کر آپ کو کس قرینہ
 قویہ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

غور تو فرمائیں کہ قرآن مجید کے الفاظ ہیں کہ ”پھر ہم ایسی قوم

لائیں گے جو اللہ کو پیارے ہونگے اور اللہ اُن کو پیارا ہوگا۔

اور اُس آنے والی قوم کو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی بنا کر رکھ دیا۔ زیرِ بحث آیت کو بھی آپ جناب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بیان فرما چکے ہیں۔ ان حالات میں آپ کو کیسے بتائیں کہ قرینہ قویہ کی تلاش میں تو کوہِ ندا پر ہی جانا پڑے گا، اور یہ کام کوئی حاتمِ طائی ہی کر سکتا ہے۔

حضور والا! اگرچہ اس سے پہلی آیت کریمہ اہلِ یمن وغیرہ کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے جوش کے حق میں ہی ثابت ہو سکتی ہے مگر وہ اس لئے جناب ابو بکر صدیقؓ کے حق میں بھی بیان کی جاتی ہے کہ اُن جوش کو مُرتدین کی سرکوبی کے لئے تیار آپ نے کیا تھا۔ اسی طرح اگرچہ یہ آیت جمع کے صیغہ کو متضمن ہے لیکن پہلی آیت سے بدرجہ اولیٰ قرینہ قویہ اس کا مُفرد کے حق میں ہونے کا یہ ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نماز میں خیرات کرنے کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔

اور پھر ان سب سے قویٰ تر ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ کے ایثار پر خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور اس پر مختلف اسناد سے آنے والی روایات شاہدِ عدل ہیں۔

گیارہواں نکتہ

نکتہ نمبر گیارہ چونکہ کئی نکتوں پر مشتمل ہے، اس لئے نکتہ در نکتہ میں اُلجھنے کی بجائے اسے چند شقوں میں تقسیم کر دینا ہی مناسب ہے۔

چنانچہ اس کی شق اول شاہ صاحب کے اس فرمان پر مشتمل ہے کہ،
فقیر کا ظنّ جو کچھ کام کر سکا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ بطریق
تعریض اس لفظ سے حضرت مرتضیٰ کو سمجھے ہوں اور تعریض تخصیص عام سے
ایک جُدا امر ہے، اس جگہ اپنے عموم پر باقی رہتا ہے۔ اس کے باوجود قرآن
عام میں صرف فرد واحد کے داخل ہونے میں دلالت ہے۔

شاہ صاحب کا مرعجان مرغ شخصیت کے مالک ہونا آخر آپ کے
اس فقرہ نے ظاہر کر ہی دیا کہ ”فقیر کا ظنّ جو کام کر سکا ہے،، بہر حال فقیر کے
ظنّ و گمان کا نتیجہ تو زیر بحث آ ہی جائے گا، اس مقام پر شاعر مشرق کا مصرعہ
ہدایت سے یاد آ رہا ہے کہ!

رہبر ہوں ظن و تخمین تو زبوں کارِ حیات
شاہد ظن و تخمین کی اس زبوں کاری کا ہی یہ اثر ہے کہ زیب عنوان
آیت کریمہ کو کسی بھی صورت میں حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نہ
ماننے کے باوجود یہ فرما دیا کہ بعض لوگ جو اس کو حضرت علی المرتضیٰ کے حق
میں مانتے ہیں۔

حالانکہ اس سے پہلے آپ پوری قوت سے اسی داعیہ پر جمے ہوئے تھے کہ اس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں کوئی مانتا ہی نہیں، اگر قارئین کو یقین نہ آئے تو بعد شوق شاہ صاحب کی سابقہ عبارت کا مطالعہ فرما لیں آپ پر ثابت ہو جائے گا کہ آپ نے محض اور محض وہی اقوال و آراء بیان کرنے پر اکتفاء فرمایا ہے جن سے یہ تاثر ملے کہ اس آیت کو معتقدین و متاخرین اہلسنت سے کوئی بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نہیں مانتا۔

بہر کیف ! شاہ صاحب کا احادیثِ مصطفیٰ اور اقوالِ صحابہ سے اپنے ظن و گمان کے مطابق نتائج اخذ کرنا انہی کا حصہ ہے ورنہ ایسی جرأت کوئی عام آدمی تو کر نہیں سکتا کہ ایک تو صحابہ کرام کو ”بعض لوگ“ کہے اور پھر ان کے ارشادات کو اپنے ظن و گمان کے معیار پر پرکھنے کا دعویدار بھی ہو۔

شاہ صاحب کے اس گیارہویں نکتہ کی شق نمبر دو (۲) درحقیقت شق نمبر (۱) ہی کا جزوِ خاص ہے کیونکہ شاہ صاحب یہ اقرار کرنے کے باوجود کہ ”بعض لوگوں“ نے اس آیت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں سمجھ رکھا ہے، تخصیص و تعمیم کے ہیر پھیر میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ جو کچھ بیان کر رہے ہیں ان کا اپنا گمان ہے اور گمان کسی بھی صورت میں قطعیت کے درجہ میں نہیں آسکتا، خواہ

مخواہ بات بڑھانے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں ، حالانکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب بات بڑھ جاتی ہے تو پھر اُسے سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے بلکہ جب بات بڑھتی ہے تو اکثر بگڑ جاتی ہے اور جب بات بگڑ جاتی ہے تو پھر مشکل ہی سے بنتی ہے ، یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب کی بات جس قدر بڑھتی جا رہی ہے اُسی قدر زیادہ بگڑتی جا رہی ہے اور حال یہ ہے کہ اب یہ بگڑی ہوئی بات بنتی نظر نہیں آتی ۔

آپ کا ظن ہے کہ لوگوں نے کنائیت یعنی بطور تعریض اس آیت کو حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں سمجھ لیا ، چونکہ تعریض و تخصیص عام دوا لگ الگ اُمور ہیں اس لئے اس عموم کو کسی بھی صورت میں خاص نہیں کیا جاسکتا اور تعریض بھی اُس وقت صادق آئے گی جب حضرت علی (علیہ السلام) کے متعلق یہ لوگوں کا من گھڑت واقعہ بار بار واقع ہو ۔

یعنی لوگوں نے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سائل کو انگوٹھی عطا کرنے کی اختراع کر رکھی ہے اس کا بار بار ظہور ہوا ہو اور حضرت علی بار بار سائل کو انگوٹھی عطا فرمائیں ۔

کاش ! شاہ صاحب ظنّیات کے چکر میں پڑنے کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کو اپنی عقل پر ترجیح دیتے تو یقیناً اُن کی بات بھی بنی رہتی مگر آپ تو بہر طور اپنے ظن کے تابع ہو کر رہنا چاہتے ہیں اس لئے قرآنی نصوص پر بھی گرائمر کے تجربے کرنا شروع کر دیتے ہیں ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کی درج ذیل تفسیر و تاویل جو قطعی طور پر آپ کے اپنے ظن و گمان کی پیداوار ہے اور قرآن و حدیث ک نصوص سے اسے قطعی کوئی سروکار نہیں درست تسلیم کر لی جائے تو اس آیت کریمہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں کس طریقہ سے ثابت کیا جاسکے گا جب کہ اُن کے لئے مکرر تو کیا ایک بار بھی حالت رکوع میں خیرات کرنا ثابت نہیں۔

بہر کیف ! قارئین اس تھکا دینے والی بحث کے ضمن میں مجھے باب کا آغاز کریں اور وہ کثیر حوالے دیکھیں جن میں اس آیت کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کَاف

آیت

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

تفاسیر کی روشنی میں

اپنوں کو کیا کہیں

تفسیر و حدیث اور فقہ و سیرت کی معتبر کتابوں میں یہ روایت تواتر سے منقول ہے کہ ایک روز مسجد نبوی شریف میں ایک سائل کے سوال کرنے پر تاجدار اہل اقی، مرتضیٰ، مشکشاء، سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام نے سوالی کو نماز پڑھتے وقت انگشتری عطا فرمائی حالانکہ آپ اس وقت رکوع کی حالت میں تھے۔

چنانچہ آپ کے اس ایثار اور ذوق سخاوت پر مشیت مجھوم گئی اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔
آیت

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ.

یعنی نہیں ہیں تمہارے مددگار مگر اللہ و رسول اور
مومن اور وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں
اور رکوع میں ہیں۔

﴿سورة المائدة آیت ۵۵﴾

موجودہ دور کے خوارج اور نواصب بالخصوص اور چند پیش رو بالعموم اس بات پر پوری قوت صرف کر رہے ہیں اور کرتے رہے ہیں کہ جس طرح بھی ہو سکے اس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں داخل نہ ہونے دیا جائے لیکن باوجود سچی پیہم کے وہ اپنے ان مذموم عزائم کو عملی جامہ پہنانے میں بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کے معتمد مفسرین بڑی وضاحت سے نقل کر چکے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں ہی نازل ہوئی ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم ان لوگوں کے ذہنی و اختراعی استدلال کو موضوعِ سخن بنائیں، کچھ اپنے ان بزرگوں کے تخیلات ہدیہء قارئین کرتے ہیں جو اپنے طور پر تردید و انقض کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں مگر نادانستگی میں خارجیوں کی ریشہ وانیوں کے لئے راہ ہموار کر گئے۔

اس صورت حال پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے اس لئے کہ جنابِ سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کی محبت و موَدت شیعوں کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر مومن پر واجب ہے اور محبوب کی شان میں پہلو تہی کرنا محبت کے تقاضوں کو یقیناً مجروح کرتا ہے۔

بہر حال ! ہمارے ایک بزرگ متذکرہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”بعض کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت علی

المقتضی رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے کہ آپ نے نماز میں سائل کو انگشتی صدقہ دی تھی وہ انگشتی انگشت مبارک میں ڈھیلی تھی اور بے عمل کثیر کے نکل گئی، لیکن امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس کا بہت شد و مد سے رد کیا ہے اور اس کے بطلان پر بہت وجہ قائم کئے ہیں۔“

تفسیر رازی

اگرچہ درج ذیل روایات دیگر بے شمار ثقہ کتب تفسیر و سیئر میں بھی موجود ہیں اور ہم ان کی قدرے تفصیل بھی ہدیہ قارئین کریں گے مگر سب سے پہلے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی کی وہ عبارت نقل کریں گے جس میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُسوقت نازل ہوئی جب آپ نے نماز پڑھتے ہوئے رکوع کی حالت میں سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی۔

روایت نمبر ۱

روی عطا عن ابن عباس انھا نزلت فی علی ابن ابی طالب علیہ السلام.

حضرت عطا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی

اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی
ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل
ہوئی ہے۔

﴿تفسیر کبیر ۲، ۶۱۸﴾

روایت نمبر ۲

روی عن عبد اللہ بن سلام قال لما نزلت
هذا الآیة قلت یا رسول اللہ انا رائت علیا تصدق
بختامة علی محتاج وهو راکع فحنننوا۔
حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس
میں عرض کیا ! ” میں نے دیکھا ہے کہ علی نے رکوع
کی حالت میں محتاج کو انگٹھی عطا فرمائی ہے پس ہم
ان سے دوستی رکھتے ہیں۔“

﴿تفسیر کبیر ۲، ۶۱۸﴾

روایت نمبر ۳

وروی ابو ذر رضی اللہ عنہ انہ قال
صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم

صلاة الظهر فسأل سائل في المسجد فلم يعطيه
 احد فرفع السائل يده الى السماء وقال ! اللهم
 اشهد اني سألت في مسجد الرسول (صلى الله
 عليه وسلم)

فلم يعطني احد شيئا وعلى عليه السلام
 كان راكعا فاء و اليه بختصره اليمنى وكان فيها
 خاتم فاقبل السائل حتى اخذ الخاتم بمراءى النبي
 صلى الله عليه وسلم.

فقال ! اللهم اننى موسى سالك فقال !
 ربى شرح لى صدرى ويسر لى امرى واحل
 عقدة من لسانى يفتقر قولى ، وجعل لى وزيرا من
 اهلى هارون اخى اشد به ازرى واشركه فى
 امرى ، فانزلت عليه قرآنا " سنشد عضدك
 باخيک ونجعل لكما سلطانا فلا يصلون
 اليكما. " (القصص آيت ٣٥)

اللهم وانا محمد نبيك وصفيك
 فاشرح لى صدرى ويسر لى امرى واجعل لى
 وزيرا من اهلى عليا اشد به ظهري ،

قال ابو ذر ما اتم رسول الله صلى الله عليه
 وسلم هذه الكلمة حتى نزل جبريل فقال يا

محمد اقراء انما وليکم اللہ ورسولہ الخ

﴿تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۶۱۸﴾

﴿لامام الفخرالدین الرازی مطبوعہ مصر﴾

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ظہر کی نماز ادا کی، اتنے میں مسجد نبوی میں ایک سوالی نے سوال کیا مگر کسی نے اسے کچھ نہ دیا تو اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دُعا کی الہی تُو جانتا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجد میں سوال کیا ہے مگر مجھے کسی نے بھی کوئی چیز عطا نہیں کی۔“

حضرت علی علیہ السلام اُس وقت نماز ادا کر رہے تھے اور رکوع کی حالت میں تھے اسی عالم میں آپ کے دائیں ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی تھی جو سائل کو اُتار کر دے دی حتیٰ کہ سائل نے وہ انگوٹھی لے لی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا۔

آرزوئے مُصطفیٰ

حضور نے یہ واقعہ سماعت فرما کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی !

”الہی جب تجھ سے میرے بھائی موسیٰ (علیہ السلام) نے سوال کیا تھا کہ اے میرے رب میرے سینے کو کھول دے اور میرے امور کو آسان فرما دے اور میری زبان سے بے سنگی دور فرما دے تاکہ لوگ میری بات کو خوب سمجھ لیں اور میرے گھر والوں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے

اور میری اس قوت کو اس کے ذریعہ سے مضبوط بنادے اور اسے میرے کام میں شریک فرمادے تو تو نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت سے نواز کر قرآن میں فرمایا ہم تمہارے بھائی کو بھی تمہاری قوت بازو بنائے دیتے ہیں اور ہم تم دونوں کو خاص شوکت عطا فرماتے ہیں۔“

یا اللہ ! میں تیرا نبی محمد ہوں اور تیرا پسندیدہ ہوں تو میرے سینے کو کھول دے اور میرے امور کو آسان فرمادے اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے میرا وزیر علی کو بنادے اور اس کے ذریعہ سے مجھے قوت عطا فرما۔

حضرت ابو ذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا یہ جملہ ختم ہی فرمایا تھا کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھئے !

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ.

﴿تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۶۱۸﴾

﴿لامام الفخرالدین الرازی مطبوعہ مصر﴾

کیسے اوجھل ہو گئی

قارئین ! اندازہ فرمائیں کہ تفسیر کبیر کے حوالہ سے ہمارے بزرگ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ علی کے رکوع میں خیرات کرنے والی روایت کا

امام رازی نے بڑی شد و مد سے رد کیا ہے اور اس کے بطلان پر متعدد وجوہ قائم کئے ہیں۔

حالانکہ تفسیر کبیر میں نہ صرف یہ کہ انگوٹھی خیرات کرنے کی روایت موجود ہے بلکہ آیت کریمہ ”انما ولیکم اللہ“ کی واضح طور پر شان نزول بتائی گئی ہے کہ حیدر کرار علیہ السلام کے اس ایثار پر اظہار مسرت فرماتے ہوئے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں دُعا کرتے ہیں کہ یا اللہ جس طرح تُو نے موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کو قبول فرما کر اُن کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر اور مددگار بنایا تھا اُسی طرح میرے اہل خانہ سے میرے بھائی علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کو میرا وزیر مقرر فرمادے اور اس کے ذریعہ سے مجھے قوت و شوکت عطا فرما۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو مذکورہ بالا آیت کریمہ تلاوت فرمانے کا اشارہ بذریعہ جبریل کیا۔

حیرت ہے کہ ہمارے محترم بزرگ کی نگاہوں سے تفسیر کبیر کی اتنی طویل عبارت کیسے اوجھل رہ گئی جب کہ اس روایت کو قطعی طور پر درست تسلیم کرنے اور اس آیت کریمہ کو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں بیان کرنے کے بعد روافض کے نظریہ کی تردید کرتے ہیں جو انہوں نے اس آیت کے متعلق قائم کر رکھا ہے کہ اس آیت کریمہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلا فصل ثابت ہوتی ہے۔

تردید و بطلان

چنانچہ امام فخر الدین رازی نے جس امر کی تردید اور جس نظریہ کا بطلان کیا، اس کی تفصیل تفسیر کبیر میں اس طرح ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس شخص کی امامت پر دلالت کرتی ہے وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

قالت الشيعة هذه الآية دالت ان الامام بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم هو علي ابن ابي طالب.

﴿تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۶۲۰﴾

علاوہ ازیں امام رازی نے مختلف طرائق سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل کے بارے میں دلائل پیش کئے ہیں اور آیات و روایات سے استنباط کرنے کے ساتھ ساتھ فلسفیانہ انداز میں بھی اپنے موقف کے بارے میں استدلال پیش کیا ہے لیکن کسی مقام پر اشارہ کرنا یہ کہ طور پر بھی یہ نہیں لکھا کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل نہیں ہوئی چہ جائیکہ بڑی شد و مد سے اس کی تردید و بطلان کرنے سے متم کئے جائیں۔ بہر حال جس امر کا رد اور بطلان امام رازیؒ نے کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر اس کے دو وجوہ ہدیہ عقارین ہیں۔

(۱) قوله ”يا ايها الذين آمنوا من يردكم عن دينه (الى“

(آخر لایہ)

ابو بکر صدیقؓ کی امامت پر مضبوط دلائل میں سے ہے۔
 پس اگر یہ آیت (انما ولیکم اللہ ورسولہ) رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صحتِ امامت پر دلالت کرتی ہو تو ضروری ہے کہ ہر دو آیات کے مابین تناقض پایا جائے اور یہ امر باطل ہے جس کا قطع کرنا ضروری ہے لہذا یہ آیت اس پر دلالت نہیں کرتی کہ حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام ہیں۔

فلسفہ اور حدیث

اس سے پہلے کہ ہم امام فخر الدین رازی کے پیدا کردہ ان نکات کی مزید تفصیل ہدیہء قارئین کریں جن کے مطابق وہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافتِ بلا فصل کے نظریہ کی تردید کرتے ہیں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فلسفہ کے زور پر پیدا کردہ استدلال آیات و احادیث کی حقیقی روح کو متاثر کر سکتا ہے یا نہیں،

اس مقام پر محدثین کی آراء نقل کرنے کی مہم شروع کر دی جائے تو یقینی امر ہے کہ یہ مضمون سینکڑوں صفحات پر پھیل جائے گا۔ اس لئے ہم یہاں منطقی طور پر ہی ایک واضح ترین دلیل قائم کریں گے اور ایک امر واقعہ حقیقت کی طرف توجہ مبذول کرائیں گے۔

اور وہ یہ ہے کہ امام فخر الدین رازیؒ کو قرآن مجید کی جو اتنی ضخیم تفسیر مرتب کرنا پڑی اس کی محرک وہی فلسفیانہ سوچ تھی جو آیات و احادیث کے متعلق اختیار کر کے اہل اسلام میں سے ایک نہایت فہیم اور دانشور طبقہ حقیقت سے دُور ہوتا گیا اور بالآخر معتزلہ کے نام سے دُنیا میں معروف ہوا۔

امام فخر الدین رازیؒ نے اسی فلاسفر فرقہ کے سرخیل علامہ زختری کے فلسفہ کے زور پر پیدا کردہ تخیلات کی بیخ کنی کے لئے تفسیر کبیر تالیف فرمائی ہے۔

چونکہ مشہور ضرب الشل کے مطابق کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے، امام رازیؒ کو بھی وہی راستہ اختیار کرنا پڑا جسے اپنا کر معتزلہ فروعیات کے علاوہ اسلام کے بیشتر بنیادی عقائد سے انحراف کرنے سے بھی مُٹھم ہوئے۔

معتزلہ کی خرابی کا باعث یہ ہوا کہ اوّل اوّل تو وہ فلسفہ کو قرآن و حدیث کے تابع رکھ کر غیر مذاہب کے فلاسفوں کو مناظروں اور مباحثوں میں شکست فاش دیا کرتے تھے اور پھر بتدریج فلسفہ اُن پر سوار ہوتا گیا اور وہ پورے طور پر اسی کے غلام ہو کر رہ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے قرآن و حدیث کو فلسفے کے تابع رکھ کر سوچنا شروع کر دیا اور بالآخر فرقہ ضالہ سے موسوم ہوئے۔

تفسیر کبیر فی الحقیقت اسی گمراہ فرقہ کے رد میں لکھی گئی ہے اور امام رازیؒ جبکہ زختریؒ کو مخاطب کر کے اس کے فلسفیانہ استدلال کو فلسفہ کے

اور وہ یہ ہے کہ امام فخر الدین رازیؒ کو قرآن مجید کی جو اتنی ضخیم تفسیر مرتب کرنا پڑی اس کی محرک وہی فلسفیانہ سوچ تھی جو آیات و احادیث کے متعلق اختیار کر کے اہل اسلام میں سے ایک نہایت فہیم اور دانشور طبقہ حقیقت سے دُور ہوتا گیا اور بالآخر معتزلہ کے نام سے دُنیا میں معروف ہوا۔

امام فخر الدین رازیؒ نے اسی فلاسفر فرقہ کے سرخیل علامہ زختری کے فلسفہ کے زور پر پیدا کردہ تخیلات کی بیخ کنی کے لئے تفسیر کبیر تالیف فرمائی ہے۔

چونکہ مشہور ضرب المثل کے مطابق کہ لوہے کو لوہا کا ٹٹا ہے، امام رازیؒ کو بھی وہی راستہ اختیار کرنا پڑا جسے اپنا کر معتزلہ فروعات کے علاوہ اسلام کے بیشتر بنیادی عقائد سے انحراف کرنے سے بھی مُہتمم ہوئے۔

مُعزلہ کی خرابی کا باعث یہ ہوا کہ اوّل اوّل تو وہ فلسفہ کو قرآن و حدیث کے تابع رکھ کر غیر مذاہب کے فلاسفروں کو مناظروں اور مباحثوں میں شکستِ فاش دیا کرتے تھے اور پھر بتدریج فلسفہ اُن پر سوار ہوتا گیا اور وہ پورے طور پر اسی کے غلام ہو کر رہ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے قرآن و حدیث کو فلسفے کے تابع رکھ کر سوچنا شروع کر دیا اور بالآخر فرقہ ضالہ سے موسوم ہوئے۔

تفسیر کبیر فی الحقیقت اسی گمراہ فرقہ کے رد میں لکھی گئی ہے اور امام رازیؒ جگہ جگہ زختری کو مخاطب کر کے اس کے فلسفیانہ استدلال کو فلسفہ کے

زور سے توڑتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے ان بزرگوں کو امام رازیؒ کے فلسفہ کی آغوش میں پناہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں ورنہ قدامتِ مفسرین اہلسنت کی کتابوں میں مختلف اسناد کے ساتھ تواتر کے ساتھ روایت موجود ہے علاوہ ازیں حق یہ تھا کہ تفسیر کبیر کی وہ روایات بھی نقل کرتے جو انہوں نے زیر بحث آیت کے ضمن میں پیش کی ہیں اور ان پر اصول حدیث کے مطابق راویوں وغیرہ پر قطعاً کوئی جرح نہیں کی بلکہ محض فلسفیانہ استدلال پیش کر کے معتزلہ اور شیعوں کے مختلف اقوال کی تردید کی ہے اور روایت حدیث کے مقابلہ میں کسی شخص کا منطقی استدلال اور فلسفیانہ نکتہ آفرینیاں کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔

علاوہ بریں ہمارا دعویٰ ہے کہ امام رازیؒ نے فن حدیث کے مسئلہ اصولوں کے مطابق ہر گز ہر گز ان روایات کا رد و بطلان نہیں کیا بلکہ جس قدر بھی بحث کی ہے وہ محض تخیلات اور فلسفہ کی مرہونِ منت ہے۔

مشتی نمونہ از خروارے

﴿۱﴾ ولی کے معنی لغات میں یقیناً مددگار اور محبت کے آئے ہیں

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے مددگار

ہیں۔

ان الولی فی اللغة قد جاء بمعنى الناصر و المحب
 كما فی قوله ”والمؤمنون والمؤمنات بعضهم
 اولیاء بعض.“

﴿تفسیر کبیر ۲۱۹﴾

﴿۲﴾ اور لفظ ولی انہی دو معنوں میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن
 سے کوئی ایک معنی مراد مقرر نہیں فرمائی اور نہ ہی یہ دونوں معنی ایک دوسرے
 کہ منافی ہیں۔ تو ضروری ہوا کہ اس آیت میں جن مومنوں کا ذکر ہے ان
 کے اُمت میں متصرف ہونے پر دلالت کرے۔

ان اللفظ الولی جاء بهذين معنيين ولم يعين
 الله مراد ولا منافاة بين المعنيين فوجب دلالة
 الآية على ان المشرمين المذكورين في الآية
 متصرفون في الامة .

﴿۳﴾ اور اس آیت میں ولی کا معنی مددگار لینا جائز نہیں تو ضروری
 ہوا کہ اس کا معنی متصرف لیا جائے اور انما ہم کہتے ہیں کہ اس کا معنی مددگار
 لینا جائز نہیں مذکورہ ولایت سے جو اس آیت میں ہے سوائے عام کے تمام
 مومنوں کے لئے ہے۔

الولی فی هذه الآية لا يجوز ان يكون
 بمعنى الناصر فوجب ان يكون بمعنى المتصرف
 وانما قلنا انه لا يجوز ان يكون بمعنى

الناصر لان الولیة المذكورة فی هذه لائنة غیر
عامۃ فی کل المؤمنین .

﴿کبیر جلد دوم ۶۱۹﴾

﴿۴﴾ اور اس آیت میں ذکر کی گئی ولایت نصرت کے معنوں میں
نہیں ہے اور اگر نصرت کے معنوں میں نہیں ہے تو یقیناً تصرف کے معنوں
میں ہوگی اور نہیں ہے واسطے ولی کے سوائے دو معنوں کے، بر تقدیر آیت اے
مومنوں تم پر متصرف ہیں اللہ اور رسول اُس کا اور مومنین جو فلاں صفت سے
مُتَّصِف ہیں اور یہ مقتضی ہے کہ اس آیت میں ذکر کی گئی صفات سے مُتَّصِف
مومنین جمیع اُمت میں متصرف ہیں۔

الولایة المذكورة فی هذه الآیة لیست بمعنی
النصرة واذالم تکن بمعنی الانصرة كانت
بمعنی التصرف فیکم لانه لیس لولی معنی سوى
هذین خصار التقدير الآیة انما المتصرف فیکم
ایها المومنون هو الله ورسوله والمؤمنون
الموصوفون بالصنعة الفلانیة وهذا بتقضى ان
المومنین والموصوفین بالصنعات المذكورة فی
هذی الآیة متصرفون فی جمیع الامة .

﴿تفسیر کبیر ۶۱۹﴾

ان کو بھی منظور نہیں

صاحب تفسیر کبیر نے لفظ ولی کے معنوں میں جو تفسیر دوا رکھی ہے وہ یقیناً ہمارے ان بزرگوں کے لئے بھی قابل قبول نہیں ہوگی جن کو آیت مذکورہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہونا شاق گزرا ہے اور انہوں نے تفسیر کبیر کے مقابلہ میں ان متعدد تفاسیر کو نظر انداز فرما دیا ہے جن کی ثقاہت سے اہلسنت کے کسی بھی بڑے سے بڑے عالم نے انکار نہیں کیا بلکہ ان بزرگوں کی اپنی تفسیر کا معتد بہ حصہ انہی تفسیروں سے اخذ کیا گیا ہے جن میں واضح طور پر مختلف جید اسناد کے ساتھ اس آیت کا جناب حیدر کرار علیہ السلام کی شان میں نازل ہونا روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

بہر حال تفسیر کبیر کے چند مزید فلسفیانہ اقتباسات ہدیہ قارئین ہیں، ﴿۵﴾ اور اس کے معنی نہیں ہیں سوائے اس ایک انسان کے جو جمیع اُمت میں متصرف ہو تو ثابت ہوا اس ذکر کے ساتھ کہ یہ آیت اس مذکورہ شخص کے تمام اُمت پر امام ہونے پر دلالت کرتی ہے مگر دوسرے مقام پر بیان ہے اور وہ یہ کہ جب ثابت کریں واجب ہونا امامت کا اس شخص کے ساتھ اور وہ علی ابن ابی طالب ہیں تو اس بیان میں وجوہات ہیں۔

سیلاب وجوہات

اور ان وجوہ کا خاکہ یہ ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی

امامت پر یہ آیت دلالت کرتی ہے جیسا کہ روایت سے ظاہر کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس قول پر اصرار ممکن نہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے تو اگر یہ آیت امامت علی پر دلالت کرتی ہوتی تو تمام اُمت اس امر پر مجتمع ہوتی چونکہ یہ آیت امامت پر دلالت نہیں کرتی اس لیے یہ قول باطل ہے۔

اس کے آگے ایک اور خود ساختہ سوال کے جواب میں امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ اگر لفظ ”ولی“ کو ایک ساتھ ناصر اور متصرف پر حمل کیا جائے تو یہ جائز نہیں جیسا کہ اُصول فقہ کے مطابق مُشترک لفظ کو دوسرے مفہوم کے ساتھ حمل کرنا جائز نہیں۔

﴿تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۶۲۰﴾

مذکورہ بالا قسم کی طویل بحث کے بعد امام فخر الدین رازیؒ نے خلافت بلا فصل کے بارے میں ایک یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ۔

”حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تفسیر قرآن کو روافض سے بہتر طور پر جانتے تھے اگر یہ آیت آپ کی خلافت (بلا فصل) پر دلالت کرتی تو آپ کسی مجلس میں اس سے ضرور استدلال کرتے۔“

اور ان لوگوں کے لئے مناسب نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے تقیہ کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جبکہ یہ لوگ خود ہی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے شوریٰ کے دن خُم غدیر اور مباہلہ کے واقعات سے اور اپنے جمیع فضائل و مناقب

سے تمسک کرتے ہوئے استدلال پیش کیا مگر نہیں تمسک کیا آپ نے اس آیت سے اپنی امامت کا۔
متن ملاحظہ کریں۔

ان علی بن طالب کان اعرف بتفسیر
القرآن من هؤلاء الروافض فلو كانت هذه الآية
دالة على امامة لا حتج بها في محفل من الماحفل
وليس للقوم ان يقولوا انه تركته للتقية عنه انه
تمسک يوم شورى الخبر الغدير ومناقبه ولم
يتمسک البتہ بهذه الآية.

﴿تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۲۲﴾

یک نہ شد

مذکورہ بالا وجوہات کی روشنی میں قارئین کرام پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ امام فخر الدین رازیؒ زیر بحث آیت کریمہ کو جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام کے حق میں تسلیم کرتے ہوئے اس سے خلافت فصل ثابت کرنے والی روایات کا بطلان کیا ہے۔

بہر حال ! اب ہم اپنے قارئین کو اپنے ایک اور بزرگ کی نکتہ آفرینیوں سے روشناس کراتے ہیں آپ پہلے تو اپنے نام سے بعض مفسرین کے ان اقوال کا چربہ پیش کرتے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ اس آیت کریمہ

سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس سے آپ مومنوں کے والی اور مددگار ثابت ہوتے ہیں اور پھر معاً آپ کو کچھ یاد آ جاتا ہے اور یوں تحریر فرما دیتے ہیں کہ یہ آیت سرے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہی نہیں ہوئی بلکہ عبد اللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

”یہاں ولی بمعنی خلیفہ نہیں ہو سکتا، اور نہ یہ آیت خلافت مرقضوی کے لئے مخصوص ہو سکتی ہے چند وجوہ سے ایک یہ کہ اللہ، رسول کسی کے خلیفہ نہیں اور یہاں انہیں بھی ولی فرمایا گیا ہے اور ایک لفظ بیک وقت چند معنی میں استعمال نہیں ہو سکتا۔

دوسرے یہ کہ آیت کے نزول کے وقت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے، اگر آیت میں حضور کے بعد کا زمانہ مراد لیا جائے تو آپ کی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔“

تیسرے یہ کہ ”انما“ حصر کے لئے اگر خلافت علی المرتضیٰ میں منحصر ہو جائے تو بقیہ گیارہ اماموں کی خلافت باطل، بہر حال یہاں ولی کے معنی یاد دوست ہیں یا مددگار۔

شان نزول

یہ آیت کریمہ حضرت عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی

جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں ہماری قوم نے چھوڑ دیا اور قسمیں کھا لیں کہ ہمارا بابیکاٹ کریں گے اسمیں فرمایا گیا کہ تم غمگین کیوں ہوتے ہو ؟ اگر تم سے یہودی چھوٹ گئے تو تمہیں اللہ، رسول اور وہ مسلمان مل گئے جو زکوٰۃ بھی دیتے اور رکوع والی نماز بھی پڑھتے ہیں۔ انتہی “

اضطراب کیوں ؟

قارئین ! غور فرمائیں کہ اس قسم کی مضطرب تحریروں سے حاصل کیا ہوتا ہے ؟

کیا حقائق سے چشم پوشی کر لینے سے تردید و انقض کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے ؟

کیا محبتِ حیدر کرار کا تقاضا یہی ہے کہ اُن کی شان و عظمت کو پس پردہ کر دینے کی سعی و جہد شروع کر دی جائے ؟

اہلسنت و جماعت کے صاحبِ علم حضرات کی شان کے ہرگز لائق نہیں کہ وہ خلفاء اربعہ میں سے کسی ایک کے بھی فضائل و مناقب کو خلط ملط کرنے کی کوشش کریں۔

یہ امر انصاف کے سراسر خلاف ہے کہ پہلے تو اس آیت کریمہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں تسلیم کر کے خلافتِ بلا فصل پر بحث

کی جائے اور پھر واشگاف طور پر یہ لکھ دیا جائے کہ یہ آیت تو فلاں شخص کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ آیت فی الواقع حضرت عبداللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوئی تھی تو پھر خلافت بلا فصل پر بحث کرنے کی ضرورت پیش کیوں آئی؟ بالکل سیدھی سی بات تھی کہ یہ آیت حضرت علی کے حق میں نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اس رکوع کی حالت میں انگوٹھی خیرات کرنے کا واقعہ بھی وضعی ہے اور اس سے ولایت علی کا اثبات بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مشہور ہے کہ !

” خطائے بزرگان گرفتار خطا است “

ورنہ کم از کم یہ سوال تو ضرور پوچھا جاسکتا ہے کہ یہ تو تسلیم کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی کے خلیفہ نہیں مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خلیفہ اللہ ہیں آپ کی اس ازلی، أبدی اور سرمدی خلافت کا انکار کر دینا کتنے نئے مسائل کو جنم دینے کا باعث بن سکتا ہے۔

بلاشبہ بعض مفسرین کرام نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ واقعہ کو اس آیت کے ضمن میں پیش کیا ہے مگر اس آیت کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ یہ آیت اُن کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

بلکہ حضرت عبداللہ بن سلام تو خود روایت بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رکوع کی حالت میں خیرات کی ہے اور ہمارے مددگار اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو رکوع کی حالت میں خیرات کرتے ہیں۔

ضرورت وضاحت

صاحب تفسیر کبیر نے طویل ترین فلسفیانہ اور منطقی بحث کرنے کے بعد آخری کوشش یہ فرمائی ہے کہ چند وجوہ کی بناء پر اس واقعہ میں ضعف پیدا کیا جاسکتا ہے اور یہ وجوہات ہرگز وہ نہیں جو فقہ حدیث کے مسلمہ اصولوں کے مطابق ہوں بلکہ یہ بھی آپ کے اُس فلسفیانہ ذہن کی اختراع ہے جس سے بوقت ضرورت ہمارے اُن بزرگوں نے استفادہ کیا ہے جن کا تذکرہ ہم سابقہ اوراق میں کر آئے ہیں۔

تاہم ہمارے ان بزرگوں نے اُن سے بھی چند قدم آگے بڑھا کر حقائق کا راستہ بند کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ صرف یہ کہ کسی عالم کے فلسفے کو نص حدیث پر ترجیح دینے پر اکتفاء کیا ہے بلکہ اُسی عالم کی اخراج کردہ متعدد احادیث کو بھی نظر انداز کر دیا ہے اور یہ امر کسی بھی طرح مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا۔

بہر کیف ! اب آپ زیب عنوان آیت کریمہ کی تفسیر حدیث رسول اور اقوال صحابہ کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر کشاف

علامہ زخشری تفسیر کشاف میں بالوضاحت لکھتے ہیں۔

” (زکوٰۃ دیتے ہیں) کے معنی یہاں نماز پڑھتے وقت رکوع کی حالت میں عطا کرنے والے ہیں اور یہ آیت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اس وقت نازل ہوئی جب سوالی نے سوال کیا اور آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور رکوع کی حالت میں تھے اسی حالت رکوع میں ہی آپ نے اپنی چھوٹی انگلی جس میں انگوٹھی تھی،

بغیر کثیر عمل اور تکلیف کے اگر آسانی سے ایسا ہو جائے تو جائز ہے بصورت دیگر نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

پس اگر تو کہے کہ اس آیت کا صرف حضرت علیؑ کے حق میں ہونا کیسے درست ہے جبکہ یہاں لفظ جماعت یعنی جمع کا صیغہ ہے ؟ تو میں کہتا ہوں کہ یہاں جمع کا صیغہ دوسروں کو ترغیب دینے کے لئے آیا ہے تاکہ دوسرے بھی اس قسم کے کارِ خیر میں حضرت علیؑ علیہ السلام کی طرح حصہ لے کر ثواب حاصل کر سکیں کیونکہ مومنین کی عادت میں یہ بات ہونا چاہئے کہ وہ احسان کرنے اور فقیروں کی دلجوئی کرنے پر اس قدر حریص ہوں کہ نماز سے فارغ ہونے تک کے وقت کے لئے بھی تاخیر نہ کریں۔

متن ملاحظہ کریں۔

يؤتون الزكوة بمعنى يؤتونها في حال
ركوعهم في الصلوة وانها في على كرم الله
وجهه حين سئله سائل وهو راكع في صلاته
فطرح له خاتمة كأنه كان مرجا في خنصره فلم
يتكلف لخلعة كثير عمل تفسد بمثل صلاته.

فان قلت كيف صح ان يكون لعلي رضي
الله عنه واللفظ لفظ جماعة ؟

قلت ! جى به على لفظ الجمع وان كان
السبب فيه رجل واحد اليرغب الناس في مثل
فعله فينالو مثل ثوابه ولينه على أن سجية
المؤمنين يجب أن تكون على هذا الغاية من
الحرص على البر والاحسان ونفقد الفقراء حتى
ان لزمهم الأمر لا يقبل التأخير وهم في الصلوة لم
يؤخروه الى فرغ منها.

﴿ تفسير كشاف مطبوعه بيروت جلد دوم صفحه ۶۴۲ ﴾

گھر کی گواہی تفسیر ابن کثیر

اب ایک ایسی تفسیر سے استدلال کیا جاتا ہے جسے موجودہ دور کے
خارج بھی مسترد کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے کیونکہ یہ تفسیر ابن تیمیہ کے
طائفہ کے مطابق ابن تیمیہ ہی کے منہاج پر لکھی گئی ہے جبکہ یہ امر بھی ایک

واضح حقیقت کی صورت میں موجود ہے کہ اس تفسیر کے مؤلف علامہ ابن کثیر اپنے استاد ابن تیمیہ ہی کی طرح شانِ حیدر کرار میں آنے والی روایات کو درج کرنے کے بعد مکمل طور پر جرح کا نشانہ بناتے ہیں اور شاید ہی کوئی روایت ایسی ہو جسے وہ مطاعن کی زد میں نہ لائے ہوں، مگر زیبِ عنوان آیتِ کریمہ کے سلسلہ میں آنے والی متحدہ روایات نقل کرنے کے باوجود انہوں نے اکثر روایات پر مطلقاً جرح نہیں کی گویا یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے کسی بھی طرح دھندلایا نہیں جاسکتا۔

پہلی حدیث

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب میں نے رکوع کی حالت میں سائل کو خیرات میں انگوٹھی عطا کی۔
اس پر ابن کثیر نے کوئی جرح نہیں کی۔

دوسری حدیث

ابن ابی حاتم نے روایت بیان کی ربیع بن سلیمان مرادی نے ایوب بن سوید سے انہوں نے عقبہ بن ابی حکیم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”انما ولیکم اللہ ورسوله والذین امنوا“ کے بارے

میں کہا کہ اس سے مراد مومنین اور علی ابن ابی طالب
علیہ السلام ہیں۔

﴿کوئی جرح نہیں کی﴾

تیسری حدیث

روایت بیان کی ابو سعید اشج، فضل بن دکین، ابو نعیم احوں موسیٰ بن
قیس حضرمی نے سلمہ بن کہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا حضرت علی علیہ
السلام نے رکوع کی حالت میں انگوٹھی خیرات کی تویہ آیت نازل ہوئی ”انما
ولیکم اللہ ورسولہ الی آخر الآیۃ“

﴿کوئی جرح نہیں کی﴾

چوتھی حدیث

اور ابن جریر نے کہا ہے کہ حدیث بیان کی حرث نے عبدالعزیز سے
انہوں نے غالب بن عبید اللہ سے، غالب نے کہا کہ میں نے حضرت مجاہد کو
آیت کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ کے بارے میں یہ فرماتے سنا کہ یہ آیت
حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے
جبکہ آپؐ نے رکوع کی حالت میں خیرات کی،

﴿کوئی جرح نہیں کی﴾

پانچویں حدیث

کہا عبد الرزاق نے حدیث بیان کی عبد الوہاب بن مجاہدؒ نے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد انما ولکم اللہ ورسولہ کے بارے میں بیان کیا کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

﴿جرح عبد الوہاب بن مجاہد لائق احتجاج نہیں﴾

چھٹی حدیث

روایت بیان کی ابن مردویہ نے سفیان بن ثوری کے طریق پر ابی سنان سے انہوں نے ضحاک سے انہوں نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز پڑھ رہے تھے کہ سائل نے سوال کیا تو آپ نے اُسے انگوٹھی عطا فرمائی، حالانکہ آپ اُس وقت حالت رکوع میں تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی انما ولکم اللہ ورسولہ، الی لاٰخر الایۃ،

﴿جرح یعنی ضحاکؒ کی ابن عباسؒ سے ملاقات نہیں ہوئی اور ابن مردویہ نے دیگر روایت محمد بن سائب کلبی کے طریق پر کی ہے اور وہ متروک ہے﴾

ساتویں حدیث

ابوصالح نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے مسجد میں تشریف لائے تو لوگ رکوع وسجود اور قیام وقعود کی حالتوں میں نماز پڑھ رہے تھے سائل کے سوال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے تو آپؐ نے پوچھا! تمہیں کسی نے کوئی چیز دی؟

سوالی نے عرض کی کہ ہاں! آپؐ نے پوچھا کس نے، سائل نے عرض کی اُس شخص نے جو حالت قیام میں ہے، اس نے حالت رکوع میں مجھے انگوٹھی عطا فرمائی تھی اور کہا وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ اکبر اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ومن يتول الله ورسوله والذين آمنوا فان
حزب الله هم الغالبون ،

﴿جرح : اس روایت پر ابن کثیر کی یہ جرح ہے، و ہذا اسناد ولا یفرح بہ، یعنی یہ اسناد فرحت بار نہیں﴾

اور روایت بیان کی ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے بنفسہ اور عمار بن یاسر اور ابو رافع سے اور اس میں کوئی چیز باکلیہ درست نہیں جہالت رجال اور ضعف اسناد کی وجہ سے۔

آٹھویں حدیث

روایت کی اسناد کے ساتھ میمون بن مہران نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”انما ولیکم اللہ ورسولہ الی الآخر لایت کہ یہ مومنین کے حق میں ہے اور ان میں پہلے مومن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

﴿اس پر ابن کثیر نے کوئی جرح نہیں کی﴾

نویں حدیث

ابن جریر نے کہا کہ حدیث بیان کی ہند نے عبدہ سے انہوں نے عبد الملک سے کہ ابی جعفر نے فرمایا ”انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتوا الزکاۃ وہم راکعون“، کے متعلق سوال کیا تو میں نے کہا وہ لوگ جو ایمان لائے اور میں نے کہا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے فرمایا علی (علیہ السلام) مومنوں میں سے ہیں۔

﴿اس روایت پر بھی ابن کثیر کی کوئی جرح نہیں﴾

اور کہا اسباط نے کہ سدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ جمع مومنین کے حق میں ہے، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سائل کو اس وقت انگوٹھی عطا فرمائی جب آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے

تھے۔ اور حالت رکوع میں تھے۔

اس روایت پر بھی ابن کثیر نے کوئی جرح نہیں کی

دُر منشور

امام اجل خاتم حفاظ مصر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو متعدد اسناد سے بیان کرتے ہوئے تفسیر دُر منشور میں رقمطراز ہیں۔

پہلی حدیث

عبد الرزاق نے عبد بن حمید سے ابن جریر نے ابو شیخ سے اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”انما ولیکم اللہ ورسولہ الی آخر الایۃ کے متعلق روایت بیان فرمائی کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔

اخرج عبد الرزاق و عبد بن حمید و ابن جریر و ابو الشیخ و ابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قوله انما ولیکم اللہ ورسولہ الایۃ قال نزلت فی علی ابن ابی طالب.

دوسری حدیث

اوسط میں طبرانی نے اور ابن مردویہ نے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی فرمایا یہ حضرت علی ابن ابی طالب کے لئے مخصوص ہے اور آپ رکوع میں تھے کہ سائل کے سوال کرنے پر آپ نے اسی حالت میں اپنی انگوٹھی اُس کی طرف بڑھادی۔

اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ کو یہ واقعہ بتایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیت کریمہ ”انما ولیکم“ آخر تک نازل ہوئی۔ چنانچہ آپ نے یہ آیت مقدسہ صحابہ کو پڑھ کر سنائی اور پھر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے، الہی علی علیہ السلام کے دوست کو اپنا دوست اور علی کے دشمن کو اپنا دشمن بنا

اخرج الطبرانی فی الأوسط وابن مردويه عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال وقف بعلی سائل وهو راكع فی الصلوة تطوع فنزع خاتمة فأعطاه السائل فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فأعلمه ذالك فنزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الآية انما ولیکم

الآخرة فقرا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
على أصحابه ثم قال من كنت مولاه فعلى مولاه
اللهم وال من والاه وعاد من عاداه.

تیسری حدیث

روایت بیان کی ابو شیخ نے اور ابن مردویہ نے
حضرت علیؑ سے کہ آپ نے فرمایا کہ آیت ”انما
ولیکم“ تا آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
آپ کے بیت الشرف میں نازل ہوئی تو آپ مسجد
میں تشریف لے آئے اور لوگوں کو رکوع وسجود اور قیام
کی حالت میں دیکھا اور سوالی کو فرمایا کہ کیا تمہیں کسی
نے کوئی چیز عطا کی ہے؟ تو سائل نے جواب دیا کہ
ہاں علی علیہ السلام نے مجھے انگوٹھی عطا فرمائی جب کہ وہ
رکوع کی حالت میں تھے۔

واخرج ابو الشيخ و ابن مردويه عن علي ابن ابي
طالب قال نزلت هذه الآية على رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم في بيته انما وليكم الله
ورسوله والذين امنوا الى آخر الآية.

فخرج رسول الله صلى الله عليه وآله

وسلم فرض المسجد وجاء الناس يصلون بين
 راکع وساجد وقائم يصلي فاذا سائلي فقال يا
 سائل هل عطاك احد شيأ قال ذات الراکع
 علی بن ابی طالب اعطاني خاتمة .

چوتھی حدیث

سلمہ بن کہیل سے روایت ہے کہ حضرت علی
 ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے سائل کو انگوٹھی
 عطا فرمائی حالانکہ آپ رکوع کی حالت میں تھے۔
 عن سلمہ بن کہیل قال تصدق علی بخاتمة وهو
 راکع فنزلت انما وليکم اللہ الایة .

پانچویں حدیث

ابن جریر نے حضرت مجاہدؒ سے روایت نقل کی
 ہے کہ آیت کریمہ انما ولیکم اللہ حضرت علی علیہ السلام
 کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ نے حالت رکوع
 میں خیرات کی۔

اخرج ابن جریر عن مجاهد فی قوله انما وليکم
 اللہ الایة نزلت فی علی ابن ابی طالب تصدق
 وهو راکع .

چھٹی حدیث

اور ابن جریر نے حضرت سدی اور حضرت
عتبہ بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایسی ہی روایت
نقل فرمائی ہے۔

واخرج ابن جریر عن السدی وعتبہ بن حکیم
مثله.

ساتویں حدیث

ظہر کی اذان ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور سوالی سے
دریافت فرمایا کہ تمہیں کسی نے کچھ عطا کیا؟ سوالی
نے عرض کی ہاں وہ شخص جواب قیام میں ہے اس نے
رکوع کرتے وقت مجھے انگشتی عطا فرمائی ہے، اور وہ
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم تھے، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالات پر مطلع ہو کر تکبیر کہی
اور یہ آیت تلاوت فرمائی ”وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ فَانَ حَزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ
وَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ صَلَوةَ الطَّهَرِ وَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال اعطاف احد شیاء؟
 قال نعم قال من قال ذات الرجل القائم قال علی
 ای حال اعطا کہ قال وهو راکع قال و ذات علی
 ابن ابی طالب فکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم عند ذالک وهو یقول ومن یتول اللہ
 ورسوله والذین آمنوا فان حزب اللہ هم الغالبون.

آٹھویں حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے
 اور آپ نے سیرت کریمہ انما ولیکم اللہ خرتک
 تلاوت کر کے فرمایا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے
 ہیں جس نے علی علیہ السلام پر اتمام حجت اور علی کو اللہ
 تعالیٰ کا یہ مخصوص انعام وفضل مبارک ہو۔
 فاستقیظ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هو
 یقول انما ولیکم اللہ ورسوله والذین آمنوا
 الآخرة الحمد لله الذی اتمم لعلی نعه وهنیاً لعلی
 بفضل اللہ یاه.

نویں حدیث

ابن مردویہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز ادا فرما رہے تھے کہ سائل نے اُس وقت سوال کیا جب آپ رکوع میں تھے، آپ نے اُسی عالم میں اُسے انگوٹھی عطا فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی ”انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا“ اور فرمایا کہ اُن لوگوں کے لئے نازل ہوئی جو ایمان لائے تو علی اُن میں پہلے مومن ہیں۔

واخرج ابن مردويه عن ابن عباس قال كان علي بن ابي طالب قائما يصلي فمر سائل وهو راكع فاعطاه خاتمه فنزلت هذه الآية انما وليکم اللہ ورسولہ الآية قال نزلت فی الذین آمنوا وعلی بن ابن ابی طالب اولہم .

دسویں حدیث

ابی جعفر علیہ السلام (امام محمد باقر علیہ السلام) سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ”الذین آمنوا“ سے مراد مومن ہیں عرض کیا گیا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ یہ آیت مقدسہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی

ہے تو آپ نے فرمایا علی علیہ السلام مومنین میں سے ہیں۔

عن ابی جعفر انه سئل عن هذا الاية من
الله الذين آمنو قيل له بلغنا انها نزلت في علي بن
ابي طالب قال علي من الذين آمنوا .
تلك عشرة كاملة

﴿تفسیر در منثور جلد دوم ص ۲۹۲-۲۹۳﴾

حدیثیں ہیں افسانے نہیں

تفسیر در منثور سے نقل کی گئی یہ دس عدد روایات کوئی فرضی افسانہ اور
من گھڑت کہانی نہیں جس قصہ کو کذاب راویوں کو افسانہ طرازی کا نام دیا جا
سکے، بلکہ اس روایت کا متعدد اسناد سے نقل کیا جانا اس امر کا واضح ثبوت اور
برہان قاطع ہے کہ آیت فی الواقع جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہی حق
میں نازل ہوئی، اگرچہ بالنیابت دوسرے مومنین بھی اس میں شامل ہیں۔

اضطراب اعتراف شکست ہے

اندریں حالات اُن حضرات کو کیا کہا جاسکتا ہے جو اس قرار واقعی
حقیقت کو جانتے ہوئے بھی افسانہ طرازیوں کے جوہر دکھاتے ہیں اور قرآن
و حدیث کی نصوص کو محض اس لئے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ اس

نصوص سے مخالف فریق کا مطلب پورا ہو جاتا ہے جبکہ ان لوگوں کا یہ ذہنی اضطراب ہی مخالف فریق کی فتح کے نام سے موسوم ہو سکتا ہے۔

اور ان اضطرابی کیفیتوں سے ایک عام شخص یقیناً یہ تاثر لے سکتا ہے کہ جب متنازع فیہ آیت یقیناً حضرت علی علیہ السلام کے لئے نازل ہوئی ہے تو پھر جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے اس دعوے میں بھی صادق نہیں ہیں کہ حضرت علیؑ خلیفہ بلا فصل نہیں حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور یہ آیت قطعی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہونے کے باوجود ان کے خلیفہ بلا فصل ہونے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی بلکہ آپ کی اُس امامت گمراہی کی قطعی دلیل ہے جو ازل سے ابد تک اُن کے لئے مخصوص ہے۔

بہر کیف ! اب آپ امام المفسرین امام ابن جریر کی تفسیر سے براہ راست اس آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر ابن جریر

جلیل القدر مفسر قرآن حضرت امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ زینب عنوان آیت کریمہ کے متعلق متعدد اسناد کے ساتھ جو روایات بیان فرمائی ہیں اُن کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں آپ فرماتے ہیں۔

”اہل تاویل میں اس کے معنوں میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں

کہ آیت مقدسہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے مخصوص ہے اور بعض نے کہا ہے یہ جمع مومنین کے حق ہے۔

فان اهل التاويل اختلفوا في المعنى نه قال
بعضهم عني به على ابن ابى طالب وقال بعضهم
عني به جميع المومنين ذكر من قال ذالك.

تفسیر ابن جریر کی پہلی روایت

﴿۱﴾ محمد بن حسین نے احمد بن مفضل سے انہوں نے اسباط سے انہوں نے حضرت سدیٰ سے روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا کہ آیت کریمہ ”انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ“ اگرچہ ان تمام مومنوں کے حق میں ہے (جو نماز کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں رکوع کی حالت میں) مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے مخصوص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے سائل کو اُس وقت انگوٹھی عطا فرمائی جبکہ آپ مسجد میں رکوع کی حالت میں تھے۔

﴿۱﴾ حدثنا محمد بن الحسین قال حدثنا احمد بن المفضل قال حدثنا اسباط عن الذی قال ثم اخبرهم يتولاهم فقال ! ”انما وليکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وهم راکعون“ هولاء جميع

المؤمنين ، ولكن علي ابن ابي طالب مر به سائل
دهور اقع في المسجد فاعطاه خاتمه.

تفسير ابن جرير کی دوسری روایت

﴿۲﴾ روایت بیان کی نہاد بن سری نے عبدہ سے انہوں نے
عبدالملک سے کہا کہ میں نے حضرت ابی جعفرؑ سے اس آیت مقدسہ کے
شان نزول کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ مومنوں کے لئے ہے اور
جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ مجھے تو یہ روایت پہنچی ہے کہ یہ حضرت علی کرم
اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا علی (علیہ
السلام) مومنین میں سے ہیں۔

﴿۲﴾ حدثنا هناد بن السري قال حدثنا عبدة عن

عبدالملك عن ابي جعفر قال سألته عن هذه

لايت قلنا من الذين آمنوا؟ قال الذين آمنوا قلنا

بلغنا انها نزلت في علي ابن ابي طالب؟ قال علي

من الذين آمنوا.

تفسير ابن جرير کی تیسری روایت

﴿۳﴾ روایت بیان کی اسماعیل بن اسحاق بن اریل رملی نے ایوب بن
سوید سے کہ عتیہ بن ابی حکیم نے فرمایا کہ آیت مقدسہ ”انما ولیکم اللہ ورسولہ
والذین امنوا“ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں

نازل ہوئی ہے۔

﴿۳﴾ حدثنا اسماعیل بن اسرائیل الرملی حدثنا

ایوب بن سوید قال حدثنا عتیبه بن ابی حکیم فی

هذا الآیة (انما ولیکم اللہ ورسوله) قال علی ابن

ابی طالب.

تفسیر ابن جریر کی چوتھی روایت

﴿۴﴾ روایت بیان کی حارث نے کہا حدیث بیان کی عبدالعزیز

نے کہا حدیث بیان کی غالب بن عبید اللہ نے کہا کہ میں نے آیت مقدسہ

”انما ولیکم اللہ ورسوله والذین آمنوا“ کے متعلق حضرت مجاہدؒ سے سنا آپ

فرماتے ہیں تھے کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کے حق

میں نازل ہوئی کیونکہ آپ نے رکوع کی حالت میں خیرات کی تھی۔“

﴿۲﴾ حدثنی الحارث قال حدثنا عبد العزيز قال

حدثنا غالب بن عبید اللہ قال سمعت مجاہدا

بقول فی قوله ”انما ولیکم اللہ ورسوله“ الآیة

قال نزلت فی علی ابن ابی طالب تصدق وهو

راکع

﴿تفسیر ابن جریر مطبوعہ بیروت جلد سوم صفحہ ۲۸۸ تا ۲۸۹﴾

تفسیر مظہری

طبرانی نے اوسط میں بسند مجہول حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رکوع کی حالت میں ہی خیرات کے طور پر سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ”انما ولیکم اللہ ورسولہ الی آخر الآیت“ اور اس کے لئے شواہد موجود ہیں۔

اخرج الطبرانی فی الاوسط بسندہ
مجاہیل عن عمار بن یاسر قال وقف علی علی
ابن ابی طالب سائل وهو راكع فی تطوع ونزع
خاتمہ واعطا السائل فنزلت ”انما ولیکم اللہ
ورسولہ“ الآیت ولہ شواہد.

عبدالرزاق بن عبد الوہاب مجاہد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”انما ولیکم اللہ“ کے متعلق فرمایا کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

قال عبدالرزاق بن عبد الوہاب بن مجاہد عب
ابیہ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ”انما ولیکم
اللہ ورسولہ“ قال نزلت فی علی ابن ابی طالب

علیہ السلام۔

اور ابن مردویہ نے دوسری وجہ سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس کی مثل روایات بیان کی ہیں۔

وروی ابن مردویہ عن وجہ آخر عن ابن عباس

مثله، واخرج عن علی مثله واخرج ابن جریر عن

مجاہد وابن ابی حاتم عن سلمة بن کھیل مثله۔

نیز ابن جریر نے حضرت مجاہد کی روایت سے اور ابن ابی حاتم نے

حضرت سلمہ بن کھیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس کے مطابق روایت بیان کی ہے۔

واخرج ابن جریر عن مجاہد وابن ابی حاتم عن

سلمة بن کھیل مثله۔

اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے اور حاکم نے علوم الحدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا خود اپنا

قول اسی طرح نقل کیا ہے چنانچہ یہ ایسے شواہد ہیں کہ ایک دوسرے کی تقویت

وتائید کا باعث ہیں اور یہ واقعہ نماز میں عملِ قلیل کے وقوع پذیر ہونے پر

دلائل کرتا ہے اور اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے۔

وروی الثعلبی عن ابی ذر والحاکم فی علوم

الحديث عن علي فهداه شواهد يقوى بعضها
بعضاً وهذه القصة تدل على ان العمل القليل في
الصلوة لا يطلها وعليه انعقد الاجماع على ان
صدقته التطوع قسمي زكاة ونزول هذا الآيت
في علي لا يقتضي تخصيص الحكم به لان العبرة
لعموم اللفظ دون خصوص المورد كما يدل
عليه الصيغة الجمع ولعل ذكر الركوع ههنا على
سبيل التمثيل بلامهلة وقال البيضاوي ون صح
انه نزل في علي فلهه جي بلفظ الجمع ليرغب
الناس في مثل فعله فيندرجه في.

﴿تفسير مظہری مطبوعہ دہلی جلد دوم صفحہ ۱۳۸ تا ۱۳۹﴾

اس پر اجماع ہو چکا ہے

صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے

ہیں،

چنانچہ اس امر پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور نفلی صدقات کا نام
زکوٰۃ ہونے پر اجماع ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اس
کا نازل ہونا تخصیص حکم کے مقتضی نہیں۔ اس عبارت سے کسی کے خصوصیت
سے مستثنیٰ ورمورد ہونے کے علاوہ عموم پر بھی اطلاق ہو سکتا ہے جیسا کہ جمع کا
صیغہ اس امر پر دلالت کرتا ہے،

اور پیش آنے والا یہ واقعہ بطور تمثیل کے ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے مراد یہاں بلانا خیر و مہلت فوراً سوال پورا کرنا ہے اور بیضاوی نے کہا کہ اگر یہ دُرست ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے تو جمع کا صیغہ دوسرے لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے ہے۔

تواتر سے بھی آگے ہے

سید العلماء والفقہاء حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مندرجہ بالا عبارت اس امر کی غماز ہے کہ زبیب عنوان آیت کریمہ کا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہونا تواتر سے بھی آگے بڑھ کر قطعیت کے درجہ میں داخل ہو چکا ہے کیونکہ فقہاء کرام نے نماز میں قلیل عمل کی صورت میں خیرات دینے پر حضرت علی ہی کے عمل سے استدلال کر کے اجماع کیا ہے اندریں حالات شاہ ولی اللہ کا یہ کہنا کہ یہ حدیث تواتر سے ثابت نہیں ہے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

تفسیر ابوسعود

روایت ہے کہ آیت کریمہ ”انما ولیکم اللہ ورسولہ“ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ نے سائل کے سوال کرنے پر اپنی چھٹکیا اُس کی طرف بڑھا دی تاکہ وہ اُس میں پہنی ہوئی انگٹھی اُتار لے اور سائل نے وہ انگٹھی آسانی سے اُتار لی بغیر

ایسا عمل کثیر ادا کئے جو نماز ٹوٹنے کا سبب ہوتا اور جمع کا صیغہ لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے ہے تاکہ وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرح ایثار کریں اور یہ دلیل ہے نفلی صدقہ (تطوع) کا نام زکوٰۃ ہونے پر۔
متن ملاحظہ کریں۔

وروی انها نزلت آية " انما وليکم اللہ
ورسوله " فی علی کرم اللہ وجہہ الکریم حین
سالہ سائل وهوراکع فطرح الیہ خاتمتہ کانه کان
مرجانی خنصرہ غیر محتاج فی اخراجہ الی عمل
کثیر عمل یؤدی الی فساد الصلوٰۃ ولفظ الجمع
حنیذ لشرغیب الناس فی مثل فعلہ علیہ السلام
وفیہ دلالة علی ان صدقته التطوع تسمى الزکوٰۃ

﴿تفسیر ابو سعود علی الکبیر الرازی جلد اول صفحہ ۲۰۴﴾

﴿مطبوعہ مصر﴾

تفسیر جمل

تفسیر جمل میں زیر آیت لکھا ہے!

اور آپ نے اس وقت رکوع کی حالت میں ہی اپنی انگلی جس میں
انگوٹھی تھی سائل کی طرف بڑھادی جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے
ہی روایت ہے کہ میں نے اُس وقت انگوٹھی خیرات کی جب میں رکوع میں
تھا۔

تفسیر روح المعانی

صاحب تفسیر روح المعانی سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ زیر آیت ”انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا“ رقم طراز ہیں کہ اس آیت کریمہ میں پہلے تو ولایت کا حصر اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے کیا گیا ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے لئے اثبات کیا گیا ہے۔

اور لفظ ولی کا حصر جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہے تو وہ اصالت اور حقیقت کے اعتبار سے ہے۔

كذلك لنا في حصر الولاية في الله تعالى ثم
اثباتها للرسول صلى الله عليه وآله وسلم والمو
منين آلاف الحصر باعتبار انه سبحانه الولي اصلته
وحقيقه.

﴿روح المعانی ج ۴ ص ۱۶۷﴾

حضرت علی کے لئے

علامہ سید محمود آلوسی صاحب نے زیب عنوان آیت مبارکہ کے تحت مزید بھی بے شمار نکات بیان کئے ہیں تاہم آپ ”وہم راکعون“ کے تحت نقل کرتے ہیں کہ یہ فاعل الفاعلین کے حال سے ہے یعنی جو جانتے ہیں کہ جس کا ذکر ہو انما زکام کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ڈرنے والے اور عجز کرنے والے ہیں۔

اور فرمایا کہ وہ مخصوص حال ہے زکوٰۃ دینا اور رکوع کرنا، رکوع نماز کا اور اس بیان سے مراد اُن کی احسان کی طرف رغبت اور اُس پر مسارعت ہے اور غالب روایات و اخبار یہ ہیں کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔

”وہم ۛ اکعون“ حال من فاعل الفاعلین ای

یعلمون ما ذکر من اقامة الصلوة و ايتاء الزکاة

وہم خاشعون و متواضعون للہ تعالیٰ و قیل ! ہو

حال مخصوصہ بايتاء الزکوة ، و الركوع ،

رکوع الصلوة و المراد بیان رغبتہم فی الاحسان

و مسارعتہم الیہ و غالب الاخبار بین أنها نزلت

فی علی کرم اللہ وجہہ الکریم ،

حاکم اور ابن مردویہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے

روایت نقل کرتے ہیں کہ ابن سلام اور اُن کی قوم کا ایک شخص حضور نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا

کہ یا رسول اللہ ! ہماری منازل یعنی ہمارے گھر دُور ہیں اور آپ کی اس

مجلس کے علاوہ نہ تو ہمارے پاس بیٹھنے کی کوئی جگہ ہے اور نہ کوئی ہمارے

ساتھ بات کرتا ہے۔ الخ

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! ”اِنما

ولیکم اللہ ورسولہ “ یعنی اللہ اور اُس کا رسول تمہارے ولی ہیں۔

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو لوگ رکوع و قیام کی حالت میں تھے وہاں ایک سائل کو دیکھ کر آپ نے پوچھا کیا تجھے کسی نے کچھ عطا کیا ؟

سائل نے کہا ہاں ! چاندی کی انگوٹھی۔

آپ نے فرمایا ! یہ انگوٹھی کس نے عطا کی ہے ؟

سائل نے عرض کیا ! یہ جو نماز میں کھڑا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف اشارہ کر دیا۔

آپ نے فرمایا ! کیا علی نے تجھے اسی قیام کی حالت میں انگوٹھی عطا کی ہے ؟

سائل نے عرض کیا ! وہ اُس وقت رکوع میں تھے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور پھر یہ آیت تلاوت کی تو حضرت حسان بن ثابت نے اس واقعہ پر یہ شعر کہے۔

متن ملاحظہ ہو

فقد اخرج الحاكم وابن مردويه وغيرهما

عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما باسناد

متصل

اقبل ابن سلام نفوس قومهم آمنوا بالنبى
صلى الله عليه وآله وسلم فقالوا ! يا رسول الله
ان منازلنا بعيدة وليس لنا مجلس ولا متحدث
دون هذا المجلس .

فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم " انما وليكم الله ورسوله " ثم انه صلى
الله عليه وآله وسلم خرج الى المسجد والناس
بين قائم وراكع فبصر بسائل فقال !
هل اعطاك احد شيئا ؟

فقال نعم ! خاتم من نقة ، فقال من عطا
كه ؟

فقال ذالك القائم ، واما الى على كرم
الله تعالى وجهه ، فقال النبى صلى الله عليه وآله
وسلم على أى حال اعطاك ؟

فقال وهو راكع فكبر النبى صلى الله عليه
وآله وسلم ثم تلاوة هذه الآية فانشأ حسان رضى
الله تعالى عنه ،

ابا حسن تفديك نفسى ومهجتى
وكل بطى فى الهدى
ومسارع ايذهب مدحيك المحبر ضائقاً وما

المدح فى جنب الاله بضائع فانت الذى اعطيت
اذ كنت راکعاً زکاة فدتک النفس یاخیر راکع
فانزل فىل الله خیر ولایة ، وابتها انا کتاب
الشرائع

﴿تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۱۶۷﴾

تفسیر صاوی

یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ نے سائل کے سوال کرنے پر نماز ادا کرتے وقت سائل کی طرف انگلی بڑھادی کہ وہ انگوٹھی اتار لے۔

تفسیر خازن

آیت کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ الی آخر الایۃ ، متعین خُذہ شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں ، سُدی سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے مسجد میں سوالی نے سوال کیا تو آپ نے حالتِ رکوع میں انگوٹھی عطا فرمائی تھی۔

نزلت فی شخص معین وهو علی ابن ابی طالب
قال السدی مربع سائل و راکع فی المسجد فا
عطا خاتمة فعلى

﴿تفسیر خازن جلد دوم ص ۵۵ مطبوعہ مصر﴾

تفسیر معالم التنزیل

یہ آیت مُقدّمہ معین شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ شخص علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور کہا سُنّی نے کہ مسجد میں سوالی نے سوال کیا تو حضرت علیؑ اُس وقت نماز ادا کر رہے تھے اور رکوع میں ہی آپ نے سائل کو انگوٹھی عطا کر دی۔

نزلت فی شخص معین ہوو علی ابن ابی طالب
قال السدی مربعلی سائل وهو راکع فی
المسجد فاعطا خاتمة فعلی.

﴿تفسیر معالم التنزیل علی الخازن ج ۲ ص ۵۵﴾

تفسیر نسفی مدارک

کہا کہ یہ آیت حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ نے رکوع کی حالت میں سائل کے سوال کرنے پر اپنی انگوٹھی والی چھوٹی انگلی اُس کی طرف بڑھادی اور اُس نے وہ انگوٹھی اُتار لی۔

قل انها نزلت فی علی ابن ابی طالب علیہ السلام
حين سئله مسائل وهو راکع فی صلاة فطرح له
خاتمة کانه کان مرجافی خنصره .

﴿تفسیر مدارک جلد اول ص ۲۷۲﴾

تفسیر معالم التنزیل

یہ آیت مقدسہ معین شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ شخص علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور کہائیدی نے کہ مسجد میں سوالی نے سوال کیا تو حضرت علیؑ اُس وقت نماز ادا کر رہے تھے اور رکوع میں ہی آپ نے سائل کو انگوٹھی عطا کر دی۔

نزلت فی شخص معین هوو علی ابن ابی طالب
قال السدی مریعلی سائل وهو راکع فی
المسجد فاعطا خاتمة فعلی.

﴿تفسیر معالم التنزیل علی الخازن ج ۲ ص ۵۵﴾

تفسیر نسفی مدارک

کہا کہ یہ آیت حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ نے رکوع کی حالت میں سائل کے سوال کرنے پر اپنی انگوٹھی والی چھوٹی انگلی اُس کی طرف بڑھادی اور اُس نے وہ انگوٹھی اُتاری۔

قل انها نزلت فی علی ابن ابی طالب علیہ السلام
حین سئله مسائل وهو راکع فی صلاة فطرح له
خاتمة کانه کان مرجافی خنصره.

﴿تفسیر مدارک جلد اول ص ۴۷﴾

ریاض النضرہ

آیت کریمہ ”انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا“
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ومنها قوله ”انما ولیکم اللہ ورسولہ“ الائنہ نزلت
فیه اخرجه الواحدی و متانی القصۃ مشروحتہ
فی الصدقة.

﴿ریاض النضرہ مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۷۸﴾

ایک تفسیر کے کئی حوالے

اگرچہ زیب عنوان آیت کریمہ کی بحث کا سلسلہ انتہائی طوالت
اختیار کر گیا ہے تاہم عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے یہ عمل
ناگزیر تھا خوارج کی ریشہ دوانیوں پر نظر رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ
یہ لوگ کسی بھی صاف اور واضح عبارت کو قطع برید کر کے اپنا مقصد پورا کر لیتے
ہیں چہ جائیکہ اُن کے سامنے الجھی ہوئی یا الجھا دینے والی عبارات کا دریا بھی
موجزن ہو۔

بہر حال! اب ہم اس بحث کو سمیٹتے ہوئے اس آیت کے حضرت علی
کے حق میں ہونے کے متعلق ثقہ کتب کے حوالے درج کرنے پر اکتفاء
کریں گے اور صرف ایک ایسی تفسیر کی عبارت پیش کریں گے جو ہمارے
مسک کے ایک بزرگ کی لکھی ہوئی ہے اس تفسیر میں انہوں نے مسک حقہ

کی ترجمانی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ پہلی آیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہیں مگر دوسری آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔

تفسیر ضیاء القرآن

آپ نے غور فرمایا! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے جانباز مجاہدوں کو قرآن کریم کن الفاظ سے خراج تحسین پیش کر رہا ہے۔ جس کے سپاہیوں کی یہ شان ہو، جس کے لشکری ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہوں۔ جنہیں زبانِ قدرت ان پاکیزہ جملوں سے سرفراز فرما رہی ہو اُس خلیفہ برحق کی شان کتنی رفیع اور اُس کا مقام کتنا بلند ہوگا، ایسے خلیفہ کی خلافت کی حقانیت کے بارے میں کسی ایسے شخص کو تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا جو قرآن کو خدا کا کلام اور اپنے خدا کو علیہم بذات الصدور یقین کرتا ہے۔

مالکِ حقیقی جسے چاہتا ہے اُسے اپنے انعامات سے سرفراز فرماتا ہے اُس کا فضل و کرم بے پایاں ہے، اُس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ کس ذرہ ناچیز کو اپنی رحمت سے مہر درخشاں بناتا ہے۔

پہلے دشمنانِ اسلام سے دوستی اور محبت کرنے سے روکا گیا، اب بتا یا جا رہا ہے کہ مسلمان کس سے محبت اور پیار کریں کسے اپنانا ضرور مددگار

بنائیں فرمایا تمہارا دوست اور مددگار اللہ تعالیٰ، اور اس کا رسولؐ اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں لیکن دُنیا کو دکھانے کے لئے نہیں بلکہ ”وَهُمْ رَاكِعُونَ“ یعنی نہایت خشوع و خضوع سے عبادتِ الہی میں مشغول و منہمک رہتے ہیں۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی، ہوا یوں کہ ایک سائل نے آ کر سوال کیا۔ آپ اُس وقت حالتِ رکوع میں تھے آپ نے اپنی انگوٹھی اتار کر اُسے دے دی۔

بعض صاحبان سے اس آیت سے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافتِ بلا فصل پر استدلال کیا ہے، الخ لیکن ان کا یہ استدلال کئی وجوہ سے توجہ کے لائق نہیں۔

﴿تفسیر ضیاء القرآن جلد اول ص ۲۸۲﴾

فساد کھاں سے شروع ہوا

چونکہ بحث اپنے آخری موڑ میں داخل ہونے والی ہے اس لئے مناسب ہے کہ یہاں ابن تیمیہ کی عبارت کا کچھ حصہ بھی نقل کر دیں جسے بعض لوگوں نے حدیثِ مصطفیٰؐ اور اقوالِ صحابہ پر بھی ترجیح دی ہوئی ہے۔

چنانچہ اُس نے لکھا ہے کہ بعض کذابین نے اس آیتِ کریمہ کے سلسلہ میں جھوٹی روایت بنا رکھی ہے کہ یہ حضرت علیؓ علیہ السلام کے حق میں

اُس وقت نازل ہوئی جب اُنہوں نے انگوٹھی نماز میں خیرات کی، جبکہ اس روایت کے جھوٹ ہونے پر اہل علم کا نقل اجماع ہے۔

قال قد وضع بعض الكذابين حديثاً مفترى
 أن هذه الآية ،، انما وليكم الله ورسوله والذين
 آمنوا الذين يقيمون الصلوة و يوءتون الزكوة
 وهم راكعون . تنزلت في علي لما تصدق
 بخاتمة في الصلوة ، وهذا كذب باء جماع اهل
 العلم بالنقل .

﴿منهاج السنة ج ۱ ص ۱۵۶﴾

ابن تیمیہ کی عادت بن چکی ہے کہ وہ اپنے ذہن کی تراشیدہ باتیں نقل کرنے کے بعد اس امر کا اظہار ضرور کرے کہ جو بات میں نے کی ہے اس پر صاحبانِ علم کا اجماع ہے مگر یہ آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ اہل علم کون ہیں جنہوں نے اس پر اجماع کیا ہے اور کیا وہ اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی زیادہ علم والے ہیں،

بہر حال! ہم متعدد عبارات سے اہل علم حضرات کی تحقیق نقل کر چکے ہیں اس لئے اپنے موقف میں اب اُن چند کتابوں کے نام وغیرہ درج کئے جائیں گے جن میں ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔

حوالے ہی حوالے

﴿تفسیر احکام القرآن (جصاص) ج ۲ ص ۵۴۲﴾

﴿المواقف قاضی عضوج ۳ ص ۴۶۱﴾

﴿تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۵۲﴾

﴿فصول المہمہ ابن صباغ مکی ص ۱۳۳﴾

﴿تفسیر بیضادی ج ۱ ص ۳۴۵﴾

﴿جمع الجوامع لیسوطی ت ۶ ص ۳۹۱﴾

﴿تفسیر نسفی ج ۱ ص ۴۹۶﴾

﴿نور الابصار شبلنجی ص ۷۷﴾

﴿تفسیر غرائب القرآن ج ۳ ص ۴۶۱﴾

﴿کنز العمال ج ۳۱۹ ص ۷۷ ج ۳۰۵﴾

﴿تفسیر بحر المحیط ج ۳ ص ۵۱۴﴾

﴿تذکرہ سبط ابن الجوزی ص ۹﴾

﴿اسباب النزول لیسوطی ص ۵۵﴾

﴿المناقب الخوارزمی ص ۹﴾

﴿الصواعق المحرقة ص ۲۴﴾

﴿اصول الحدیث ابو عبد اللہ الحاکم صاحب مستدرک ص ۱۰۲﴾

- ﴿تہذیب التہذیب ابن حجر ج ۱۱ ص ۴۳۹﴾
 ﴿ذخائر العقبیٰ ص ۲۰۲ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۲۱﴾
 ﴿تقریب المرام فی شرح تہذیب الکلام تفتازانی ج ۳ ص ۳۲۹﴾
 ﴿اسباب النزول الواحدی ص ۱۲۸﴾
 ﴿شرح المقاصد تفتازانی ج ۲ ص ۲۸۸﴾
 ﴿کفایۃ الطالب لکنجی ص ۱۰۶﴾
 ﴿التہسیل العلوم التزیل الکلی ج ۱ ص ۱۸۱﴾
 ﴿مطالع النظر بیضاوی ص ۳۷۷﴾

آغاز و انجام اس بحث کا

منقولہ بالا حوالہ جات کے بعد مزید گفتگو کی ضرورت ہر گز نہیں تاہم اس بحث کا آغاز شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی نکتہ آفرینیوں سے ہوا تھا لہذا انہی کے آخری نکتے پر اسے اختتام کے قریب لاتے ہیں ملاحظہ ہو۔

پھر اگر ہم تسلیم کر لیں کہ یہ آیت حضرت مرقیؒ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ دلالت اس بات پر ہوگی کہ حضرت مرقیؒ مسلمانوں کو بددینے والے ہیں اور یہ بات حسب واقعہ ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مرقیؒ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مواقع قتال میں توفیق عظیم عطا فرمائی تھی۔

یہاں تک کہ اُن سے اُمورِ عجیبہ کا ظہور ہوا جیسا کہ بدر و اُحد میں آپ کا جنگ کرنا اور غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود کو قتل کرنا اور خیبر کا قلعہ فتح کرنا، اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں کہ آپ نے مسلمانوں کی امداد کی مگر اس سے خلافت کہاں مفہوم ہو گئی۔

شاہ صاحب اب تک ابنِ تیمیہ وغیرہ کے افکار کے ساتھ ساتھ خود بھی کافی نکتہ آفرینیاں کرتے رہے ہیں لیکن بالآخر آپ کو دبی زبان سے یہ اقرار کرنا ہی پڑا کہ اگر ہم اس آیت کو تسلیم بھی کر لیں تو اس سے خلافت کے معنی مفہوم نہیں ہوتے اور ولی کے معنی یہاں مددگار کے ہی ہو سکتے ہیں اور یہ درست بھی ہے کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہو کر مسلمانوں کی نصرت و امداد فرمائی تھی۔

شاہ صاحب کے اس ”لا“ میں نعم کی پوری شدت موجود ہے کیونکہ آپ کا یہ فرمانا کہ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں ہے اور پھر ساتھ ہی اس تسلیم و رضا کا اس مرحلہ میں داخل ہو جانا کہ فی الواقع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے غزوہ بدر و اُحد اور احزاب و خیبر میں بے مثال جرات اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی امداد و نصرت فرمائی اور آپ سے اُمورِ عجیبہ کا ظہور ہوا، آپ کے حُسنِ تسلیم اور جذبہٴ رضا کی واضح ترین تصویر ہے۔

بہر حال شاہ صاحب کے اس اقرار نما انکار اور انکار نما اقرار کی اگر وضاحت نہ بھی کی جائے تو صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ شاہ صاحب قبلہ دل سے تو اس آیت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں تسلیم کرتے ہیں مگر محض تردید و انفض کی وجہ سے آپ کو قلم کاری کے مختلف نمونے دکھانے پڑے، ورنہ لفظ ولی کے معنی مددگار بیان کرتے ہوئے آپ ہر گز یہ بیان نہ کرتے کہ بلاشبہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مختلف غزوات میں مسلمانوں کی نصرت و حمایت اور امداد و اعانت فرمائی۔

اب جبکہ آخر پر شاہ صاحب نے خود ہی دبی زبان سے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس میں آپ کی ولایت کے معنی مسلمانوں کی نصرت و امداد کرنے والے کے ہیں اور اس کے معنی خلافت کے نہیں ہو سکتے تو پھر ہمیں خواجہ مزید بات بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔

اگرچہ ہم آپ کی پوری عبارت سے صرف یہی ایک ٹکڑا لیکر اپنا مطلب پورا کر سکتے تھے اور بتا سکتے تھے کہ شاہ صاحب کی پہلی تمام عبارات کی تکذیب و تعلیط صرف اسی ایک ٹکڑے سے ہو سکتی ہے، لیکن ہماری مجبوریاں شاید آپ نہ جانتے ہوں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ موجودہ دور کے خوارج قبلہ شاہ صاحب کی اسی قسم کی تحریروں کا سہارا لیکر حضور تاجدارِ اہلِ اُتقی مولاؑ کے کائناتِ شہیر خُدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شانِ اقدس

میں آنے والی تمام تر روایات کو واہی اور باطل ثابت کرنے میں پُر طوئی رکھتے ہیں۔

کاش ایسا نہ کرتے

بہر کیف! حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی فلسفیانہ انداز فکر میں ڈوبی ہوئی تحقیق اور الجھی ہوئی تحریروں نے عصر حاضر کے بے لگام خارجیوں کے لئے مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخیاں کرنے کی نئی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ حالانکہ اس وقت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصور میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ کچھ لوگ اُن کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے بڑے مطلب نکال لیں گے، کاش اُنہوں نے ابن تیمیہ اور امام رازی کی اتباع کرنے کی بجائے تردید و انقضائے کا وہی طریقہ اپنایا ہوتا جو علمائے اہل سنت سلف صالحین کا تھا۔

بہر کیف! شاہ صاحب کی متذکرہ پیچیدہ عبارتوں اور یک طرفہ انداز فکر سے جو نتائج برآمد ہوئے وہ انتہائی خوفناک ہیں جن کا پورا تعارف مشکل کشا جلد سوم میں آ رہا ہے تاہم اس کا نمونہ پیش خدمت ہے۔

علی راشد خلیفہ نہیں تھے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد ارشادات کی رو سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے

بعدِ رشدِ خلافت کیا، خلافتِ خاصہ و علیٰ منہاج النّبوت کا زمانہ ہی ختم ہو کر زمانہء شر شروع ہو گیا تھا۔ پھر جس سال حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے اس سال کو اُمت نے ”عام الجماعة“ کا نام دیا اور اس کے بعد سے پھر زمانِ خیر شروع ہوا اصحابِ نبی کے بارے میں قرآن میں آیات موجود ہیں، علی کے بارے میں ایک آیت بھی نہیں،

﴿سائل علی ۲۷۵﴾

شاہ ولی اللہ شاہ کی رائے

محدث دہلوی ازالتہ الخفاء جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے وعدہ کیا کہ وہ حضرت عثمان شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص ضرور لیں گے، وہ قصاص لینے پر قادر تھے اور حضرت عثمان ذوالنورین کے مظلومانہ قتل کا قصاص ضرور لے سکتے تھے مگر انہوں نے قصاص نہیں لیا بلکہ اس کے مانع ہوئے۔ حضرت مُرتضیٰ نے خطائے اجتہادی سے کام لیا۔

حضرت علی کے مقاتلات بعد شہادت عثمان اپنی خلافت کی طلب و حصول تھیں نہ کہ باغراض اسلام۔

﴿سائل علی ص ۳۰۱﴾

مولا کے معنی، علمائے دین کی ڈیوٹی،

نیمک حرامی کی سزا

وَإِنْ تَوَلَّوْا غَلَبُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَكُمْ نَعَمْ الْمَوْلَى

بعدِ رشدِ خلافت کیا، خلافتِ خاصہ و علیٰ منہاج التَّوْبَت کا زمانہ ہی ختم ہو کر زمانہء شر شروع ہو گیا تھا۔ پھر جس سال حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے اس سال کو اُمت نے ”عام الجماعة“ کا نام دیا اور اس کے بعد سے پھر زمانِ خیر شروع ہوا اصحابِ نبی کے بارے میں قرآن میں آیات موجود ہیں، علی کے بارے میں ایک آیت بھی نہیں،

﴿شائِل علی ۲۷۵﴾

شاہ ولی اللہ شاہ کی رائے

محدث دہلوی ازالتہ الحنفیاء جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے وعدہ کیا کہ وہ حضرت عثمان شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص ضرور لیں گے، وہ قصاص لینے پر قادر تھے اور حضرت عثمان ذوالنورین کے مظلومانہ قتل کا قصاص ضرور لے سکتے تھے مگر انہوں نے قصاص نہیں لیا بلکہ اس کے مانع ہوئے۔ حضرت مُرتضیٰ نے خطائے اجتہادی سے کام لیا۔

حضرت علی کے مقتلات بعدِ شہادت عثمان اپنی خلافت کی طلب و حصول تھیں نہ کہ باغراض اسلام۔

﴿شائِل علی ص ۳۰۱﴾

مولد کے معنی ، علمائے دین کی ڈیوٹی ،

نمک حرامی کی سزا

اَوَّانَ تَوَلَّوْا فَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نَعَمْ الْمَوْلٰى

وَنِعَمَ النَّصِيرِ،،

﴿سورة انفال﴾

ترجمہ، تولائی (یعنی مولا علی، مولا علی چلانے والے
مشرکوں اور باغیوں) کو بتا دو کہ مسلمانوں کو مولا تو
صرف اللہ ہے، وہ کیسا اچھا مولا اور کتنا اچھا مددگار اور
مشکل کشا ہے۔

نوٹ،، ایک دینی عالم کو جب ہم مولا نا کہتے ہیں تو اس کے معنی ہیں
اے ہمارے غلام کیونکہ ایک عالم دین سب مسلمانوں کا غلام ہوتا ہے۔ اس
پر ڈیوٹی لگا دی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو علم دین کی تعلیم دیتا پھرے ورنہ اپنی نمک
حرامی کی سزا بھگتنے کے لئے تیار رہے۔

﴿شما علی ص ۱۰۲﴾

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں؟

شاہ صاحب اس زمانے میں ہوتے تو اپنی تحریروں کی یہ تشریحات
دیکھ کر یقیناً کانپ اٹھتے تاہم یہ امر غیر مشکوک ہے کہ انہوں نے از اللہ الخفاء
نامی کتاب کو شدید تعصب سے کام لیتے ہوئے ترتیب دیا ہے اور رہی سہی کسر
اس کتاب کے مترجم اور محشی نے پوری کر دی ہے۔

اگر آپ احتیاط کا دامن تھام کر رکھتے تو یقیناً ان کے نام پر خوفناک
کھیل نہ کھیلا جاتا، اور اگر آپ موقع محل کو نظر انداز کرتے ہوئے ولی اور مولا

کے معنوں میں اس قدر وسعت نہ دیتے تو آج یہ صورت حال نہ ہوتی کہ لفظ ولی اور مولا اللہ تعالیٰ کے لئے تو مددگار اور مشکل کشا کے معنوں میں ہے اور دوسرے لوگوں پر اس کا اطلاق غلام کے معنوں میں ہوتا ہے۔

یہ مسئلہ علمائے حقہ اہل سنت و جماعت کے لئے بالعموم اور شاہ ولی اللہ صاحب کی حقیقی اور معنوی اولاد کے لئے بالخصوص توجہ کا مستحق اور لمحہ فکر یہ ہے کیونکہ اندریں صورت مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بڑھ کر یہ بات معلّم و مقصود کائنات مولائے کل فخر رسل تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔

قارئین کے لئے

علماء کی خدمت میں اس التماس کے بعد قارئین کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ آپ بھی اپنے طور پر اپنے دائرہ تحقیق کو وسیع کرتے ہوئے اپنے ایمانوں کے ساتھ ساتھ دوسروں کے ایمانوں کو بھی خارجیوں کے زہر سے بچانے کی کوشش کریں۔

اس بحث کے ساتھ ہی یہ جلد اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے تیسری جلد کا آغاز انشاء اللہ العزیز ان آیات کی تفصیل و تشریح سے ہوگا جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زیر بحث آیت کی تائید میں نازل ہوئیں اور آپ نے وہ پڑھ کر صحابہ کرام کو سنائیں اور ان کی تفسیر اپنی زبان فیض

ترجمان سے کرتے ہوئے فرمایا کہ علی تمہارا اُسی طرح مولا ہے جس طرح میں تمہارا مولا ہوں اور اس امر کی بھی وضاحت ہوگی کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام جمیع مومنین کے کس طرح ولی اور مولا ہیں، تاہم یہاں زیب عنوان آیت کریمہ کے پیش نظر کے طور پر چند نکات بیان کرنے کے بعد اس جلد کا خاتمہ کیا جاتا ہے۔

علی مومنوں کے مددگار ہیں

اسلام کے گذشتہ اداوار میں سوائے ابن تیمیہ اور اسکی ذریت کے چند معدودے لوگوں کے تمام تر علماء و فقہاء اہل سنت اس امر پر متفق ہیں کہ آیت کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شرکت محض مومنوں کے دوست اور ناصر و مددگار کے معنوں میں ہے اور یہ کہ اس سے خلافت بلا فصل کے معنی مفہوم نہیں ہوتے۔

ہماری تحقیق کے مطابق علمائے وہابیہ اور دیابنہ نے بھی اپنی تفسیروں میں زیر آیت یہی معنی بیان کئے ہیں مگر افسوس اور ہزار افسوس اس پر ہے کہ یہ لوگ اس قرار واقعی حقیقت کے مقرر ہونے کے اور حضرت علیؑ کو ولی کے معنوں میں دوست اور مددگار ماننے کے باوجود نہ تو ان کو دوست تسلیم کرتے ہیں اور مددگار۔

اگر مدد گار ہیں

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مومنوں کے مدد گار ہیں اور بقول تمہارے بھی قرآن مجید کی نقص صریح اس پر شاہد عدل ہے تو آپ لوگ اس امر کی مخالفت میں کیوں اپنے آپ کو ہلکان کر رہے ہیں۔ کیا آپ اس آیت کے مفہوم کو صرف صحابہ کرامؓ کے دور تک ہی محصور و مقید کر دینا چاہتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں اس امر کی ہرگز وضاحت موجود نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم صرف ان چند سالوں کے لئے مومنوں کے دوست اور ناصر و مددگار ہیں۔

اب جبکہ آیت کریمہ کے کسی ایک لفظ میں بھی کسی خاص زمانہ کے لئے نصرت و امداد اور دوستی کو حصر نہیں کیا گیا تو آپ انشی یا رسول اللہ اور یا علی مدد جیسے جملوں کو ادا کرنے کی بجائے انہیں شرک میں کیوں داخل کرتے ہیں اس صورت حال پر بھی غور کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ کہیں آپ ایسا کرنے سے اس آیت کریمہ کے مخاطبین یعنی مومنین کے زمرہ سے ہی نہ نکل جائیں کیونکہ یہ فرمانِ خداوندی مومنوں کے ساتھ دوستی اور مومنوں ہی کی نصرت و امداد سے مشروط ہے۔

حق یہ ہے

حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ، مومنوں کے حقیقی مددگار اور دوست ہیں جبکہ حضور سالتما ب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجازاً بالاصالت ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مجازاً بالنبابت ہیں اور یہ امداد اور دوستی کسی خاص زمانہ کے لئے محدود مفید نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور اس امداد اور دوستی کا انکار کر دینا خود کو زمرہٴ مومنین میں شمار نہ کرنے کے مترادف ہے۔

تمت بالخیر

الحمد لله على ذالك والصلوة والسلام على
رسول خير خلقه ونور عرشه محمد وآله
وصحبه اجمعين .

مشکل کشا جلد سوم کی جملکیاں

(۱) حدیث غدیر تحقیق کے آئینے میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو انہی معنوں میں مومنوں کا مولا فرمایا ہے جن معنوں میں آپ مومنوں کے مولا ہیں اس امر کی شہادت متعدد قرآنی آیات سے پیش کی گئی ہے۔

(۲) آیت تطہیر پر عصر حاضر کے خوارج کے اعتراضات کا تفصیلی محاکمہ اور اس آیت کریمہ کے ذیل میں آنے والے وجدانی لطائف مہربان اہل بیت کے دلوں کی ٹھنڈک کے لئے مضبوط اور تنگ دلائل۔

(۳) دنیا میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی ایک ایسی ہستی ہیں جنہیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہونے کا شرف حاصل ہے قرآن و حدیث کے متعدد حوالہ جات سے مؤین اور خوبصورت بحث،

عصر حاضر میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھائی چارہ قائم کرنے والوں پر ضرب شدید فرمان علی کے مطابق حضور کے بھائی بننے والے پاگل ہیں۔

(۴) مولائے کائنات کی شان میں آنے والی متعدد قرآنی آیات کا حسین و جمیل اور فرحت بارگاہ سہ جس کی ہر آیت کی شان نزول معتبر

کتابوں سے پیش کی گئی ہے۔

(۵) عصر حاضر کے خارجیوں کی ناپاک جسارتوں کے نمونے ”آگ ہی آگ“ اور اُس کا محاسبہ علاوہ ازیں محبت و عقیدت کے سینکڑوں خوش نما پھول جو بارگاہ حیدر کرار میں پیش کئے گئے ہیں اور یہ پھول وہ ہیں جو کبھی نہیں مَر جھائیں گے کیونکہ انہیں گلستانِ قرآنِ عظیم اور چمنستانِ حدیثِ رسول سے چٹا گیا ہے۔

بہر کیف! کتاب مشکل کشا جلد سوم بھی پہلی دو جلدوں کی طرح مجاہدِ حیدر کرار کے لئے یقیناً یقیناً ایک نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

قارئین کی دعائیں شامل حال رہیں تو انشاء اللہ العزیز جلد ہی تیسری جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہو جائے گی۔

وما تو فیقی الا باللہ العظیم

صائمِ چشتی

اہل تصوف حضرات کے لئے ایک نادر و نایاب تحفہ
شیخ الاکبر محی الدین ابن العربیؒ کی مشہور زمانہ تصنیف

فتوحات مکہ

اردو ترجمہ
حضرت علامہ صائم چشتیؒ

چشتی کتب خانہ

ارشاد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد فون 2646756

موبائل 0321.4926515

سینکڑوں حوالوں سے مزین والد حیدر کرار
جناب حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان پر
ایمان افروز کتاب

ایمان ابی طالب

حضرت علامہ صائم چشتیؒ

چشتی کتب خانہؒ

ارشاد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد فون 2646756

موبائل 0321.4926515